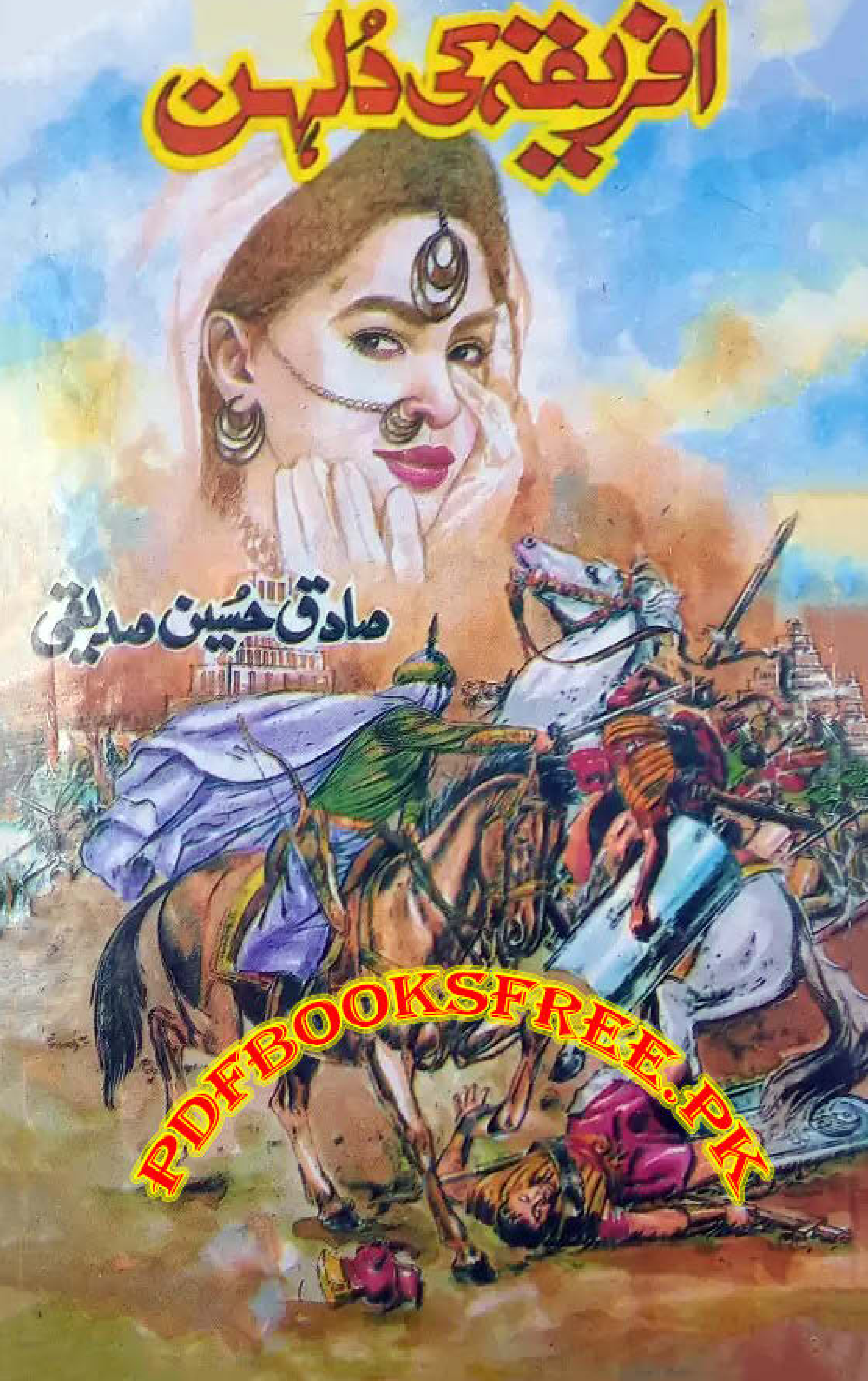
افریقہ کی دُلہن
صادق حسین صدیقی
PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افریقہ کی دلہن

مورخ اسلام

مولانا صادق سردھنوی

افریقہ کا حبشی بادشاہ جرجیر، جس نے خلیفہ اسلام کے سر کاٹنے والے کو اپنی حسین بیٹی ہیلن کو سونپ دینے کا اعلان کیا تھا۔ کس طرح عبداللہ بن حضرت فاروق نے اسے شکست دی۔ کس طرح ہیلن مسلمان ہوئی اور آخر کار اس کی دلہن بنی جس نے خود اس کے باپ جرجیر کا سر اڑا دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

• قیمت :- تیس روپیہ

ناشر مورّخ بک ڈپو - ۲۰ کٹرہ ابوتراب خاں نخاس لکھنؤ

• سول ایجنٹ :- نسیم بک ڈپو - ۲۵ لاٹوش روڈ لکھنؤ ۱۸

• مطبع :- سرفراز پریس لکھنؤ - اڈیشن سنہ ۱۹۸۲ء

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلا باب

خلیفہ سوئم کا دربار

دیار رسول اللہ صلعم یعنی مدینہ منورہ کے باشندے جوق جوق مسجد نبوی کیطرف ہجار ہے تھے۔ ہر شخص پیکرِ اسلام تھا۔ مئے توحید کا متوالا۔ ملک و قوم کا فدائی۔ خلافِ معمول اس وقت ہر شخص کے چہرے سے جوش و غضب کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

صبح کا وقت تھا۔ آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ سنہری دھوپ مکانوں۔ میدانوں درختوں اور پہاڑوں پر پھیل گئی تھی۔ اگرچہ یہ وقت نماز کا نہ تھا مگر پھر بھی مسلمان مسجد کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے۔ بات یہ تھی کہ اس زمانہ میں جس طرح سے دنیا کی حکومتوں نے اراکینِ حکومت کے اجلاس کے لئے دیوان مخصوص کر رکھے ہیں، اس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسلامی حکومت کا دار المشورہ مسجد نبوی تھی۔ ہر خلیفہ اور خود رسول خدا صلعم مسجد ہی میں اجلاس کیا کرتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم ۲۶ھ کے واقعات قلمبند کر رہے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ دنیا جمہوریت کے نام سے واقف نہ تھی۔ کرۂ ارض پر شخصی سلطنتیں تھیں۔ ہر بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ رعایا کا فرض تھا کہ وہ اپنے حکمراں کو سجدہ کرے یا اس کے سامنے جھکے۔ بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ خدائی فرمان کا حکم رکھتا تھا۔ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب نیر اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو پروردگارِ عالم نے شخصی لعنت دُور کرنیکا حکم دیا۔ ارشاد ہوا "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" یعنی اور ان سے (مسلمانوں سے) امور ات میں مشورہ کرو (پارہ لن تنالو۔ سورہ آل عمران) چنانچہ اسی وقت سے مسلمانوں نے جمہوریت قائم کرلی۔ شخصی حکومت کی بدعت کو دُور کر کے جمہوریت کا شرفِ اولین اسلام اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ آج جو قومیں اور جو ممالک جمہوریت سے لذت کش ہیں وہ مسلمانوں ہی کے رہین منت ہیں۔

غرض مسلمانوں کے گروہ مسجد میں آ آکر جمع ہو رہے تھے۔ مسجد کی درمیانی محراب میں بہت سے معزز صورت اعرابی بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نہایت خوبصورت اور میانہ قد اور ضعیف العمر تھے۔ ان کے چہرے سے علم و مروت اور ذکاوت و ذہانت کے آثار ظاہر تھے۔ ان کا نام حضرت عثمان غنیؓ تھا۔ اس وقت آپ ہی شہنشاہِ عرب و عجم امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین تھے۔ سلسلہ خلافتِ راشدہ میں آپ کا تیسرا نمبر تھا اور آپ خلیفہ سوئم کہلاتے تھے۔

مسلمانوں کی تاریخی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہ شیرانِ اسلام کے کارنامے تو کیا نام تک نہیں جانتے ہیں۔ بہت کم ایسے مسلمان ہوں گے جو حضرت عثمان غنیؓ کے حالات و واقعات سے باخبر ہوں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کچھ حالات مجملاً بیان کر دیئے جائیں۔ آپ کا نام نامی عثمانؓ تھا۔ آپ عفان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بیٹے تھے۔ آپ کی نانی آنحضور صلعم کے والد ماجد عبداللہ کی حقیقی بہن تھیں جو حضرت عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ اس طرح آپ رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی رقیہ کی شادی قبل بوقت قبول اسلام حضرت عثمان سے کردی تھی جو جنگ بدر کے روز فوت ہو گئی تھیں۔ تب آنحضرت نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رض کی شادی آپ سے کر دی۔ اس لئے آپ ذی النورین کے خطاب سے مشہور ہیں۔ دنیا بھر میں یہ شرف صرف حضرت عثمان کو حاصل ہوا کہ آپ کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔ آپ کانِ حیا تھے۔ آنحضور صلعم نے فرمایا تھا کہ آپ سے زیادہ باحیا کوئی بشر نہیں ہے۔ آپ کی بڑھی ہوئی حیا کی وجہ سے فرشتے تک آپ سے حیا کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ حضرت عثمان کی حیا کا یہ عالم تھا کہ تنہائی میں نہاتے وقت دروازہ بند کر کے نہانے میں بھی آپ کو شرم دامن گیر ہوتی تھی۔ اور اس قدر شرماتے تھے کہ تن کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ آپ ذوالہجرتین تھے۔ یعنی آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی تھی۔ ایک مرتبہ حبشہ کی اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ کی۔

آپ بڑے مالدار تھے اس لئے "غنی" کے خطاب سے بھی مشہور تھے۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ جب مسلمان مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو وہاں پانی کی سخت تکلیف تھی۔ ایک یہودی کا کنواں تھا وہ پانی فروخت کرتا تھا اور مسلمانوں کو گراں قیمت پر دیتا تھا۔ آپ نے اس یہودی سے وہ کنواں ۳۵ ہزار درہم پر خرید کر وقف کر دیا تھا۔ ایک سال جب مدینہ میں قحط پڑا تو آپ نے ہزاروں روپے کا غلہ خرید کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جنگ تبوک کے موقع پر آپ نے ساڑھے چھ سو اونٹ اور پچاس گھوڑے خرید کر مجاہدین کو دیئے تھے۔

آنحضور صلعم اور اہل بیت نبوی کے ساتھ منسلک ہوتے رہتے تھے آنحضرت صلعم آپ کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے :۔ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، ایک مرتبہ آنحضور صلعم یہ دعا شام سے صبح تک مانگتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ لوگ بھوکے مرنے لگے۔ کسی قیمت پر بھی غلّہ میسّر نہ آتا تھا۔ مسلمانوں کو بڑی تکلیف تھی۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔

ایک روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمان کے ایک ہزار اونٹ غلّہ سے لدے ہوئے آئے ہیں۔ اور یہ غلّہ تجارت کے لئے آپ نے منگایا ہے چنانچہ غلّہ کے سوداگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ڈیوڑھے نفع پر اس غلّہ کو خریدنا چاہا۔ یعنی سو روپیہ کا غلّہ ڈیڑھ سو روپے میں لینا چاہا۔ آپ نے فرمایا عثمان کے لئے یہ بات بڑے شرم کی ہوگی کہ تمام مسلمان بھوکے مریں اور میں نفع کا لالچ کروں۔ تم سب گواہ رہو کہ میں نے یہ تمام غلّہ مدینہ کے فقراء اور مساکین کو دیدیا ہے۔ آپ کی یہ سخاوت دیکھ کر لوگ عش عش کر اُٹھے۔ اسی رات کو حضرت عبداللہ رضی اللہ بن حضرت عباس رضی اللہ نے خواب[1] میں دیکھا کہ آنحضور صلعم ایک گھوڑے پر سوار حلۂ نوری پہنے تیزی سے

---

[1] خواب کا یہ تمام واقعہ تاریخ اسلام جلد اول مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں کے صفحہ ۲۹۲ پر درج ہے۔ ابن خلدون نے بھی اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ صادق صدیقی سردھنوی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں دوڑ کر بڑھا اور عرض کیا "یا رسول اللہ مجھے آپ کی زیارت کا بیحد اشتیاق تھا۔ ذرا ٹھہریئے۔ کہاں جا رہے ہیں؟
رسول خدا نے فرمایا۔ "اے ابن عباس! عثمانؓ نے آج ایک ہزار اونٹ صدقہ کیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے ان کے صدقے کو قبول فرما کر جنت میں ان کے لئے ایک عالی شان دیوان خانہ مخصوص کر دیا ہے۔ اور ایک عروس کے ساتھ ان کے عقد کا انتظام ہو رہا ہے۔ فرشتے انتظام و انصرام میں مصروف ہیں۔ جنت میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں بھی عقد میں شریک ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔"
ایک مرتبہ آپ اپنے ایک غلام سے ناخوش ہو گئے اور آپ نے اس کا کان پکڑ لیا۔ مگر فوراً ہی خیال آگیا کہ بڑی غلطی ہو گئی۔ ممکن ہے خدا ان سے ناخوش ہو جائے۔ آپ نے فوراً ہی غلام سے کہا۔ "بھائی! میں نے تیرا کان پکڑ کر تیرے دل کو اذیت دی ہے تو بھی میرا کان پکڑ لے۔ تاکہ آخرت کی جواب دہی میرے ذمہ باقی نہ رہ جائے۔
غلام ہچکچایا تو آپ نے کہا۔ مت ہچکچاؤ۔ میرا کان پکڑ و۔
غلام نے آپ کا کان پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا۔ "بھائی میرا کان زور سے پکڑو۔ دنیا کا قصاص آخرت کے بدلے سے نہایت آسان ہے۔"
ہم نے طوالت کے خوف سے معدودے چند واقعات لکھے ہیں جو حضرات زیادہ حالات جاننا چاہیں وہ تاریخ کا مطالعہ کر لیں۔
حضرت عثمان بیچ کے محراب میں بیٹھے تھے۔ آپ کے پاس اس وقت نوجوانوں کا طبقہ بیٹھا تھا۔ ان میں حضرت عبداللہؓ بن حضرت عمر فاروقؓ حضرت عبداللہؓ بن حضرت عباسؓ۔ عبداللہ بن حضرت زبیرؓ۔ حضرت حسنؓ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ بن حضرت علیؓ اور صحابۂ کرام میں سے حضرت عمروؓ بن العاصؓ۔ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ موجود تھے جب مسلمان آکر اطمینان اور خاموشی سے بیٹھ گئے تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ مسلمانو! عیسائی اسلام کی دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں وہ نہ خود چین سے بیٹھتے ہیں اور نہ مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے دیتے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ ممالک شام، مصر، بصرہ اور آرمینہ وغیرہ کے فتح ہو جانے کے بعد عیسائی مسلمانوں سے چھیڑ خانی بند کر دیں گے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اب افریقہ[1] کے عیسائی مسلمانوں سے ٹکرانا چاہتے ہیں۔ وہ مصر کے مسلمانوں کو ستاتے رہتے ہیں۔ ان کا بادشاہ جس کا نام جرجیر ہے۔ مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ آج کل مصر میں عبداللہ بن سعد گورنر ہیں۔ انھوں نے افریقہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ میں نے مسلمانوں سے مشورہ لیا تو سب کی یہی

---

[1] حال کے جغرافیہ میں افریقہ اس بر اعظم کا نام ہے جس میں حبش، مصر، مراکو اور سوڈان وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن مسلمان مورخ افریقہ اسے کہتے ہیں جو اسکندریہ کے عرب میں واقع ہے۔ طرابلس اور طنجہ کے درمیان میں افریقہ نام کی ایک ریاست بھی ہے حقیقت یہ ہے کہ افریقہ ایک عظیم الشان براعظم ہے جو یورپ سے تین گنا اور ہندوستان سے چھ گنا بڑا ہے۔ اسکی صورت تکونی سی ہے۔ یہ خط استوا کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نصف حصہ میں جب گرمی پڑتی ہے تو نصف حصہ میں سردی پڑتی ہے۔ اس ملک میں خشک ریگستان بھی ہے اور خطرناک جنگلات بھی ہیں۔ گھنے جنگلوں میں ہاتھی۔ بندر، لنگور، شیر، چیتے اور گوریلا جانور جو انسانوں سے مشابہت رکھتے ہیں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے دریاؤں میں دریائی گھوڑے بھی ہوتے ہیں۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رائے ہوئی کہ اس کانٹے کو بھی نکال ڈالنا چاہیئے۔ یعنی عیسائیوں کے اعلانِ جنگ کو قبول کر کے خدا کے بھروسے پر افریقہ پر چڑھائی کر دینی چاہیئے۔ میں نے آج عبداللہ بن سعد کے پاس قاصد روانہ کرنے کا قصد کرلیا ہے اور انھیں خط میں لکھ دیا ہے کہ وہ افریقہ پر چڑھائی کر دیں۔ لیکن جنگ شروع ہونے سے پہلے جرجیر کو سمجھائیں۔ اسلام کی دعوت دیں۔ اور اگر وہ مسلمان ہونا پسند نہ کرے تو ادائے جزیہ کی ترغیب دیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کو نہ مانے تو جنگ شروع کریں۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ عبداللہ بن سعد کے پاس لشکر کم ہے اس لئے ان کی مدد کے لئے مدینہ سے مزید فوج بھیجی جائے گی۔ جو اصحاب جہاد پر جانا چاہتے ہوں وہ منیٰ کے مقام پر جاکر جمع ہو جائیں۔"

منیٰ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مختصر سی بستی تھی۔ جتنے لشکر مدینہ منورہ سے عیسائیوں کے مقابلے کے لئے بھیجے گئے وہ سب پہلے اسی مقام پر جمع ہوئے تھے۔ یہ مختصر تقریر کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک نوجوان اعرابی کو اشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر خلیفۂ سوئم کے پاس پہنچا۔ خلیفہ نے کہا۔ "سرور میں تمہیں قاصد بنا کر مصر بھیجنا چاہتا ہوں۔ کیا تم تیار ہو؟"

سرور شکیل اور خوبرو نوجوان تھا۔ اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں عقد کی تاریخ ایک ہی دو دن میں مقرر ہونے والی تھی لیکن اس نے اس بات کا مطلق خیال نہ کیا۔ فوراً کہا۔ "میں بڑی خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے کے لئے تیار ہوں اور یہ بھی اجازت چاہتا ہوں کہ افریقہ کی جنگ میں بھی شریک رہوں۔"

حضرت عثمانؓ: "میری طرف سے اجازت ہے۔ لو تم یہ مراسلہ لو اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے عبداللہ بن سعد کے پاس پہنچا دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور نے مراسلہ لے کر کہا: "میں انشاء اللہ کل صبح نماز پڑھتے ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

حضرت عثمانؓ: "اچھا۔ خدا تمہاری مدد اور حفاظت کرے۔"

مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ نے افریقہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ مسلمان اس نوید روح پرور کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ ان میں سے ہزاروں پر جوش مسلمانوں نے چاہا کہ اسی وقت اپنے نام جہاد پر جانے کے لئے پیش کر دیں لیکن چونکہ خلیفۃ المسلمین نے حکم یہ دیا تھا کہ مجاہدین منیٰ کے مقام پر جا کر جمع ہو جائیں۔ اس لئے یہ لوگ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دربار خلافت برخاست ہو گیا اور لوگ اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔

دوسرا باب

مکّار جاسوس

سرور امیر المومنین کا مراسلہ لے کر روانہ ہو گئے تھے چونکہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ مراسلہ عبد اللہ بن سعد، مصر کے گورنر کے پاس پہنچا دے۔ اس لئے وہ بڑی تیزی سے منزلیں طے کر رہے تھے۔ انھوں نے حدودِ عرب کو عبور کر کے مصر میں بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

اس زمانہ میں اسلامی گورنر فسطاط میں رہتے تھے۔ فسطاط کو مسلمانوں نے ہی آباد کیا تھا۔ اس کے آباد کرنے کی ضرورت یا وجہ یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی کہ جب مسلمانوں نے مصر اور اسکندریہ فتح کر لئے تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ خلیفۂ دوئم نے ایک شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ مصر جو حضرت عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا شہر بسانے کا فرمانِ فاروقی ان ہی کے نام صادر ہوا تھا۔ اس فرمان میں یہ ہدایت تھی کہ شہر ایسی جگہ بسایا جائے جہاں سے مدینہ منورہ تک کوئی دریا راستے میں نہ آئے۔ فاروق اعظم نہیں چاہتے تھے کہ عرب اور اسلامی لشکر کے درمیان کوئی دریا وغیرہ حائل ہو۔

جس وقت حضرت عمرو بن العاص نے اسکندریہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس وقت وہ معہ لشکر کے قصر الشمع میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ جگہ اس وقت ایک کف میدان تھا جو دریائے نیل اور جبل کے مقطم کے درمیان واقع ہے۔ جب عمرو بن العاص کا خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے خیمہ میں کبوتروں نے گھونسلہ بنا لیا ہے۔ انھیں مناسب نہ معلوم ہوا کہ ان پرندوں کو تکلیف دیں جو ان کے خیمے میں آکر مہمان ہوئے تھے۔ آپ نے خیمہ وہیں چھوڑ دیا اور جب اسکندریہ فتح کرکے واپس آئے اور دربارِ خلافت سے شہر آباد کرنے کا حکم آیا تو انھوں نے شہر بسانے کے لیئے وہی جگہ پسند کی جہاں خیمہ چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ شہر آباد ہونا شروع ہوا، مکانات اور مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ سڑکیں بننے لگیں اور علم و فن کے آدمی آکر آباد ہونے لگے۔

فاروق اعظم نے حکم دیا تھا کہ مکان ایک منزلہ بنائے جائیں۔ سڑکیں ساٹھ ساٹھ فٹ اور گلیاں گیارہ گیارہ فٹ سے کم چوڑی نہ بنائی جائیں۔ شہر کے بیچ میں ایک جمعہ مسجد بنائی جائے۔ چنانچہ ان احکام کی تعمیل حرف بحرف کی گئی تھی۔ تینوں طرف عالیشان دروازے بنائے گئے تھے۔ مورخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قضاعی نے لکھا ہے کہ اسّی صحابہ نے مِل کر اس کے قبلہ کی سمت مُتعیّن کی تھی۔ یہ مشہور شہر ۲۱ھ میں آباد کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق مورخ مقریزی نے لکھا ہے کہ شہر نہایت وسیع ہو گیا تھا اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ اس میں آٹھ ہزار سڑکیں۔ گیارہ سو ستر حمام اور چھتیس بڑی مسجدیں بن گئی تھیں چونکہ یہ شہر اس جگہ آباد کیا گیا تھا جہاں خیمہ رہ گیا تھا اور عربی میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں۔ اس لیے اس شہر کا نام بھی فسطاط ہی پڑ گیا۔

شہر فسطاط ہی میں اسلامی گورنر رہتا تھا۔ سرور فسطاط کی طرف ہی سفر کر رہے تھے۔ ایک روز انھیں چار عیسائی ملے جو گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے۔ عیسائی سرور کو دیکھ کر ان کے پاس آئے اور پوچھا "کیا تم مدینہ سے آ رہے ہو؟"

سرور نے جواب دیا "ہاں"

عیسائی "اور تم قاصد ہو؟"

اس زمانہ میں مسلمان مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "ہاں میں قاصد ہوں"

عیسائی "شاید خلیفہ سوم نے افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت دیدی ہے؟"

سرور "مجبور ہو کر اجازت دی ہے انھوں نے۔ تم کون لوگ ہو؟"

عیسائی "ہم عیسائی ہیں۔ افریقہ کے رہنے والے ہیں"

سرور "غالباً تم جاسوس ہو"

عیسائی یہ سن کر گھبرا گئے۔ اگرچہ سرور تنہا تھے اور عیسائی چار لیکن مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری تھی کہ ایک ایک کو دس دس غیر مسلم دیکھ کر خائف ہو جاتے تھے۔ عیسائیوں نے کہا "نہیں ہم جاسوس نہیں ہیں نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور: "اور کون ہو؟"

عیسائی: "ہم شہزادی ہیلن کے ساتھ ہیں۔"

سرور: "ہیلن کون ہے؟"

عیسائی: "افریقہ کے بادشاہ جرجیر کی حسین بیٹی ہے۔ عرب برادر آج دنیا میں ہیلن جیسی خوبصورت لڑکی کوئی نہیں ہے جو اسے ایک نظر دیکھ لیتا ہے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس قدر حسین ہونے پر بھی بہادر ہے۔ اور ایسی کہ بڑے بڑے دلیر آدمی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

سرور حیرت و استعجاب سے اس کی گفتگو سن رہے تھے انھوں نے کہا۔

"میں یہ بات تو مان لوں گا شہزادی ہیلن نہایت خوبصورت ہو گی لیکن اس بات کو نہیں مان سکتا کہ اس قدر بہادر ہے کہ شجاع مرد اس کا مقابلہ کرتے گھبراتے ہیں۔"

عیسائی: "لیکن میں نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے۔ اگر آپ اُس پیکر حُسن و جمال کو دیکھنا چاہتے ہیں جس کی خوبصورتی کی شہرت تمام عیسائی دنیا میں ہے اور جس گل اندام سے شادی کرنے کے لیئے بیسیوں شہزادے بے تاب ہیں۔ اور جسے اپنے حسن کے ساتھ اپنی بہادری پر بھی ناز ہے تو ہمارے ساتھ چلئے۔ اس بہادر نازنین کو دیکھئے آپ خود ہی ان تمام باتوں کے قائل ہو جائیں گے۔"

سرور: "لیکن شہزادی آج کل ہے کہاں؟"

عیسائی: "اسے مصر کے عجائبات دیکھنے کا شوق ہے۔ اتفاق سے آج کل مصر آئی ہوئی ہے۔ دیوس[1] پولیس میں ٹھہری ہوئی ہے۔"

---

[1] یہ شہر بحیرۂ روم سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر جانب جنوب میں (بقیہ ص ۱۶)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت سے صدیوں پہلے یہ شہر مصر کا دارالسلطنت تھا۔ اس کا نام قدیم مصری زبان میں آفطیت تھا۔ آفطیت کے معنیٰ سر کے ہیں گویا یہ شہر تمام دوسرے مصری شہروں کا سرتاج تھا۔ مگر قبطی اسے طابہ طیبہ کہتے تھے۔ جسے بگاڑ کر یونانیوں نے ہتیس بنا لیا تھا مگر مصری اسے دیوس پولیس کہتے تھے۔ اس کے معنیٰ ہیں دیوتاؤں کا شہر۔ اس کا ایک اور نام ہا آمن بھی تھا جس کے معنیٰ ہیں خداوند۔ ہامان کا گھر۔

سرور: لیکن کیا اسے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اس کے باپ جرجیر نے مسلمانوں کو اعلانِ جنگ دے دیا ہے اور مسلمان جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ ایسے وقت اس کا مصر میں آنا کیا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا نہیں ہے؟"

عیسائی: میں نے آپ سے کہا نہیں کہ وہ نہایت نڈر اور بڑی دلیر لڑکی ہے اسے کسی سے بھی خوف نہیں معلوم ہوتا۔

سرور: جب تو میں اسے ضرور... دیکھنا چاہتا ہوں۔"

عیسائی: "اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھ چلئے۔

سرور کچھ سوچنے لگے۔ عیسائی نے کہا "آپ تذبذب نہ کریں۔ شہزادی کے ساتھ اس وقت پندرہ بیس سواریں ہیں کچھ زیادہ لاؤ لشکر نہیں ہے۔ وہ خفیہ طریقہ پر محض سیاحت اور آثار الصنادید کو دیکھنے آئی ہے۔

سرور: میں یہ خیال نہیں کر رہا تھا کہ شہزادی کے ساتھ زیادہ لاؤ لشکر ہو گا۔ بلکہ یہ سوچ رہا تھا کہ تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو۔"

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا) دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ۲۸ھ میں ایرانیوں نے اس خوبصورت شہر پر حملہ کر کے اسے برباد کر ڈالا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دھوکا!" چاروں عیسائیوں کی زبان سے نکلا۔ اور انھوں نے حیرت و خوف بھری نظروں سے سرور کو دیکھا۔ سرور نے اطمینان کے لہجے میں کہا: "ہاں دھوکا سنو، میں اس دیوس پولیس کے کھنڈرات دیکھ چکا ہوں۔ اسی مشہور شہر میں وہ فرعون رہتا تھا جس نے "میں سب سے بڑا رب ہوں" کا دعویٰ کر کے اہلِ مصر کو اپنے بت یا مجسمہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس نے بطری قبطیوں پر انتہائی سفاکیاں کی تھیں جس نے جنگی قیدیوں اور معصوم قبطیوں سے پہاڑ ترشواکر عظیم الشان عمارتیں اور اہرام مصری جو آج دنیا میں مشہور ہیں تعمیر کرائے تھے جو قبطیوں کے لڑکوں کو مروا ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر بتاکر اپنے ملک کے تمام جادوگروں کو اکٹھا کر کے ان سے مقابلہ کیا تھا۔ اور جسے خدائے جبار و قہار نے دریائے نیل میں غرق کر دیا تھا۔ میں نے وہ مقبرے بھی دیکھے ہیں جن میں فراعنہ مصر سینی۔ میر نفتاح۔ توشمیس چہارم ملکہ عاتسب کی لاشیں ممی کی ہوئی رکھی ہیں۔ میں نے وہ ہال بھی دیکھا ہے جس کو ایوان ذات العماد (ستونوں والا کمرہ) کہتے ہیں جس میں بادشاہِ مصر کا بُت اس طرح کھڑا ہے جیسے وہ دیوتاؤں کی پُوجا کر رہا ہے۔ اس شہر کے کھنڈرات اور زمین دوز مقبروں میں سوائے بُتوں کے اور کیا ہے؟"

ایک عیسائی نے کہا: "مگر آپ نے دیکھا، کس قدر بڑے، قوی، ہیکل اور ہیبت ناک بُت ہیں۔ خدا جانے انھیں کس نے اور کس طرح بنایا تھا۔ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔"

سرور: "مشرکوں اور بُت پرستوں نے اپنی بُت تراشی کی صنعت کو ان بُتوں پر ختم کر دیا ہے لیکن موحد اور خدا پرست ان بُتوں اور ان کے بنانے والوں سے بیزار رہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عیسائی :- لیکن شہزادی ہیلن کو ان صناد ید سے بڑی دلچسپی ہے اور وہ اس وقت بھی جبکہ ان کے باپ جرجیر نے مسلمانوں کو اعلانِ جنگ دے دیا ہے اسلامی ممالک میں انھیں دیکھنے آئی ہے ۔"

سرور :- تم غلط کہہ رہے ہو۔ شہزادی ہیلن ایسی بیوقوف نہیں ہو سکتی کہ مصر میں آجاتی۔ نہ جرجیر ایسا احمق تھا کہ اسے یہاں بھیج دیتا۔ تم مجھے فریب دیکر گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ چالاک بدمعاشو! تلواریں نکالو۔ تمہاری موت تمہارے سروں پر منڈلانے لگی ہے۔ یہ کہتے ہی انھوں نے تلوار میان سے کھینچ لی عیسائی ان کی تلوار کی برق پاش چمک دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ مگر فوراً انھوں نے اپنی حیرت دور کی اور ان میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑا کر تیزی سے بھاگ نکلا۔ اور باقی تین سواروں نے تلواریں کھینچ کر سرور پر حملہ کر دیا۔ سرور نے جلدی سے ڈھال آگے کر کے وار روکے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر خود بھی حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں انھوں نے ایک عیسائی کا سر اُڑا دیا۔ باقی دو نے ان پر یورش کی اور بڑے جوش سے حملہ آور ہوئے۔ اور سرور نے تجربہ کاروں کی طرح ان کا یہ دوسرا حملہ بھی روکا اور جلدی سے وار کر کے ایک اور عیسائی کو قتل کر ڈالا۔ اب صرف ایک عیسائی باقی رہ گیا۔ اس نے جلدی سے تلوار پھینک دی اور " امان امان " چلانے لگا۔ سرور نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے تمام ہتھیار اپنے قبضہ میں کر کے پوچھا سچ بتاؤ کیا تم جاسوس ہو؟

عیسائی نے کہا :- ہاں ہم جاسوس ہیں ۔"

سرور :- تم یہاں کس لیئے آئے تھے۔

عیسائی :- مسلمانوں کی تیاریاں دیکھنے اور دوسری خبریں معلوم کرنے

سرور :- مگر تم مجھے دھوکا دے کر شہر دیو پولیس کے کھنڈرات میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیوں لیجانا چاہتے تھے؟"

عیسائی:" ہمیں معلوم ہوا تھا کہ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد نے دربار خلافت سے افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی ہے۔ ہم اس قاصد کو گرفتار کرنے کی فکر میں تھے جو اذن جنگ لے کر آئے۔

اس سے تمہارا کیا مقصد تھا؟"

عیسائی۔ ہمارے بادشاہ جرجیر کا حکم تھا کہ قاصد کو یا تو قتل کر ڈالا جائے یا گرفتار کر کے افریقہ پہنچا دیا جائے۔ اس سے اس کا منشا یہ تھا کہ دربار خلافت کا جواب اسلامی گورنر کے پاس نہ پہنچے۔ اور مسلمان جواب کے انتظار میں مصر ہی میں مقیم رہیں۔ اس عرصہ میں عیسائی تیاریاں کر کے مصر پر حملہ کر دیں۔"

سرور: تو جرجیر مصر پر حملہ کی تیاریاں کر چکا ہے۔"

عیسائی: اگر آپ میری جان بخشی کریں تو میں حالات بتاؤں گا۔"

سرور: مجھے جان بخشی کا اختیار نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ چلو تمہیں امیر امان دے سکتے ہیں۔"

مسلمان اپنے گورنروں اور فوجی سپہ سالاروں کو امیر کہا کرتے تھے عیسائی نے کہا: چلئے مجھے امیر کی خدمت میں لے چلئے۔

سرور:" چلو۔" چنانچہ سرور اس عیسائی جاسوس کو لے کر فسطاط کی طرف روانہ ہو گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیسرا باب

والئ مصر

سرور عیسائی جاسوس کو لے کر فسطاط کی جانب چل پڑے تھے چونکہ انہیں افریقی جاسوس کی زبانی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ عیسائی بادشاہ مسلمانوں پر جلد از جلد حملہ کرنے کی فکر میں ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مسلمان غافل رہیں اور وہ اچانک مصر پر حملہ کر دے۔ اس لئے انہوں نے تیزی سے چلنا اور عجلت سے منزلیں طے کرنا شروع کر دیا تھا۔ آٹھ مراحل کرنے کے بعد وہ فسطاط میں داخل ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عیسائی جاسوس نے۔۔۔ اسلامی شہر کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ شہر کے یک منزلہ مکان، کشادہ سڑکیں اور اونچی اونچی مسجدیں دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ عیسائی بستیوں میں کئی کئی منزلوں کے مکان ہوتے تھے سڑکیں تنگ اور آبادی گنجان ہوتی تھی۔ اس جاسوس کو خیال تھا کہ مسلمان گورنر بھی اسی شان سے رہتا ہوگا جس کروفر سے عیسائی گورنر یا باجگزار حکمراں رہتے تھے۔ ان کا عالیشان قصر ہوگا۔ قصر پر پہرہ ہوگا۔ پہرہ داروں کے ذریعہ سے اطلاع کرائی ہوگی۔ لیکن جب سرور اسے ایک معمولی مکان پر لے کر پہنچے جو نہ عالیشان تھا نہ اس میں ڈیوڑھی تھی۔ نہ دروازہ پر کوئی پہرہ دار تھا۔ اسے نہایت حیرت ہوئی اس نے رفع استعجاب کے لئے دریافت کیا۔ کیا تمہارے گورنر کا یہی مکان ہے؟"

سرور نے جواب دیا" ہاں"۔

جاسوس "کوئی پہرہ دار نہیں رہتا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ "نہیں۔ ہمارے امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوئم کا یہی حکم ہے کہ کسی گورنر یا افسر کا نہ عالیشان مکان ہو، نہ مکان پر پہرہ ہو۔ تاکہ فریادیوں کو ان تک پہنچنے میں دقت نہ ہو۔ بلکہ جس وقت ان سے مل سکیں۔ یہی دستور فاروق اعظم حضرت عمرؓ خلیفہ دوئم کے زمانہ میں تھا"

جیاسوس: "تم لوگوں کی سادہ معاشرت قابلِ رشک ہے۔"

اب سرور نے گورنر اسلام کے مکان پر کھڑے ہوکر "السلام علیکم" کہا۔ آواز دی جیسے کوئی عام آدمی بلاتا ہے۔ انھوں نے کہا: "یا امیر!"

فوراً ہی عبداللہ بن سعد جو مصر کے گورنر تھے مکان سے باہر آئے اور آتے ہی سرور سے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا۔

سرور نے سلام کا جواب دیا۔ عبداللہ نے دریافت کیا: "تم مدینہ منورہ سے آرہے ہو؟"

سرور نے کہا: "جی ہاں۔"

عبداللہ: "ایک ذرا توقف کرو۔"

وہ فوراً اندر گئے اور ایک کمبل لاکر مکان کے سامنے چبوترہ پر بچھا دیا اور سرور اور عیسائی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

عیسائی یہ سمجھا کہ شاید وہ اسلامی گورنر کے کوئی غلام ہیں اور وہ دونوں بیٹھ گئے تو ان کے پاس ہی عبداللہ بیٹھ گئے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ ان کا غلام آگیا۔ حضرت عبداللہ نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: "یا مولا (اے غلام) اعلان کردو کہ لوگ میرے پاس جمع ہوجائیں۔"

غلام چلا گیا۔ اب عبداللہ نے سرور سے دریافت کیا: "یہ عیسائی کون ہے؟"

سرور نے جواب دیا: "یہ افریقہ کے بادشاہ جرجیر کا ایک جاسوس ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ:۔ تم نے اسے کہاں گرفتار کیا؟

سرور نے وہ تمام واقعہ کہہ سنایا جو اُن کے ساتھ پیش آیا تھا۔ عبداللہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا:۔ افسوس ہے کہ عیسائی جاسوس مصر میں آ گئے اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ یقیناً جرجیر ہماری نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

سرور:۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب عیسائی نے سمجھ لیا کہ جس ہستی کو وہ غلام سمجھے ہوئے تھا وہی اسلامی گورنر تھا۔ وہ انھیں سادہ لباس میں معمولی آدمیوں کی طرح کام کرتے دیکھ کر نہایت حیران ہوا۔ سچ ہے قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں جہاں اور خصوصیتیں تھیں وہاں یہ بات بھی تھی کہ وہ عام آدمیوں کی طرح نہایت سادگی سے رہتے تھے۔ اور کسی کام کو خود کرنے میں کوئی عار نہ سمجھتے تھے مگر جب سے مسلمانوں نے غیر قوموں کی دیکھا دیکھی تکلف اختیار کیا، شان سے رہنے لگے اس وقت سے ان میں کاہلی اور عیش پرستی کی خو پیدا ہوگئی جوہر شجاعت جاتا رہا۔ جفاکشی مفقود ہوگئی اور دُنیا طلبی نے انھیں مذہب سے دُور جا پھینکا۔ آج بھی جبکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت انتہائی پستی کو پہنچ گئی ہے۔ افلاس و فلاکت نے اس کا کچومر نکال دیا ہے۔ وہ شاہانہ ٹھاٹ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ گھر میں چاہے چوہے قلابازیاں کھا رہے ہوں اور اپنے بچوں کے لیے کھانے کو ایک دانہ نہیں ہو لیکن محنت مزدوری کرنا کسر شان سمجھتے ہیں آخر قرض لے کر اچھے اچھے کپڑے بناتے ہیں اور جب قرض ادا نہیں ہوتا تو قرض خواہ کی سختیاں ذلت اور شرمناک دھمکیاں برداشت کرتے ہیں، آخر میں دیوانی کے جیل خانے میں پہنچ جاتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بچے بھوک سے بلک بلک کر مر جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ وہ سادہ معاشرت اختیار نہیں کرتے جو ان کی قوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا طرہ امتیاز تھا۔ کاش مسلمان تکلف کی منحوس عادت کو چھوڑ کر سادگی اختیار کر لیں جیسے موٹے کپڑے خلفائے راشدین اور خود رسول خدا صلعم پہنتے تھے خود بھی پہننے لگیں اور جیسے وہ جفاکش تھے ایسے خود بھی ہو جائیں اگر ایسا ہو تو ان کی بہت سی تکالیف دور ہو جائیں۔

غرض عیسائی جاسوس مسلمان گورنر کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اب مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ معززین شہر جوق در جوق آ کر سلام کر کر کے بیٹھتے جاتے تھے۔ جتنے مسلمان آئے نہایت سادہ مگر سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ مسلمان آ آ کر نہایت خاموشی سے بیٹھتے جاتے تھے۔ جب قریب قریب وہ سب لوگ آ گئے۔ جنہیں بلانا مقصود تھا تو عبداللہ نے جاسوس سے مخاطب ہو کر کہا۔" عیسائی برادر! تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے ایک مسلمان پر اس لئے حملہ کیا کہ تم اسے مار ڈالو یا گرفتار کر کے افریقہ لے جاؤ۔ تمہارے اس جرم کی سزا نہایت سنگین ہے لیکن میں تمہیں معاف کر دوں گا اگر تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دیدو گے۔"

جاسوس نے کہا۔" جو بات مجھے معلوم ہو گی ضرور حضور کو بتا دوں گا۔"

عبداللہ۔" دیکھو! حضور، عالی جاہ۔ ذرہ نواز اور اس قسم کے دوسرے الفاظ خوشامدانہ ہیں۔ ہم مسلمان نہ ان الفاظ کو بولتے ہیں اور نہ انہیں اچھا سمجھتے ہیں۔ اور نہ چاہتے ہیں کہ خوددار انسان انہیں استعمال کریں۔ اس لئے کہ جو شخص ان الفاظ کو بولتا ہے اس کا جذبہ خودداری اور اس کے ضمیر کی آواز دونوں ہی مجروح ہو جاتے ہیں۔ اس کا دل کمزور ہو جاتا ہے اور وہ ملک فروشی کرنے لگتا ہے۔ ایسے الفاظ میرے سامنے نہ بولو۔"

جاسوس۔" بہت اچھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ:- کیا تمہارا بادشاہ جرجیر مصر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے؟"

جاسوس:- جی ہاں۔ اس نے ایک لاکھ سے زیادہ لشکر فراہم کر لیا ہے۔"

عبداللہ:- اور افریقہ کے تمام باجگزار اس کے ساتھ ہیں؟"

جاسوس:- جی ہاں! اس کی وجہ یہ ہے کہ جرجیر کی ایک بیٹی ہے نہایت خوبرو اور بڑی حسین ہے۔ اس کا نام شہزادی ہیلین ہے۔ قریب قریب تمام شہزادے اور سارے حکمراں اس پر مفتون ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ شہزادی کے معتمدوں میں داخل ہو کر اس کو خوش کر کے شہزادی ہیلن سے شادی کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

عبداللہ:- کیا یہ صحیح ہے کہ شہزادی بہت زیادہ حسین ہے؟"

جاسوس:- وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ آسمان کی پری ہے۔ جنّت کی حور ہے۔ حُسن کی ملکہ ہے۔ قدرت نے اُسے اس قدر دلکش چہرہ عطا فرمایا ہے کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔ حُسن و جمال کے ساتھ وہ بہادر بھی ہے جب میدان جنگ میں اُترتی ہے تو اچھے اچھے بہادروں کے حوصلے پست کر دیتی ہے۔"

عبداللہ:- شاید جرجیر کو اپنی پری جمال بہادر بیٹی پر ناز ہے؟"

جاسوس:- بہت بڑا ناز۔ ہیلین جس شخص کو جو حکم دیتی ہے فوراً اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔"

عبداللہ:- افریقہ کے سرحدی باجگزاروں نے بھی لڑائی کی تیاریاں مکمل کر لی ہونگی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاسوس "ہر قلعہ دار نے قلعہ کو مضبوط کر لیا ہے۔ فوجیں بڑھالی ہیں اور گیل کا نئے سے لیس ہو گیا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ جب جرجیر کی فوجیں مصر کی طرف بڑھیں تو اس طرف کے تمام قلعہ دار اس کے ساتھ ہو کر حملہ آور ہوں۔"

عبداللہ "میں خوش ہوا کہ تم نے مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس سلسلہ میں تمہیں امان دی جاتی ہے لیکن چند روز تک تم ہمارے مہمان رہو گے تمہاری تواضع تمہاری شان کے مطابق کی جائے گی۔

جاسوس کو سوائے امان لینے کے چارہ ہی کیا تھا۔ اس نے اسی بات کو غنیمت سمجھا کہ اس کی جان بخشی کر دی گئی۔ ورنہ جاسوس کو ہر ملک میں سزائے موت دی جاتی ہے۔ اس نے کہا "مجھے بخوشی منظور ہے۔"

عبداللہ نے اسے ایک اعرابی کے سپرد کر دیا اور وہ وہاں سے ہٹا دیا گیا اب اسلامی گورنر نے کہا "آپ سب اصحاب نے سن لیا ہے کہ افریقہ کے بادشاہ جرجیر کے کیا ارادے ہیں۔"

سب نے کہا "جی ہاں سُن لیا۔"

عبداللہ نے سرور سے مخاطب ہو کر کہا "اب آپ فرمایئے دربار خلافت سے کیا حکم صادر ہوا ہے؟"

سرور نے کہا "امیرالمومنین حضرت عثمان غنی خلیفۂ سوئم نے افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت دے دی ہے۔"

یہ بات سُن کر تمام مسلمان خوش ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا پُرشور نعرہ لگایا۔

سرور نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "دارالخلافہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنقریب عظیم الشان لشکر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہونے والا ہے۔ امیر المومنین کا منشاء یہ ہے کہ افریقہ کو تسخیر کر کے افریقیوں کے حملے کے اندیشہ کو مٹا دیا جائے۔

عبداللہ۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ مسلمانوں کا امدادی لشکر آنے والا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر کے آنے سے قبل افریقہ پر چڑھائی کر دی جائے۔

سب نے کہا یہی ہم بھی چاہتے ہیں۔

عبداللہ:۔ اچھا تو تیاری کرو۔ انشاء اللہ کل صبح کی نماز پڑھکر طنجہ اور طرابلس کی طرف کوچ کیا جائے گا۔

کیونکہ گورنر کے اس حکم سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب وہ اجلاس برخاست کر رہے ہیں۔ اس لئے سب اُٹھ اُٹھ کر چلے گئے۔ اور تمام فسطاط میں خبر مشہور ہو گئی۔ مجاہدوں نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی افریقہ کی طرف کوچ کر دیا۔

چوتھا باب

حور وش ہیلن کی سواری

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سرور کو چار عیسائی ملے تھے۔ اور وہ چاروں افریقہ کے عیسائی بادشاہ جرجیر کے جاسوس تھے۔ سرور کو ان پر شبہ ہو گیا۔ انھوں نے ان کے دو آدمی مار ڈالے ایک گرفتار کر لیا اور ایک بھاگ گیا۔ یہ چوتھا بھاگ کر برقہ پہنچا اور وہاں سے طرابلس اور طنجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی درمیانی سڑک کو عبور کر کے شہر سبیطلہ کی طرف چل پڑا۔ اس زمانہ میں افریقہ کا دارالسلطنت سبیطلہ ہی تھا۔ جرجیر جو افریقہ کا شہنشاہ تھا اسی شہر میں رہتا تھا یہ جاسوس شب و روز مسافت طے کر کے پایۂ تخت میں داخل ہوا۔ شہر سبیطلہ میں نہایت وسیع اور عظیم الشان قلعہ تھا۔ اس کی فصیل نہایت بلند اور بڑی مضبوط تھی۔ چاروں طرف عالی شان دروازے تھے یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ اس شہر یا قلعہ کو کوئی فتح کر سکتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ اس شہر کے لوگ نہایت مرفع حال تھے۔ تجارت اور زراعت نے انھیں دولت مند بنا رکھا تھا۔ جو لوگ غریب کہلاتے تھے وہ بھی رئیسانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔

جاسوس نے شہر میں داخل ہو کر قصر شاہی کی طرف بڑھنا شروع کیا جس راستہ پر وہ چل رہا تھا اس کے دونوں طرف شہر کے امراء کے مکانات تھے۔ آج اس راستے کے دونوں طرف عوام الناس کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ بالاخانہ پر بچے اور عورتیں کثرت سے چڑھے تھے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ اژدہام کس وجہ سے ہے تو اسے بتایا گیا کہ آج شہزادی ہیلن شکار سے واپس آرہی ہے اس لئے مشتاقانِ دید کا ہجوم ہو رہا ہے۔

اگرچہ یہ جاسوس، اسی شہر کا رہنے والا تھا لیکن اس نے کبھی آج تک شہزادی کو نہیں دیکھا تھا۔ البتہ اس کے حسن و جمال کی شہرت سن کر اسے دیکھنے کی آرزو اس کے دل میں مدت سے تھی۔ وہ خوش ہو گیا کہ آج اس کی تمنا بر آئے گی اور وہ اس ماہ پیکر کو دیکھ کر جائیگا جس کے جمال جہاں آرا کا غلغلہ ساری عیسائی دنیا میں ہے۔ تمام لوگ اچھے اچھے کپڑے پہن کر اس کی زیارت کرنے آئے تھے۔ خصوصاً عورتیں بیش قیمت ریشمی لباس اور چاندی سونے اور جواہرات کے زیورات پہن کر آئی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان میں سینکڑوں اس قدر حسین اور آہو چشم تقیں (تھیں) کی منور صورتیں چاند کی طرح جگمگا رہی تھیں اور ان مہ پاروں کو لوگ ٹھور ٹھور کر دیکھ رہے تھے۔ جاسوس بھی ان نوخیز پری جمالوں کو دیکھتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ کچھ دور چل کر فوجی سواروں کے دو رویہ دستے کھڑے ہوئے ملے۔ ان فوجی سواروں نے راستہ روک رکھا تھا اور کسی کو آگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اس جاسوس کو بھی روک دیا اور وہ بھی وہیں ایک طرف کھڑا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں باجوں کی دلکش آوازیں آنے لگیں۔ ساتھ ہی نعرہ ہائے مسرت بلند ہونے لگے۔ تالیاں بجنے لگیں۔ سب سمجھ گئے کہ ملکۂ حسن کی سواری آرہی ہے۔ چونکہ شہزادی ہیلن شکار کھیل کر واپس آرہی تھی۔ اس لئے جس طرف سے جاسوس آیا تھا اسی طرف سے اس کا جلوس آرہا تھا۔

جاسوس نے جب پیچھے پھر کر دیکھا تو اس سے بہت فاصلے پر باجے والے گھوڑوں پر سوار باجہ بجاتے آرہے تھے۔ ان باجے والوں کی وردیاں نیلگوں تھیں۔ ان کے حاشیوں پر کشیدہ کاری ہو رہی تھی۔ بہت سے سامعہ نواز نَے میں باجہ بجا رہے تھے۔ جاسوس اور اس کے قریب کھڑے ہوئے تمام لوگ سنبھل کر غور سے باجے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے باجہ والے بالکل ان کے قریب اور سامنے آگئے۔ جاسوس نے دیکھا کہ ان کی وردیاں نہایت فوق البھڑک تھیں اور وہ باجہ نہایت سُریلے انداز میں بجا رہے تھے۔

جب باجے والے آگے بڑھ گئے تو شہزادی کے رسالۂ خاص کے سواروں کے دستے آنے اور بڑھنے لگے۔ ان سواروں کی وردیاں سُرخ رنگ کی تھیں۔ نہایت بڑھیا کپڑے کی اور ان کے حاشیوں پر سونے کے باریک تاروں سے بیل بوٹے بنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے تھے۔ تمام سوار وردیوں کے نیچے زرہ بکتریں پہنے اور پانچوں ہتھیاروں سے لیس اور ڈھالیں پشت پر لٹکائے بڑی شان سے آ رہے تھے۔

جاسوس نے دیکھا کہ ان سواروں سے بہت دور فاصلہ پر بالاخانوں کے اوپر سے پھول برسائے جا رہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ ناز آفرین شہزادی پر پھولوں کی بارش کی جا رہی ہے۔

اسی عرصہ میں رسالہ خاص کے سوار آگے بڑھ گئے۔ اور اب ایک حسین عورتوں کا رسالہ بڑھنے لگا۔ یہ تمام عورتیں جوان العمر اور نوخیز تھیں۔ ان کی وردیاں چست اور فاختئی رنگ کی تھیں جن کے کناروں پر روپہلی لیس ٹکی ہوئی تھی۔ ان کے پرتلوں پر تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ پشت پر ڈھالیں اور زانوؤں پر ترکش تھے۔ شانوں پر کمانیں تھیں۔ اور چھوٹے چھوٹے نیزے ہاتھوں میں لیے حسن و شباب کی نمائش کرتی آ رہی تھیں۔ لوگ انھیں تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جاسوس بھی حریصانہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

جب یہ رسالہ بھی بڑھ گیا تب ایک اور رسالہ آیا۔ اس رسالہ میں پہلے رسالہ سے کم عمر لڑکیاں تھیں جو بے حد حسین تھیں۔ ان کا لباس دھانی رنگ کا تھا اور اس پر روپہلی لیس ٹکی ہوئی تھی۔ یہ لڑکیاں بھی ہتھیار لگائے ہوئے تھیں۔ وہ اپنے بائیں ہاتھ میں گھوڑے کی باگیں اور کمانیں سنبھالے ہوئے تھیں اور دائیں ہاتھ میں ایک ایک تیر لیے ہوئے تھیں۔

اس وقت آفتاب اس قدر اونچا ہو گیا تھا کہ اس کی ترچھی شعاعیں سیدھی ہو کر پڑنے لگی تھیں سفید شعاعوں نے ان زہرہ جبینوں کے چہروں کو جگمگا رکھا تھا اور وہ حسین لڑکیاں کچھ تو اپنے حسن کے زعم میں اور کچھ شہرۂ آفاق شہزادی کی کنیز خاص ہونے کے فخر سے سینے ابھارے تنی چلی آ رہی تھیں۔ لوگ انہیں بھی گھور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھور کر دیکھ رہے تھے۔

یہ رسالہ بھی بڑھ گیا۔ اور اس کے بعد ایک اور رسالہ آیا۔ یہ رسالہ بھی ناز آفریں لڑکیوں ہی کا تھا۔ اس رسالہ کی ہر لڑکی مست شباب تھی خوبصورت تھی۔ ان لڑکیوں کا لباس سفید ریشم کا تھا جس کے کناروں پر سنہری لیس لگی ہوئی تھی۔ ان کے سروں پر سیاہ رومال پڑے ہوئے تھے۔ ان رومالوں پر سنہرا کام ہو رہا تھا۔ ان کی منور صورتیں بالکل ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے سیاہ بادلوں کے حلقے میں چودھویں رات کا چاند۔

ان لڑکیوں کے ہاتھوں میں زرد رنگ کے پھریرے تھے اور جنھیں وہ بیر قوں کی طرح اٹھائے ہوئے تھیں۔ اب شور قریب تر سنائی دینے لگا تھا جس سے جاسوس نے سمجھ لیا تھا کہ شہزادی ہیلن کی سواری بالکل ہی قریب آگئی ہے چونکہ وہ حسن کے اس منور چاند کو دیکھنے کی آرزو ایک عرصے سے رکھتا تھا اس لیے ہمہ تن متوجہ ہو کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اب بھی پھولوں کی بارش ہو رہی ہے پھر اس کے ... دیکھتے ہی دیکھتے سفید لباس والی پری زاد لڑکیاں بھی آگے بڑھ گئیں اور اب کمین ... ین لڑکیوں کا رسالہ آیا۔ ان لڑکیوں کا لباس بسنتی رنگ کا تھا جس کے نہ صرف حاشیوں پر بلکہ ساری آستینوں اور تمام سینوں پر سنہرا کام بنا تھا جو اس قدر چمک رہا تھا کہ ان کی طرف دیکھنے والوں کی نظریں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ یہ تمام لڑکیاں نہایت درجہ حسین تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام افریقہ سے خوبصورت خوبصورت لڑکیاں منتخب کر کے بھرتی کی گئی تھیں۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی تلواریں لیے ہوئے بڑی شان سے چلی آ رہی تھیں۔ ان مہ جمالوں کو دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ چونکہ یہ لڑکیاں کم عمر کی تھیں۔ اس لیے سب شوخ اور چنچل تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے گداز جسم پارہ کی طرح متحرک تھے۔ شکل غزال آنکھیں تیروں کی باڑھیں مار رہی تھیں۔ مگر انھیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ ان کے بڑھتے ہوئے حسن کی دولت کیا ستم رانی کر رہی ہے۔

ان مہ جمالوں کے بڑھتے ہی شہزادی کی سواری قریب آگئی اور وہ سب لوگ جو وہاں موجود تھے ہمہ تن نظر بن کر ہزار ہزار نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جاسوس نے بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ شہزادی ایک پالکی نما گاڑی پر سوار تھی جس میں سولہ گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ گاڑی خالص چاندی کی تھی۔ اس کے صرف پہیے لوہے کے تھے۔ نہایت خوبصورت تھی۔ گاڑی کے گھوڑوں پر نوخیز، شیریں اور کمسن لڑکیاں سوار تھیں جو بہترین لباس اور بیش قیمت زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ان کی صورت و شان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ امیروں یا وزیروں کی ماہوش لڑکیاں ہیں وہ اس قدر خوبصورت تھیں کہ ان کی طرف نگاہ بھر کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں ان کے آتشیں رخساروں میں بجلیاں بھر رہی تھیں۔ اور ان کی آنکھیں دیکھنے والوں پر جادو کر رہی تھیں۔

شہزادی نے زر نگار لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا لباس اور جواہرات کے زیورات جگمگ کر رہے تھے۔ نہ لباس پر نگاہ ٹھہرتی تھی اور نہ زیورات پر۔ اس کی گاڑی ان پھولوں سے بھری ہوئی تھی جو عورتوں، بچوں اور منچلے نوجوانوں نے اس پر برسائے تھے۔ گاڑی کے اوپر تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لئے زر بفت کا سائبان تھا۔ شہزادی کے خوبصورت سر پر نیم دائرہ کا تاج تھا لیکن اس وقت وہ دبیز نقاب اپنے چہرۂ انور پر ڈالے ہوئے تھی۔ اس لئے مشتاقانِ دید کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ جاسوس کی ہوس دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اسے اپنی بدقسمتی پر بڑا افسوس ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہزادی کی گاڑی بڑھتی چلی گئی۔ اس کے بعد ایک اور رسالہ بربری جلال رنگیوں کا آیا اور اس رسالہ کے بعد مردوں کا ایک آہن پوش رسالہ آخر بڑھتے نکلا تھوڑی ہی دیر میں شہزادی کی سواری کا جلوس اس راستہ سے گذر گیا پھاٹک تو بھی پہرہ داروں کو ہٹا دیا گیا۔ آمدورفت شروع ہو گئی اور جاسوس شاہی ایوان کی طرف چلا گیا تھا۔

پانچواں باب

افریقہ کا شہنشاہ

شہزادی سیلن سے شہر سبیطلہ کے زن و مرد ہی نہیں بچے تک محبت رکھتے تھے۔ اور نہ صرف اس شہر کے بلکہ تمام افریقہ کے لوگ اس سے غائبانہ محبت رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب خوروش شہزادی کہیں جاتی تھی یا واپس آتی تھی تو اس کا پروسیشن (جلوس) اسی طرح نکلتا تھا جس طرح آج نکلا تھا۔ اور اس پر پھولوں کی بارش اسی طرح ہوتی تھی جس طرح آج ہوئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ شہزادی سیلن تھی نیک طینت۔ وہ جس قدر حسین تھی اسی قدر بھولی بھی تھی۔ اور اس قدر حسن ظن رکھتی تھی کہ بوالہوسوں کی گرم نگاہوں کو ان کی خوش عقیدگی پر محمول کرتی تھی۔ وہ اپنے حسن کی محشر خرامیوں سے بالکل ہی آگاہ نہ تھی۔ یہی سمجھتی تھی کہ جیسی اور لڑکیاں ہیں ایسی ہی وہ بھی ہے۔ اسے بالکل بھی علم نہ تھا کہ اس کا حسن، اس کی بھولی صورت، اس کی مست رسیلی آنکھیں۔ اس کی لمبی پلکیں دیکھنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جب کہیں جاتی تھی یا کہیں سے واپس آتی تھی تو اپنے روئے منور پر نقاب نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈالا کرتی تھی۔ مگر آج نہ معلوم کیوں اس نے رُخ انور پر نقاب ڈال لیا تھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں بوالہوس تشنہ لب رہ کر مایوس ہوئے تھے۔ ان مایوسانِ نظارہ میں جاسوس بھی تھا وہ اپنی بدبختی کو کوستا ہوا چلا اور شاہی قصر پر جاکر ٹھٹھکا۔ پہرہ داروں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ اور کیوں آیا ہے۔ جب اس نے بتایا کہ وہ جاسوس ہے اور مصر سے آرہا ہے۔ شہنشاہ جرجیر کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتا ہے تو فوراً اس کی اطلاع افریقہ کے شہنشاہ کو کرائی گئی۔ بادشاہ نے اسے اپنے کمرۂ خاص میں طلب کر لیا۔

جب جاسوس زنان خانہ میں داخل ہو کر لونڈیوں کی رہبری میں کمرۂ خاص میں پہنچا تو اس کی سجاوٹ اور زیبائش دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کمرہ عروسِ نو کی طرح خوب سجا ہوا تھا۔ بس یہ سمجھئے کہ ایک عیسائی فرماں روا کا تھا۔ اس کی آرائش میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ دبیز رومی قالینوں کا فرش تھا۔ دیواروں پر دیبائے روم منڈھا ہوا تھا۔ دروازوں پر ریشمین پردے پڑے ہوئے تھے۔ چھت گیری اطلس نما کپڑے کی تھی۔ متعدد جھاڑ فانوس لٹک رہے تھے۔ کئی آبنوس کی کرسیاں تھیں جن میں ہاتھی دانت سے پچی کاری کی ہوئی تھی تین چار کوچیں تھیں جو کسی دھات کی تھیں اور ان پر چاندی کی ملمع کاری تھی۔ کرسیوں اور کوچوں پر ریشمی گدے تھے۔ آبنوسی میزیں تھیں اور ان پر چاندی کے گلدان رکھے تھے۔ گلدانوں میں گلدستے تھے اور خوشبودار پھولوں کی خوشبو تمام کمرہ میں بسی ہوئی تھی۔

جرجیر ایک کوچ پر بیٹھا ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ داڑھی اور سر کے بال کھچڑی ہو رہے تھے۔ رنگ سرخ و سفید تھا اور قویٰ بھی مضبوط تھے۔ اگرچہ جوانی رخصت ہو رہی تھی اور ضعیفی اپنی جھلک دکھانے لگی تھی۔ لیکن ابھی وہ اپنے آپ کو جوان ہی نہیں بلکہ نوجوان سمجھتا تھا۔ اس وقت اس کے سامنے شرابِ ارغوانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے کنٹرر کھے تھے اور کئی مہ جمال نوخیز لڑکیاں ادائے دل رُبایانہ کے ساتھ دوسری طرف کھڑی تھیں۔

ایک مہ وش چاندی کے پیالہ میں شراب انڈیل رہی تھی۔ جاسوس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سجدہ میں گر کر بادشاہ کو سلام کیا۔

اس عرصہ میں نوخیز حسینہ نے جام شراب لبریز کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے جاسوس کی طرف دیکھ کر کہا: "اٹھو میرے خادم"

جاسوس اُٹھ کھڑا ہوا۔ جرجیر نے شراب اپنے حلق میں انڈیل کر خالی پیالہ حسین لڑکی کی طرف بڑھا کر رومال سے اپنا منہ صاف کیا اور کہا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مصر سے آرہے ہو؟"

جاسوس نے جھک کر ادب سے جواب دیا: "غریب پرور میں مصر سے ہی آرہا ہوں"

جرجیر: "تمہارے اور ساتھی کہاں ہیں"

جاسوس: "میں نہیں جانتا۔ غالباً وہ مار ڈالے گئے۔"

"مار ڈالے گئے" جرجیر نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا اور گھور کر جاسوس کو دیکھا۔ رعب شاہی سے جاسوس کا دم خشک ہو گیا۔ اُس نے لرزاں لہجہ میں کہا۔

"عالی جاہ! میرا یہی خیال ہے"

"جرجیر: "کیا وہ تم سے علیحدہ ہو گئے تھے۔؟"

جاسوس: "نہیں ذرہ نواز! ہم چاروں ساتھ تھے۔ ساتھ ہی رہے لیکن"

جرجیر: "مسلمانوں نے تمہیں شناخت کر لیا تھا۔"

جاسوس: "یہ بھی نہیں ہوا حضور! ہم مدت تک مصر میں رہے مسلمانوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ملے۔ کوئی بھی شناخت نہ کر سکا۔

جرجیر: "عجیب آدمی ہو تم۔ جب تمہیں کسی نے شناخت بھی نہیں کیا۔ تم علیحدہ بھی نہیں ہوئے اور کہتے ہو شاید تین آدمی مار ڈالے گئے۔ اس سے تمہارا مطلب کیا ہے؟"

جاسوس وہی تو عرض کر رہا ہوں حضور!"

جرجیر: "تم کچھ بھی نہیں عرض کر رہے ہو۔ تمہاری گفتگو سے اُلجھن پیدا ہو رہی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں جو واقعہ پیش آیا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔"

جاسوس: "اور میں اس واقعہ کو ہی عرض کر رہا ہوں۔"

جرجیر: "تو جلدی کہہ چلو۔"

جاسوس: "سرکار کو یاد ہوگا کہ ہم چاروں جاسوسوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم مسلمانوں کی بابت معلوم کریں کہ اُن کو ہماری یورش کی اطلاع تو نہیں ہوگئی۔ اگر اطلاع ہوگئی تو ان کے ارادے کیا ہیں۔ انھوں نے اپنے خلیفہ کو اس سے مطلع تو نہیں کیا۔ . . . ."

جرجیر: "ہمیں سب باتیں یاد ہیں۔"

جاسوس: "جہاں پناہ! جب ہم مصر میں داخل ہوئے تو ہمیں فوراً معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ شہنشاہ افریقہ مصر پر حملہ کر کے مسلمانوں کو وہاں سے نکال دینے والے ہیں۔"

جرجیر نے متعجب ہو کر کہا: "مگر یہ بات تو صیغۂ راز میں تھی۔ اس کی انھیں کس طرح خبر ہوگئی۔"

جاسوس: "یہ معلوم نہیں ہو سکا حضور۔ قیاس یہ ہے کہ شاید سرحدی عیسائیوں نے جوشِ مسرت سے بیخود ہو کر اس راز کو ظاہر کر دیا۔"

جرجیر: "یہ خیال ٹھیک ہو سکتا ہے۔ میں نے مقدس باپ تھیوڈوس سے کہا تھا کہ وہ ابھی سرحدی قلعداروں کو اطلاع نہ دیں کہ میرا ارادہ مصر پر لشکر کشی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کا ہے لیکن انھوں نے نہ مانا اور انھیں اطلاع بھیج دی۔ یقیناً ان میں سے ہی کسی سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ اس نے جوش و خروش میں آکر اس راز کو طشت از بام کر دیا۔
تھیوڈوبس شہر سبیلا کے بڑے پادری یعنی اسقف اعظم کا نام تھا۔ اس کی دین داری کی بڑی شہرت تھی۔ عام عیسائیوں کے علاوہ شاہی خاندان اور خود شہنشاہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور اس کی ہر بات مانتا تھا۔

جاسوس: "میں نے یہی قیاس کیا حضور۔"

جرجیر: "تمہارا قیاس غلط نہیں تھا۔ اچھا تو مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دی ہیں۔"

جاسوس: "نہایت زور شور سے تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں مصر کے اسلامی گورنر نے اپنے خلیفہ کو بھی اطلاع دے دی ہے اور خلیفہ نے مسلمانوں کو افریقہ پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ جو قاصد حجاز سے آیا تھا اتفاق سے وہ ہمیں مل گیا۔ ہم نے اس سے تمام باتیں معلوم کر لیں۔ ہم نے یہ کوشش کی کہ اس قاصد کو موقع پاکر مار دیں لیکن مسلمان شاید جادوگر ہوتے ہیں۔ اس نے ہمارا ارادہ بھانپ لیا اور خود ہی یہ کہہ کر کہ تم جاسوس ہو ہم پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے میرا گھوڑا بھاگ نکلا اور میں بچ گیا میرا خیال ہے کہ اس نے میرے تینوں ساتھیوں کو مار ڈالا ہوگا۔"

جرجیر کے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہوئے اس نے کہا: "تف ہے تم پر۔ چار ہو کر ایک مسلمان کو زیر نہ کر سکے۔"

جاسوس: "ایک مسلمان سو عیسائیوں کے قابو میں نہیں آتا۔ چار کی اس کے سامنے کیا حقیقت تھی۔"

جرجیر: "تم بزدل ہو۔ اچھا تو تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسلمان خود افریقہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاسوس "جی ہاں۔"

جرجیر۔ "میں اس کا موقع نہیں آنے دونگا۔ کل ہی دربار کر کے لشکر مصر کی طرف روانہ کر دوں گا۔ اچھا اب تم جاؤ۔"

جاسوس سلام کر کے چلا گیا۔ جرجیر نے اسی وقت دوسرے روز دربار کرنیکے احکام صادر کئے اور مے نوشی میں مشغول ہو گیا۔

چھٹا باب

اسقفِ اعظم

جرجیر[1] چونکہ با عظمت و شان بادشاہ تھا موجودہ بر اعظم افریقہ کا شمالی حصہ جو طرابلس اور اسکندریہ کے درمیان تھا اور جانب جنوب صحرائے اعظم تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ اسکے زیر نگیں تھا اسلئے اسکی عیسائی دنیا میں شہرت و عزت تھی۔ کافی وسیع ملک اسکے قلمرو میں تھا ملک کے زرخیز حصہ سے مال گذاری اور دوسرے ٹیکسوں کی سالانہ رقم سے اس قدر دولت فراہم ہو جاتی تھی کہ باوجود بڑی بے دردی سے خرچ کرنے کے بھی اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بچ ہی رہتا تھا چونکہ جرجیر کا خزانہ خالی نہ تھا بلکہ لبریز تھا۔ اور فوج بھی ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی اس لئے

---

[1] انگریزی اور دوسرے مسیحی مورخوں نے اس بادشاہ کا نام گری گوری لکھا ہے لیکن تمام عربی مورخ اس کا نام جرجیر لکھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے چونکہ عربی میں "گ" نہیں ہے۔ اس لئے عربی مورخوں نے "گ" کو "ج" سے معرب کر کے جرجیر لکھا ہے
(صادق صدیقی سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے دولت و لشکر کے زعم پر ارادہ کر لیا کہ مصر کو مسلمانوں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لے تاکہ ایک اور زرخیز مُلک کا اس کی سلطنت میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنی طاقت بڑھا کر ملک شام سے مسلمانوں کو بے دخل کر دے۔ ملک شام اور مصر مسلمانوں نے عیسائی فرمانرواؤں کو شکست دے کر فتح کیے تھے جرجیر ان مفتوحہ ممالک کو واپس لینے کی فکر میں تھا۔ اس لیے اس نے خفیہ طور پر تیاریاں کرنا شروع کر دی تھیں اور سرحد مصر کے قلعہ داروں کو کہلا بھیجا تھا کہ وہ بھی تیار ہو جائیں۔ تاکہ مصر پر لشکر کشی کے وقت ساتھ رہ سکیں۔

جرجیر کو اس لشکر کشی کی جرأت دو وجہ سے ہوئی تھی۔ ایک تو یہ کہ مصر کو عمرو بن العاص نے فتح[1] کیا تھا۔ اور وہی اس ملک کے گورنر مقرر ہوئے تھے لیکن خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں معزول کر کے عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جرجیر نے خیال کیا تھا کہ عبداللہ اس قدر مدبر اور بہادر نہیں ہیں جس قدر عمرو بن العاص تھے۔

حضرت عبداللہ بن سعد حضرت عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ نہایت نیک دیندار اور پرہیزگار تھے۔ اگرچہ وہ بھی بڑے بہادر شہسوار اور جنگجو تھے لیکن علم و مروت ان میں زیادہ تھی۔ اس لیے نرم طبیعت تھے۔ ان کی نرمی کو عیسائیوں نے اس بات پر محمول کیا کہ وہ زیادہ بہادر نہیں ہیں۔

دوسرے یہ کہ دنیا بھر میں امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کے تدبّر اور سیاست دانی کی شہرت تھی۔ دنیا جہان کے بادشاہ آپ کے رعب سے

---

[1] فتح مصر کے ہولناک جنگی واقعات دیکھنے منظور ہوں تو ہمارا مشہور ناول "فتح مصر" ملاحظہ کیجیے۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈرتے اور تھراتے تھے۔ آپ ہی کے زمانۂ مبارک میں ہرقل اعظم جو عیسائی شہنشاہ تھا اور جس کی حکومت یورپ و ایشیا میں تھی، ملک شام سے شکست کھا کر فرار ہوا تھا۔ مجاہدینِ اسلام نے تختِ کسریٰ کو اُلٹ دیا تھا۔ اس کا دارالسلطنت انطاکیہ فتح کیا اور مصر اور آرمینیا سے بھی عیسائیوں کو نکال دیا تھا۔ ادھر عراق۔ عرب۔ ایران اور عجم فتح کرکے ایران کے بادشاہ کو شکست دے دی تھی اور ہزار ہا سالہ ساسانی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس زمانے میں یہی دو سلطنتیں عظیم المرتبت اور باشان و شوکت تھیں اور ان دونوں ہی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

پھر حضرت عمر فاروق کی وفات ہو گئی تھی اور حضرت عثمانِ غنیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تھے تو یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ خلیفۂ سوئم حضرت عثمان غنیؓ حد درجہ رحمدل اور نرم طبیعت واقع ہوئے ہیں۔ خونریزی کو بالکل بھی پسند نہیں کرتے۔ حالتِ مجبوری میں ہی لشکرکشی کی اجازت دیتے ہیں۔ ان دونوں باتوں سے جرجیر نے یہ سمجھا کہ وہ مصر تمام مسلمانوں سے چھین لے گا۔ اور اس کی سلطنت قیصر و کسریٰ سے بھی زیادہ وسیع اور مضبوط و مستحکم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور فتح و نصرت کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ اس نے نہایت شاندار دربار منعقد کیا جس میں تمام اراکینِ سلطنت مشیرانِ حکومت اور شہر کے معززین آئے۔

جب درباری ہال ان لوگوں سے بھر گیا تو جرجیر نے کہا "افریقی جانبازو! تمہیں معلوم ہے کہ میں اس فکر میں ہوں کہ ممالک مصر و شام فتح کر کے اپنی حکومت وسیع کر لوں۔ یہ دونوں ممالک عیسائیوں کے تھے جنہیں وحشی مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے۔ میں نہایت آسانی سے ان ممالک کو فتح کر لوں گا۔ اس لئے کہ جس بہادر اسلامی جرنیل نے مصر فتح کیا تھا وہ بہادر اور مدبر تھا مگر اب وہ معزول ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ایک معمولی گورنر آیا ہے جو افریقیوں کی لشکرکشی کا حال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سن سن کر گھبرایا جا رہا ہے۔ میرے وفادار! اگر تم نے ذرا بھی جوش و جرأت سے کام لیا تو ہم مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے انھیں عیسائی ممالک سے نکال دینگے۔ جس وقت یہ دنیا کو معلوم ہوگا کہ تم نے وحشی مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیا ہے۔ تو تمہاری شہرت و عظمت کے جھنڈے گڑ جائیں گے۔ عیسائی دنیا تمہاری شکر گزار ہوگی۔ میں اس بات کا مشورہ کرنا تو مناسب ہی نہیں سمجھا کہ مصر پر لشکر کشی مناسب ہے یا نہیں کیونکہ میں یہ طے کر چکا ہوں کہ ضرور یورش کروں گا۔ البتہ حملہ کس طرح کیا جائے یہ بات آپ کو طے کرنی ہے۔

جرجیر خاموش ہو گیا۔ بادشاہ کے تخت کے قریب ایک کرسی پر ایک ضعیف العمر شخص بیٹھا تھا۔ اس کی داڑھی ناف تک لمبی تھی۔ ایک سفید فرغل یا عبا پہنے تھا جو ٹخنوں تک لمبی تھی۔ سیاہ ڈور سے کمر باندھے تھا۔ اور اس ڈور میں ہزار دانہ تسبیح اڑس رکھی تھی۔ سینے پر سُرخ رنگ کے کپڑے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ سر پر اونچی ٹوپی اوڑھے تھا۔ ایک آبنوسی صلیب جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے ہاتھ میں لئے تھا۔

یہی شہر سبیطلہ کا اسقف اعظم تھا۔ اس کا نام تھیلوڈوس تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ "مسیحی جانبازو! مجھے بڑا ہی رنج و قلق ہے کہ ممالک مصر و شام سے عیسائی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور وحشی و لامذہب عرب جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں قابض و متصرف ہو گئے ہیں ہم عیسائیوں کے لئے یہ بات بڑی ہی شرم کی ہے کہ ہمارے بھائیوں پر مسلمان حکومت کر رہے ہیں گویا عیسائی مسلمانوں کے غلام بن گئے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمان جب اور جس گرجا میں چاہتے ہیں گھس جاتے ہیں۔ گویا ہمارا پناہ گاہ ہی نہیں رہا۔ یہ

سلہ پہلی صدی ہجری اور اس سے پہلے عیسائیوں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص خواہ اس (بقیہ حاشیہ)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی شرم کی بات ہے اور بہت تکلیف دہ ہے ۔ اس سے ہر سچے عیسائی کو بڑی اذیت پہنچی ہے ۔ حضرت مسیح کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ افریقہ جرجیر کو ان باتوں کا خیال ہوا اور آپ نے شام و مصر فتح کرنے کا ارادہ کرلیا ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ بھی اپنے دلوں میں وہی جوش و جذبہ پیدا کریں جو آپ کے ہر دلعزیز بادشاہ میں ہے میری خواہش یہ ہے کہ مسلمانوں کو نہ صرف شام و مصر سے بیدخل کر دیا جائے بلکہ ان کے دارالسلطنت مدینہ پر بھی حملہ کر کے انھیں پیس ڈالا جائے ۔ ان میں اتنی سکت باقی نہ چھوڑی جائے کہ مدت دراز تک اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں ۔ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے ۔ اور عورتوں کو کنیزیں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے ۔ بتاؤ کیا تم اس کے لئے تیار ہو " ۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں " ہاں ہم تیار ہیں " ۔

تھیوڈوس کا چہرہ چمک اٹھا ۔ اس نے کہا " میں جانتا ہوں کہ تم عیسائی ہو ۔ بہادری تمہاری گھٹی میں پڑی ہے ۔ شام و مصر کے عیسائیوں کی طرح تم بزدل نہیں ہو جنہوں نے مٹھی بھر مسلمانوں سے شکست کھا کر اپنے وطن پر انھیں قابض کرا دیا ۔ عیسائیت کو اسلام سے بڑا خطرہ ہے ۔ جوں جوں اسلام پھیلتا جائے گا عیسائیت سمٹتی اور مٹتی جائے گی ۔ اس خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کرنا چاہتے ہو تو حضرت مسیح کا نام لیکر سینہ سپر ہو جاؤ ۔ یہ تہیہ کرلو کہ مسلمانوں کو فنا کر کے اسلام کا نام و نشان مٹا دو گے ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا اور خدا کا بیٹا روح القدس دونوں تم سے خوش ہو جائیں گے " ۔

اب ایک درباری کھڑا ہوا ۔ اس نے کہا " ہمارے لئے یہ بڑے فخر و مسرت کی

(بقیہ ص ۳۸) اس نے کیسا ہی جرم کیا ہو گرجا میں چھپتا تو وہ امن میں چلا جاتا تھا ۔ کسی بڑے سے بڑے فرمان روا کی یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ اسے گرجا سے نکال سکیں ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات ہے کہ ہمارے شہنشاہ نے وحشی مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہم پورے جوش اور پوری طاقت سے لڑیں گے۔ مسلمان جو اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے ہیں ہم سے مقابلہ کر کے ہماری دلیری کے قائل ہو جائیں گے۔ ہم نے بھی یہ قصد کر لیا ہے کہ مصر و شام سے مسلمانوں کو نکال کر عرب پر حملہ کریں گے۔ اور جب تک انھیں مٹا نہ لیں گے لڑائی سے واپس نہ ہوں گے۔"

جرجیر یہ سُن کر خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے کہا "شاباش میرے شیرو شاباش! تمہارے دلوں میں یہی جوش و جذبہ ہونا چاہیئے۔"

ایک دوسرا درباری اُٹھا۔ اس نے کہا۔

"آپ برقہ کے سرحدی قلعہ داروں کو لکھ دیں کہ وہ تیار ہو جائیں۔ اور فوراً لشکر لیکر مصر کی طرف بڑھیں۔ اور یقین ہے کہ ہم بلا کسی شدید جنگ کے مصر فتح کر لیں گے۔

جرجیر: مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کو ہمارے ارادوں کی خبر ہو گئی ہے اور مسلمانوں کے گورنر نے اپنے خلیفہ سے افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی ہے

تیسرا مصاحب یہ کرنے دیجیئے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی پوری طاقت سے ہمارے مقابلہ پر آئیں۔ ہم ان سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔"

تھیوڈوس۔ بلاوجہ بزدل عیسائیوں نے مسلمانوں کو ہوّا بنا رکھا ہے۔ ورنہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہی ہیں۔ اگر تم نے ذرا بھی جرأت سے کام لیا تو وہ یقیناً شکست کھا کر فرار ہو جائیں گے۔

دوسرا مصاحب یہ ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ ہماری دلیری کا امتحان میدان جنگ میں ہو جائے گا۔

جرجیر: بس تو آپ بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں عنقریب کوچ کے احکام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صادر کروں گا۔"

تھیوڈوس: "مجھے ایک بات آپ سے کہنا ہے۔"

جرجیر: "فرمائیے۔"

تھیوڈوس: "میں چاہتا ہوں کہ آپ شہزادی ہیلن کو بھی لشکر کے ساتھ لے چلیں۔"

جرجیر: "مگر وہ نازک مزاج زیادہ ہے۔۔۔۔"

تھیوڈوس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں مگر شہزادی جس قدر نازک مزاج سمجھی جاتی ہیں اس سے زیادہ دلیر اور بہادر ہیں۔ ان کا میدانِ جنگ میں ہونا اس لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ ان کی موجودگی میں عیسائی کٹ کٹ کر مرنا پسند کریں گے لیکن شکست کھا کر بھاگنے کی ذلت گوارہ نہ کریں گے۔"

ایک درباری نے کہا: "مقدس باپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔"

تھیوڈوس: "میں صاف ہی کیوں نہ کہوں، شہزادی ہیلن اس قدر خوبصورت اور ماہرو ہے کہ ہر نوجوان خواہ وہ کسی طبقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو، ان کی نگاہِ کرم کا امیدوار رہتا ہے۔ ان کی موجودگی سے ہر عیسائی بڑی جانبازی سے لڑے گا!"

دوسرا درباری: "یہی بات ہے۔ جب سپاہیوں کو معلوم ہو گا کہ حور طلعت شہزادی بھی لشکر کے ساتھ ہے تو ہر سپاہی کا جوش چہار چند بڑھ جائے گا۔ اور شہزادی کو اپنی بہادری کا یقین دلانے کے لئے اس شدت سے جنگ کریں گے کہ مسلمانوں کا مقابلہ میں کھڑا ہونا دشوار ہو جائے گا۔"

تھیوڈوس: "اس خیال سے ہی میں نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ گویا میدانِ جنگ میں شہزادی کی موجودگی فتح کی ضامن ہو گی۔"

جرجیر: "جب تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میری پریزاد بیٹی ضرور میرے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلے گی :
تھیوڈوس : تب سمجھیے کہ فتح یقیناً آپ کی ہوگی ۔
جرجیر : حضرت مسیح ایسا ہی کریں۔ اچھا آپ آج ہی سے تیاری شروع کریں۔ میں جلد تر یورش ۔ ۔ کرنا چاہتا ہوں ۔
سب نے کہا : ہم بہت جلد تیار ہو جائیں گے ۔
اب دربار برخاست ہوگیا۔ شہنشاہ اٹھ کر چلا گیا اور درباری بھی غول غول روانہ ہونے لگے ۔

ساتواں باب

سپہ سالار کا بیٹا

دربار برخاست ہوتے ہی تھیوڈوس گرجا کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ وہ شاہی گرجا کا اسقفِ اعظم تھا۔ اس لیے عوام الناس اس کی بڑی عزت کرتے تھے جس طرف سے وہ گذرتا تھا لوگ اس کے سامنے جھکتے تھے۔ اس کے دامن کو بوسہ دیتے اور اس کے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ خصوصاً ماہ پیکر عورتیں اس کے دامن کو چومتیں۔ اس سے برکت حاصل کرنے کے لیئے اس کے سامنے دوزانو ہو جاتیں۔ جس کسی شخص کی طرف وہ ہاتھ اٹھا دیتا وہ اپنی خوش بختی پر نازاں ہو جاتا۔ وہ سمجھتا کہ اس کی قسمت کا دروازہ کھل گیا ہے۔ حضرت مسیح اور خود خدا اس سے خوش ہو گئے ہیں۔ جس عورت کو وہ کہہ دیتا کہ تیری گود بھری رہے گی۔ وہ سمجھ لیتی کہ اس کے ضرور اولاد ہوگی۔ اور وہ اولاد زندہ رہے گی۔ خواہ وہ عورت بانجھ ہی کیوں نہ ہوتی۔ غرض ہر طبقہ کے عیسائی مردوں عورتوں اور بچوں کو اس سے بڑی عقیدت تھی۔ خود بادشاہ جرجیر بھی اس کی عظمت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

و دینداری کا قائل تھا۔ اکثر سیاسی امورات میں وہ اس سے مشورہ لیا کرتا تھا اور اس کے کہنے پر عمل کرتا تھا۔

تھیوڈوس یہ درباری ہال سے نکل کر شاہی گرجا کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اپنا تقدس جتانے کے لئے نیچی نظروں سے چلتا تھا جس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اُسے دنیا اور اس کی دل فریبیوں سے کوئی رغبت نہیں ہے۔

چونکہ لوگوں کو معلوم تھا کہ تھیوڈوس دربار میں گیا اور وہاں سے واپسی اسی راستے سے گزرے گا۔ اس لئے اس کے معتقدین کا انبوہ کثیر راستہ کے دونوں طرف آ لگا تھا۔ جوں ہی ان لوگوں نے دیکھا کہ تھیوڈوس نے لوگوں کی طرف نگاہیں اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ برابر سر جھکائے نظریں نیچی کئے چل رہا ہے۔ وہ خاموشی سے اسکے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ شاہی گرجہ کے عالی شان دروازہ پر جا پہنچا۔ اب وہ سیڑھیوں پر چڑھا اور سب سے اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر مجمع کیطرف دیکھا لوگ نہایت خاموشی سے سیڑھیوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ تھیوڈوس نے کہا۔

"میرے بچو! بادشاہ نے طے کر لیا ہے کہ ممالک شام و مصر پر حملہ کر کے مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے۔ تم سب دعا کرو کہ خداوند حضرت عیسیٰ بادشاہ کی مدد کریں اور فتح عطا فرما دیں۔ یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ ماہ پیکر رشکِ قمر، حور طلعت شاہزادی ہیلن بھی لشکر کے ساتھ جائے گی۔ جاؤ میرے بچو' اب آرام کرو۔"

لوگوں نے عیسائیوں کی فتح، شہزادی ہیلن کی عمر دراز، شاہ جرجیر زندہ باد کے پُر شور نعرے لگائے۔ اور وہاں سے رُخصت ہو گئے۔

تھیوڈوس گرجہ کے اندر داخل ہوا۔ یہ گرجہ کئی فرلانگ کے احاطہ میں تھا دروازہ سے گھستے ہی ایک نہایت ہی فرحت بخش باغیچہ تھا جس میں پھولوں کی تختہ بندی نہایت سلیقہ سے کی گئی تھی۔ باغیچہ کے دوسری طرف عالیشان گرجا اور دونوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف اِدھر اُدھر متعدد کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان کمروں میں اذیت کش پادری رہتے تھے اور گرجے کی پشت کی طرف جو کمرے تھے ان میں سے ایک میں تھیوڈوس رہتا تھا۔ باقی میں اس کے خدمت گذار رہا کرتے تھے۔

تھیوڈوس باغیچہ کو عبور کر کے گرجے کے برابر سے ہو کر اپنے کمرہ میں پہنچا۔

وہاں اسے ایک نوجوان بیٹھا ہوا ملا۔

تھیوڈوس کے گرجے میں داخل ہوتے ہی نوجوان اُٹھا اور بڑھ کر اس کے سامنے دوزانوں ہو کر اس کے جبہ کو بوسہ دیا۔

تھیوڈوس نے کہا۔ "سلوانواس تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"

اس نوجوان کا نام سلوانواس تھا۔ یہ افریقہ کے شہنشاہ جرجیر کے سپہ سالار (جرنیل) مارقوس کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا۔ "مقدس باپ میں آپکے انتظار میں بیٹھا تھا۔"

تھیوڈوس بڑھ کر قالینوں پر جا بیٹھا۔ اس نے کہا۔ "آؤ بیٹھو سلوانواس۔"

سلوانواس اسکے قریب آگیا۔ اس نے اپنی عبا میں سے ایک تھیلی نکال کر پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نذرانۂ عقیدت قبول فرمائیے۔"

تھیوڈوس نے تھیلی کی طرف حریصانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس میں کیا ہے؟"

سلوانواس: "کچھ زرِ سُرخ ہے۔"

عیسائی اشرفیوں کو زرِ سُرخ کہا کرتے تھے۔ تھیوڈوس نے کہا۔ "کیوں تکلیف کرتے ہیں آپ۔"

سلوانواس: "میرا فرض ہے کہ میں حضور کی خدمت کرتا رہوں۔"

یہ سُن کر تھیوڈوس کی تیوریاں بدل گئیں۔ اس نے کہا۔ "میری خدمت... گویا میں حریص زر ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانواس گھبرا گیا۔ اس نے نہایت عاجزی سے کہا۔ "میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں یہ حقیر تحفہ آپ کو دے رہا ہوں۔ میں اور میں ہی کیا ہر عیسائی جانتا ہے کہ آپ کو دولتِ دنیا سے نفرت ہے۔ آپ کو سیم و زر کی حاجت کیا ہے۔ یہ نذرانہ تو ان محتاجوں کے لئے ہے جن کی آپ پرورش کرتے رہتے ہیں۔"

تھیوڈوس خوش ہوا۔ اس نے کہا۔ "جب تو ٹھیک ہے۔ اچھا تم یہ تھیلی اس سامنے والی الماری میں رکھ دو۔ میں اپنے غلام کو بتا دوں گا۔ وہ انہیں ضرورت مندوں پر خرچ کر دے گا۔ تمہیں اس کا بڑا ثواب ملے گا بیٹا۔ جو لوگ میرے ذریعہ سے خیرات کرتے ہیں ان کو ثواب عظیم ملتا ہے۔"

سلوانواس: "اسی لئے جب میں خیرات کرنا چاہتا ہوں تو حضور ہی کی خدمت میں لا کر پیش کر دیتا ہوں۔"

تھیوڈوس: "میں ایسے لوگوں کو بہت پسند کرتا ہوں۔"

اب سلوانواس اٹھا اور اشرفیوں کی تھیلی اس الماری میں رکھ آیا جس کی طرف اسقفِ اعظم نے اشارہ کیا تھا۔

جب وہ آ کر اطمینان سے بیٹھ گیا تب تھیوڈوس نے دریافت کیا۔ "اب اس وقت اپنے آنے کی غرض و غایت بھی بیان کرو۔"

سلوانواس نے مجسم عجز و نیاز ہو کر کہا۔ "مقدس باپ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں کس کرب و اذیت میں مبتلا ہوں۔"

تھیوڈوس نے حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارے دل سے ابھی تک حور وش ہیلن کا خیال نہیں نکلا؟"

سلوانواس: "نہ نکلا ہے اور نہ نکل سکتا ہے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اسے بھول جاؤں مگر نہ بھول سکا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوڈوس :۔ اگر تم ماہ پارہ لڑکیوں کو جمع کر کے ان سے دل بہلاتے تو ممکن تھا کہ اس عربدہ جو کو بھول جاتے۔

سلوانوس :۔ میں نے کئی پری جمال لڑکیوں کو اکٹھا کیا۔ ان کے ساتھ رہا اور رات دن انہیں اپنے پاس رکھا! مگر مقدس باپ، شہزادی ہیلن کی یاد دل سے نہ گئی۔

تھیوڈوس :۔ لیکن تم نے اس بات پر غور نہیں کیا ہے کہ شہزادی ہیلن سے تمہاری شادی کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ وہ ایک عالی قدر شہزادی ہے اور تم ایک عام عیسائی ہو۔

ہم ۲۶ھ کے واقعات قلمبند کر رہے ہیں۔ اس زمانے میں عیسائی بادشاہوں کو اس قدر خاندانی فخر اور نسلی امتیاز تھا کہ شاہزادوں اور شاہزادیوں کی شادی سوائے شاہی خاندان کے اور دوسری جگہ نہ ہوتی تھی۔ آج بھی عیسائی بادشاہوں میں یہ بات موجود ہے۔ سب سے زیادہ واقعہ پرنس آف ویلز یا شہنشاہ برطانیہ ونڈسر کا ہے جو ایک عام عورت سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن ملوکیت پرستوں نے کسی طرح اس کی اجازت نہ دی اور آخر انہیں تخت و تاج سے دست بردار ہو کر اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرنا پڑی۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں میں کوئی نسلی امتیاز اور خاندانی فخر و اعزاز کا سوال نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ بھائی کو بھائی کے یہاں شادی کرنے میں کیا عار چنانچہ۔۔۔ فاروق شاہ مصر نے ایک معمولی جج کی لڑکی سے شادی کرلی اور کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

جو مذہب خاندانی نجابت و شرافت اور نسلی امتیاز کو جائز و روا رکھتا ہے وہ خدائی مذہب نہیں ہو سکتا۔ مذہب تو وہی ہے جو ادنیٰ و اعلیٰ بادشاہ اور فقیر سب کو ایک سمجھنے کی تلقین کرتا ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانواس نے کہا: "میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ شہزادی ہیلن سے شادی کا خیال حماقت اور نادانی ہے۔ مگر دل پر تو میرا اختیار نہیں ہے اس کی محبت میں دن رات جل رہا ہوں۔ آتشِ عشق نے میری رگ رگ میں آگ لگادی ہے۔ مقدس باپ! مجھے اس آگ میں جلنے سے آپ بچا سکتے ہیں۔"

تھیوڈوس: "مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ مگر سوچو کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟"

بادشاہ پر آپ کا اس قدر اثر ورسوخ ہے کہ وہ آپ کی کوئی بات ٹال نہیں سکتے۔ اگر آپ ذرا بھی اس معاملہ میں تحریک کریں تو میری قسمت کا ستارا چمک سکتا ہے۔"

تھیوڈوس: "ناممکن ہے۔ اگر میں ذرا بھی اس معاملہ میں لب کشائی کروں گا تو شہنشاہ مجھ سے بدظن ہو جائے گا۔"

سلوانوس نے ناامیدی کے لہجہ میں کہا: "تو کیا میں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤں کیا خودکشی کر لوں!"

تھیوڈوس: "میں اس کا بھی مشورہ نہیں دے سکتا لیکن ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ عجب نہیں کہ تم اپنی آرزو میں کامیاب ہو جاؤ۔"

سلوانواس کو ڈھارس ہوئی۔ اس نے دریافت کیا: "وہ کیا بات ہے؟"

تھیوڈوس: "اگر تم نے دادِ شجاعت دے کر ناموری حاصل کرلی، وہ ناموری جس کو میں چاہتا ہوں تو اطمینان رکھو شہزادی ہیلن تمہاری ہو گی۔"

سلوانواس: "میں اس کے لئے سر کی بازی لگا دوں گا۔"

تھیوڈوس: "اور اسی وقت ناموری بھی حاصل کر سکو گے۔ سنو بہت ممکن ہے کہ شاہزادی ہیلن نیلام پر چڑھا دی جائے۔"

سلوانواس یہ بات سن کر کمال متحیر ہوا۔ اس نے کہا: "نیلام پر چڑھا دی جائیگی؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا شہنشاہ جرجیر اپنی اکلوتی بیٹی کو سیم و زر کی خاطر فروخت کرنا منظور کر لیں گے؟"

تھیوڈوس نے اطمینان کے لہجہ میں کہا۔ "نہیں وہ دولت کے عوض اسے کسی حالت میں بھی فروخت نہیں کریں گے مگر جس نیلام کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سروں کی قیمت کے عوض ہوگا۔

سلوانوس۔ "میں سر کی بازی لگا دوں گا۔"

تھیوڈوس۔ "تب تمہیں کامیابی کی امید رکھنی چاہیئے۔"

سلوانوس۔ "اچھا تو میرے لئے کیا حکم ہے؟"

تھیوڈوس۔ "تم جہاد کی تیاری کرو۔ لشکر کے ساتھ چلو شہزادی ایلن بھی چلے گی۔ اگر تمہاری قسمت نے یاوری کی تو وہ تمہاری ہوگی۔

سلوانوس۔ "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اب سلوانوس اُٹھا۔ پادری کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پادری کی بیوی آئی۔ اس نے کہا،

"میں تو ڈر گئی تھی کہ کہیں آپ اشرفیوں کے لینے سے انکار نہ کر دیں۔"

تھیوڈوس نے ہنس کر کہا۔ "تقدس کو قائم رکھنے کے لیۓ اسی قسم کی گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔ جاؤ تھیلی لو اور خزانہ میں جمع کر دو۔"

اس کی بیوی گئی۔ تھیلی نکالی۔ اُسے اُچھالا اور خوش ہوتی ہوئی چلی گئی۔

آٹھواں باب

بےنفس نوجوان

امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ نے اعلان کر دیا تھا کہ افریقہ پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلامی لشکر روانہ ہوگا۔ جو لوگ جانا چاہیں منیٰ کے میدان میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ جہاد کے دلدادہ اور شہادت کے تمنائی وہاں جا جا کر جمع ہونے لگے اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں تقریباً بیس ہزار سرفروش مجاہدین جمع ہو گئے۔ اس لشکر میں نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور صحابۂ کرام کے پرجوش فرزندوں نے افریقہ جانے کا قصد کیا تھا۔ ان میں قابلِ ذکر ہستیاں یہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت حسنؓ ابن علیؓ۔ حضرت حسینؓ ابن علیؓ۔ حضرت ابن جعفرؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن حضرت عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن حضرت زبیرؓ۔

ظاہر ہے کہ یہ سب بڑے پایہ کے نوجوان تھے۔ خصوصاً حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آنحضور صلعم کے نواسے شیر خدا حضرت علیؓ کے بیٹے اور خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا کے دلبند تھے۔ جو محض جوش جہاد اور شوقِ شہادت دلوں میں لے کر وطن سے دُور افریقہ جیسے براعظم میں جانے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔

ان معصوم شہزادوں کی شرکت سے لوگوں میں اور بھی جوش و خروش بڑھ گیا اور بڑی کثرت سے مجاہدین جمع ہو گئے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں بیس ہزار مجاہدین کا مجمع ہو گیا۔

ان میں اکثر لوگوں کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں یہ کچھ دستور ہو گیا تھا کہ عیال دار لوگ مع اپنی بیوی بچوں کے جہاد پر جایا کرتے تھے۔ تعجب یہ ہے کہ ہر قوم جب کسی دوسرے ملک اور دوسری قوم پر حملہ آور ہوتی ہے تو اپنے اہل و عیال کو ساتھ نہیں رکھتی۔ لیکن مسلمان ساتھ رکھتے تھے اور انھیں مطلق بھی اندیشہ نہیں ہوا کرتا تھا کہ کہیں ان کے بیوی بچے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کو یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں شکست کھا جائیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے۔ اور اُن کے اہل و عیال گرفتار کر لئے جائیں گے۔ ان کا خدا پر کچھ ایسا بھروسہ تھا کہ اس کی اعانت شاملِ حال سمجھتے تھے اور فتح کا یقین رکھتے تھے۔

اس لشکر کے ساتھ حبیب بھی معہ اپنے اہل و عیال کے تھے۔ ان کی ایک نوجوان لڑکی سلمیٰ تھی۔ نہایت خوبرو، گلعذار اور بہادر تھی۔ اس کی منگنی سرور سے ہو چکی تھی۔ عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ افریقہ کی جنگ پیش آگئی اور سرور قاصد بنا کر پہلے بھیجے گئے اور اب حبیب بھی معہ اپنی پری جمال بیٹی سلمیٰ کے روانگی پر تیار ہو گئے۔

جب حضرت عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا کہ لشکر کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی ہے تو انھوں نے حکم بھیجا کہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہی یہ لشکر روانہ کر دیا جائے۔

جمعرات کو یہ حکم صادر ہوا۔ مدینہ منورہ کے لوگ مجاہدین کی تواضع کے لئے ٹوٹ پڑے۔ ہر شخص حسب حیثیت تحائف لیکر منیٰ میں پہونچ گیا اور مجاہدین کی خاطر و مدارات کرنے لگا۔

امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ نے یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ جمعہ کی نماز منیٰ کے میدان میں ہی پڑھی جائے گی۔ چنانچہ دوسرے روز صبح ہی سے مدینہ منورہ کے باشندے اس میدان میں اُمنڈ پڑے۔ جنگل میں منگل ہو گیا تھا۔ ریتیلے میدان میں دُور دُور تک انسان پھیل گئے تھے۔

ان میں مرد بھی تھے۔ جوان بھی تھے اور بڈھے بھی۔ کچھ عورتیں بھی تھیں جو سر سے پیر تک چادروں میں لپٹی ہوئی اپنے عزیزوں کو رخصت کرنے کیلئے آئی تھیں۔

عرب گرم ملک ہے۔ ہندوستان کی بہ نسبت وہاں زیادہ گرمی پڑتی ہے اس لئے آفتاب کے طلوع ہو کر ذرا ہی بلند ہونے سے تمازت بڑھ جاتی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور سفید شعاعیں ریت کے ذرّوں پر پڑ کر آنکھوں کو خیرہ کرنے لگتی ہیں۔ چنانچہ جب چار گھڑی دن چڑھا تو دھوپ میں چمک اور گرمی آ گئی لیکن مسلمان ان دونوں چیزوں کے عادی تھے۔ اس لیے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔ آج کسی قدر ہوا چل رہی تھی۔ اور ہوا کے جھونکے مجاہدین کی عباؤں کے لمبے لمبے دامنوں سے چھیڑ خانی کر رہے تھے۔

دوپہر کو سب نے اسی میدان میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ چونکہ چالیس پچاس ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے اس لیے کئی میل کی دوری میں پھیل گئے تھے جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی یا تو مجاہدین نظر آتے تھے یا انھیں رخصت کرنے والے۔ یوں تو مرد اور عورتیں سب ہی اس وقت خوش تھے مگر سب سے زیادہ مسرور بچے تھے۔ وہ ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ اور ان بچوں سے ملتے پھر رہے تھے جو اپنے والدین کے ساتھ جہاد پر جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ تشریف لے آئے۔ آپ کے ساتھ شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالبؓ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ۔ عمرو بن العاصؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ مجاہدوں اور ان تواضع کرنے والوں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ چونکہ اب دوپہر ڈھلنے لگی تھی۔ اس لیے کئی آدمیوں نے اٹھ کر اذان دی۔ اذان کی آواز سنتے ہی تمام مسلمانوں نے سارے کام چھوڑ دیئے۔ اور سب نے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا بچے بھی وضو کرنے لگے اور ایک طرف عورتوں نے بھی وضو کرنا شروع کیا۔ وضو سے فراغت کر کے سب ایک وسیع میدان میں جمع ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اونٹ کے شیلتہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ خطبہ ختم کر کے مصلے پر آ گئے۔ حضرت علیؓ نے تکبیر پڑھی اور حضرت عثمان غنیؓ نے نماز پڑھانا شروع کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جب نماز ختم ہو گئی تب حضرت عثمانؓ نے نوجوان مجاہدوں میں سے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ فرزندانِ علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو اپنے پاس بلایا۔

چونکہ اس لشکر میں بہت سے عبداللہ جمع ہو گئے تھے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ناموں کے بجائے "ابن فلاں" لکھا جائے۔ قارئینِ کرام ان کی ولدیت سے سمجھ لیں گے کہ کون سے عبداللہ تھے۔

یہ سب لوگ آپ کے پاس جا بیٹھے۔ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ بھی وہاں آ گئے۔

امیر المومنین نے کہا: "میرے فرزندو! ابھی تک میں نے اس لشکر کی سرداری پر کسی کو نامزد نہیں کیا ہے۔ میں کسی نوجوان مجاہد کو سردار مقرر کرنا چاہتا ہوں لیکن نوجوانوں میں وہ تمام لوگ جن کی عظمت و جرأت سے نہ صرف میں بلکہ تمام مدینہ والے واقف ہیں۔ مثلاً رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسنؓ اور حسینؓ ہیں جنہیں یہ شرف ہے کہ وہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کے جگر بند اور شیر خدا علی مرتضیٰؓ کے فرزند ہیں۔ شہنشاہِ عرب و عجم فاروقِ اعظمؓ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ ہیں۔ آنحضور صلعم کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے عبداللہؓ ہیں۔ شیرِ اسلام حضرت زبیرؓ کے بیٹے ہیں۔ میں ان ہی میں سے کسی ایک کو افسر مقرر کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک یہ طے نہ کر سکا کہ کسے مقرر کروں۔ ایک بات میں مزید کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ عبداللہؓ بن زبیر فی الحال رک جائیں میں انہیں دوسرے لشکر کے ساتھ بھیجوں گا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ انہیں اس کا افسوس ہو گا لیکن مصلحت یہی ہے۔

امیر المومنینؓ کی مخالفت کرنے کی کسے جرأت تھی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا: اگرچہ میرا دل اسی لشکر کے ساتھ جانے کو چاہتا ہے لیکن جب امیرالمومنین نہیں چاہتے تو میں نہیں جاؤں گا۔

حضرت عثمانؓ: میرے فرزند! میں تمہیں عنقریب دوسرے لشکر کے ساتھ بھیجوں گا۔ اچھا تو اب یہ طے کرنا ہے کہ اس لشکر کا سردار کون ہو؟

حضرت حسنؓ نے کہا: میرے دل میں افسری اور امارت کا خیال کبھی پیدا نہیں ہوا اور نہ انشاءاللہ ہو گا۔ میں ابوترابؓ کا فرزند ہوں۔ میرے محترم باپ نے بھی کبھی افسر اور امیر بننے کی خواہش نہیں کی۔ میرے دل میں کبھی یہ تمنا نہیں ہے۔ مخدوم وہی بن سکتا ہے جو اپنے ساتھیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اس لئے سردار کے انتخاب میں میرا نام نہ لیا جائے تو مناسب ہو گا۔

حضرت علیؓ نے خوش ہو کر کہا: میرے لخت جگر نے ٹھیک کہا۔ اور اس وقت میرے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ماننے والوں کے لئے امارت کانٹوں کا تاج ہے۔ سردار سے سپاہی بننا آسان اور اچھا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو روک کر کہا: ٹھہریئے! آپ اپنے بچوں کو یہ ترغیب نہ دیں کہ وہ سرداری قبول نہ کریں۔ آپ نہیں جانتے کہ ان جگر بندان بتول ..... کی کس قدر عزت و محبت میرے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہے۔

حضرت علیؓ: مجھے معلوم ہے اور میں مسلمانوں اور آپ کا مشکور ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح میں خود مسلمانوں کا خادم رہنا پسند کرتا ہوں اسی طرح اپنی اولاد کو چاہتا ہوں۔ اگر آپ میری رائے لیں تو میں عبداللہ بن عمرؓ کو اپنی سرداری کے لئے موزوں سمجھتا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حضرت عثمانؓ:۔ مگر میں ان نوجوانوں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت حسنؓ:۔ چونکہ حضرت عبداللہ مجھ سے عمر میں بڑے اور زیادہ پرہیزگار اور بہادر ہیں۔ اس لئے وہی سرداری کے قابل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا:۔ مگر جس لشکر میں رسول خدا کے نواسے آپؐ کی پیاری بیٹی خاتون جنت کے بیٹے اور شیر خدا باب العلم علیؓ کے نور نظر ہوں میں کیسے لشکر کی سرداری قبول و منظور کر سکتا ہوں۔

حضرت حسینؓ نے کہا:۔ بھائی عبداللہؓ! اگر تمہارے دل میں ہماری عزت و محبت ہے تو ہمارے کہنے سے تم سرداری قبول کر لو۔

حضرت عبداللہؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ نے کہا:۔ آپ کے حکم سے میں سرتابی نہیں کرسکتا مجھے خوب یاد ہے کہ ایران سے مال غنیمت آیا تھا اور پدر بزرگوار حضرت عمر فاروقؓ نے اس میں سے آپ کو حصہ زیادہ دیا تو مجھے ناگوار ہوا کہ انھوں نے اپنا بیٹا ہوتے ہوئے مجھے حصہ کم کیوں دیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے نانا حسینؓ کے جیسے نانا ہیں، کیا تیری ماں حسینؓ کی جیسی ماں ہیں اور کیا تیرے باپ حسینؓ کے باپ جیسے ہیں۔

یہ سن کر میرے دل کو تسکین ہوگئی تھی اور اس روز سے میں برابر توبہ اور استغفار کرتا رہا ہوں کہ میں نے کیوں فخر کیا کہ میں خلیفہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے حسینؓ کے برابر حصہ پانے کا مستحق ہوں۔

ان کی یہ باتیں سن کر تمام حاضرین کے آنکھوں کے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کی تصویر گھوم گئی اور سب کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ حضرت علیؓ نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ خدا کی قسم عمرؓ بے نفس انسان تھے۔ انھوں نے جس قدر سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے ہم ہی جانتے ہیں۔ فرزند! تم نے ان کی یاد دلا کر ہمارے دلوں پر غم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیر برسا دیئے ہیں۔ خدا انھیں جنت الفردوس میں داخل کرے۔ وہ کبھی اور کسی موقع پر بھی ہمیں نہیں بھولے۔ تمہیں سرداری کے لئے میں نے منتخب کیا میرے کہنے سے قبول کرلو۔

حضرت عبداللہؓ میں بڑے فخر سے قبول کرتا ہوں۔

حضرت عثمانؓ کس قدر نیک لوگ ہو تم سب۔ جب تک مسلمانوں میں اتفاق اتحاد اور یک جہتی کا یہ جذبہ رہے گا کبھی کسی قوم سے نہ دبیں گے۔ اچھا عبداللہ یہ علم لو۔ یہ کہتے ہی انھوں نے وہ علم اکھاڑا جو مصلے کے قریب گڑا ہوا تھا اور عبداللہ کی طرف بڑھایا۔

نواں باب

نصیحتیں

عبداللہ بن عمرؓ نے بڑھ کر علم ہاتھ میں لیا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرۂ تکبیر کی تکرار کی اور اللہ اکبر کی پُرشور آواز سے منیٰ کا وسیع میدان گونج اٹھا عبداللہ نے علم ہاتھ میں لے کر اس کے پھریرے کو اڑایا۔ ہوا کے جھونکے اسلامی علم کے ساتھ اٹکھیلیاں کرنے لگے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا بیٹھنے کا۔ وہ علم ہاتھوں میں لیکر بیٹھ گئے اور تمام لوگ خاموش ہو کر سننے لگے کہ اب امیرالمومنین کیا فرماتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اس ٹیلہ پر چڑھے جس پر چڑھ کر انھوں نے خطبہ پڑھا تھا۔ اور ذرا بلند آواز سے کہا۔

یَا اَیُّھَا الْمُجَاھِدِیْنَ (اے مجاہدینِ اسلام) میں حمد و تعریف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتا ہوں اس خدائے خالق و رزاق کی جس نے دنیا جہان کو پیدا کیا جو آگ میں بھی سمندری جانوروں کو زندہ رکھتا ہے اور روزی دیتا ہے اور پتھر کے اس کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے جو ہماری تمہاری نظروں سے مستور پتھر کے اندر چھپا رہتا ہے اور تعریف و ثنا کرتا ہوں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنہوں نے دنیا میں آکر کفر و ضلالت کی تاریکی دور کی اور نور وحدت سے دنیا کو منور کر دیا میں نہ چاہتا تھا کہ میرے فرزند یعنی اسلامی جانباز افریقہ جیسے بر اعظم پر لشکر کشی کریں لیکن وہاں کے عیسائی بادشاہ نے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو فنا کرنے پر کمر باندھ لی ہے چونکہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ جو لوگ یا قوم زبان، ہاتھ یا تلوار سے اس بات کی کوشش کریں کہ خدائے واحد کا دنیا میں نام بلند نہ ہو سکے یا مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے یا وہ اپنے مذہبی فرائض ادا نہ کر سکیں مجھ پر ان دشمنان اسلام سے قتال کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ فرض عین ہو جاتا ہے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور دین اسلام کی آزادانہ پیروی میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس لئے مجبور ہو کر میں نے اذن جہاد دیا ہے۔ اب تمہارا فرض یہ ہے کہ دشمنان اسلام کو یہ بتا دو کہ ان کے مٹائے اسلام نہیں مٹ سکتا۔ مسلمان نہیں مٹ سکتا۔ اور خدا کا نام دنیا سے نہیں مٹایا جا سکتا ہے۔ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے۔ خدا کا نام بھی زندہ رہے گا۔ تم جوش و غضب میں آکر کوئی بھی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے اسلام پر دھبہ آئے اور مسلمانوں کے سر شرم و ندامت سے جھک جائیں۔

پہلی بات تو یہ کرنا کہ دشمن کو صلح و آشتی کا پیغام دینا۔ اگر مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائی بند کرنے کا وعدہ کرے اور صلح پر آمادہ ہو جائے تو خبردار کسی کا خون نہ بہانا، فوراً صلح کر لینا لیکن اگر وہ اپنی ضد پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انکار ہے اور اسلام کی دشمنی سے باز نہ آئے تو پھر خدا پر بھروسہ کر کے اور اس کا مقدس نام لے کر اس پر ٹوٹ پڑنا اور جی کھول کر اپنی شمشیر خارا شگاف کے جوہر دکھانا جوش وطیش کی حالت میں بھی اس بات کو نہ بھولنا کہ ضعیفوں مسکینوں اپاہجوں، عورتوں، بچوں، پادریوں اور عام شہریوں کو جنھوں نے تمہارے مقابلہ پر ہتھیار نہیں اٹھائے ہیں قتل نہ کرنا۔ کسی مکان کو آگ نہ لگانا کسی گرجہ کو نہ گرانا۔ سرسبز درختوں کو نہ کاٹنا۔ لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کو پامال نہ کرنا اور کوئی کام بھی ایسا نہ کرنا جو انسانیت، شرافت، تہذیب اور اسلامی اخلاق کے خلاف ہو۔ آپس میں مل جل کر رہنا، اگر خدانخواستہ تم میں اختلاف پیدا ہوا تو خدا کا یہ وعدہ سچا ہو کر رہے گا کہ مسلمانو! آپس میں نااتفاقی نہ کرنا ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور تم ذلیل اور رسوا ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو! اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ عربی ہوں یا عجمی۔ مصری ہوں یا شامی۔ امیر ہوں یا غریب۔ آقا ہوں یا غلام گورے ہوں یا کالے سب برابر ہیں، آپس میں بھائی ہیں۔

اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو مجلس مشاورت منعقد کر کے کثرت رائے سے فیصلہ کر لینا۔

نماز کسی حالت میں بھی نہ چھوڑنا۔ بے نمازی مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے:۔ "اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (پڑھتے ہیں) وہی جنت میں عزت سے رہیں گے۔" گویا خدا نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ جنت نمازیوں کے لئے ہے۔

ایک اور جگہ قرآن شریف میں پروردگارِ عالم نے دوزخیوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ جب بے نمازیوں سے پوچھا جائے گا کہ کس بات نے تمہیں دوزخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں، ورنہ افسوس سے کہیں گے کہ ہم مسلمان نمازیوں میں سے نہ تھے یہ مسلمانوں نماز ایک وقت کی بھی قضا نہ کرنا. قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق پوچھا جائے گا. جو لوگ نماز نہ پڑھیں گے یا پڑھنے میں سستی کریں گے اس روز پچھتائیں گے لیکن اس وقت پچھتانے سے کچھ نہ ہو گا۔

اچھا اب کوچ کی تیاری کرو. میری دعا ہے خدا تمہیں فتح عطا فرمائے. خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہو اور خدا تمہیں فتح دے۔

تمام مسلمانوں نے یہ سن کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور مجاہدین اٹھ اٹھ کر اپنے جائے قیام کی طرف کوچ کرنے کے لئے روانہ ہوئے. اونٹوں پر شغدف اور محمل باندھے گئے. گھوڑوں پر زین کسے گئے اور مجاہدین کھجوروں کے تھیلے اور پانی کے مشکیزے حمائل کر کے مسلح ہو ہو کر گھوڑوں کی باگیں ہاتھ میں لے کر قطار در قطار دور تک کھڑے ہو گئے۔

چونکہ ان کی روانگی کا وقت قریب آگیا تھا اس لئے وہ مدینہ کے باشندے جو انہیں تحائف دیتے اور رخصت کرنے آئے تھے اور جو چیزیں ان کے پاس رہ گئی تھیں وہ مجاہدین کو دیتے اور کھلاتے جاتے تھے۔

رخصت کرنے والوں میں بچے بھی تھے اور وہ اپنے ہمسن بچوں کو جو کچھ ان کے پاس تھا کھلا رہے تھے۔

آج کل کے بچوں کا وطیرہ بر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ اپنی چیز کسی کو نہیں دیتے خصوصاً کھانے پینے کی چیزوں سے اس قدر رغبت رکھتے ہیں کہ شکم سیر ہونے پر بھی دوسرے بچوں اور بڑوں کو دینے پر رضامند نہیں ہوتے. لیکن اس زمانے کے بچے ایسے تھے کہ اچھی سے اچھی چیزیں ان بچوں کو کھلا رہے تھے. جو میدان جنگ میں جانے والے تھے. اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اس زمانہ کے ہر بڑے آدمی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنگ دل واقع ہوئے ہیں چونکہ ہم خود کسی کو کوئی چیز دینا گوارا نہیں کرتے۔ اس لئے ہماری دیکھا دیکھی بچے بھی نہیں دیتے۔

مسلمان عرب سے ہندوستان آئے ہیں اور عرب والے مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔ دنیا بھر میں کوئی قوم ایسی متواضع نہیں ہے جیسی عربوں کی۔ کسی عرب کے خیمہ یا مکان پر کوئی شخص پہنچ جائے اس میں جاننے نہ جاننے کی کوئی بحث نہیں۔ مالک خیمہ یا مالک مکان اس نووارد کو مہمان سمجھ کر اس طرح مدارت کریگا جیسے وہ عرصہ سے اس سے واقف ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمانوں میں مہمان نوازی کی وہی خوبو باقی رہتی جو ہمارے اسلاف میں تھی۔ لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ اگر شہر کے کسی مسافر کو دیکھ لیتے ہیں تو آنکھیں چرا کر نکل جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جان پہچان والا مل جاتا ہے تو روح خشک ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے گھر ہی میں قیام نہ کر دے۔ ہم مسلمانوں کی کوتاہ نظری اور مسافروں اور مہمانوں سے بچنے اور ڈرنے کا یہ اثر ہوا ہے کہ خدا نے اپنی نعمتیں ہم سے چھین لی ہیں۔ نہ ہم میں اتفاق رہا ہے نہ بھائی بندی رہی ہے۔ نہ اخلاص رہا ہے، نہ مروت رہی ہے اور ہم بالکل بیگانہ ہو گئے ہیں۔ شہر والوں سے دیہات والوں کی حالت کسی قدر اچھی ہے۔ ابھی ان میں مہمان نوازی کی عادت باقی ہے اور اسی لیے ان میں اتحاد و اتفاق، خلوص و مروت نظر آتی ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں کہ مہمان نوازی میں بڑی برکت ہے خدا مہمان کے لیے غیب سے میزبان کو رزق پہونچاتا ہے۔ راقم الحروف کا یہ خود تجربہ ہے کہ مہمان آنے سے پہلے اس کا رزق آ گیا ہے لیکن اس کے لئے خلوص اور نیک نیتی کی ضرورت ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ رسول اکرم فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان نواز تھے، ہر مسافر اور مہمان کی تواضع کرتے تھے اور ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمان ہوتے ہوئے سنت نبوی کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ اس لئے مفلس و ذلیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جب تک مسلمان اسلام کی مکمل تعلیم پر عمل نہ کرنے لگیں گے کبھی نہ پنپیں گے۔

غرض بچے اور بڑے سب ہی مجاہدین کی تواضع کر رہے تھے۔ اس وقت آفتاب کسی قدر ڈھل گیا تھا۔ سفید سفید دھوپ ریت کے ذرّوں کو جگمگا رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے مجاہدین اور دوسرے عربوں کے دامنوں اور عماموں کے پلّوں کو اڑا رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام لوگ تیار ہو گئے۔ سب سے پہلے باربرداری کے اونٹوں کی قطاریں روانہ ہوئیں۔

چونکہ ہزاروں اونٹ تھے اس لئے دُور تک پھیل گئے۔ ان کے بعد مجاہدین کے دستے چلنے لگے۔

تقریباً دس ہزار سواروں کے بعد عورتوں اور بچوں کے شغدف اور محملیں روانہ ہوئیں۔ ان کے پیچھے بقیہ لشکر چلا اور عبداللہ بن عمرؓ علم ہاتھ میں لیکر اس لشکر میں شریک ہو گئے۔

جب غازیانِ اسلام دُور نکل گئے اور گرد و غبار نے انھیں اپنے دامن میں چھپا لیا۔ تب خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ اور دوسرے تمام لوگ اور بچے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے۔

دسواں باب

زویلہ پر یورش!

عبداللہ بن سعد مصری گورنر صرف دس ہزار شیرانِ اسلام کو لیکر براعظم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افریقہ کی طرف چل پڑے تھے۔

انھوں نے اس بات کا مطلق بھی خوف و اندیشہ نہ کیا تھا کہ افریقہ کے عیسائی خود ہی مصر پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے ان کے پاس لشکر کافی جمع ہو گیا ہوگا اتنے تھوڑے سے مجاہدوں سے عیسائیوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا تو دشوار ضرور تھا۔

دراصل وہ چاہتے تھے کہ دار الخلافہ سے جو کمک آرہی ہے اس کے آنے سے پہلے ہی افریقہ کا کچھ حصّہ فتح کر لیں۔ مگر جب وہ افریقہ کی سرحد پر اس جگہ پہنچے جہاں سے مشہور شہر طرابلس چند ہی منزلوں کے فاصلے پر رہ جاتا ہے تو ایک قلعہ نظر آیا، یہ قلعہ افریقی حدود میں شامل تھا اور اس قلعہ کا سردار افریقہ کے شہنشاہ جرجیر کا ماتحت یا باجگزار تھا۔

چونکہ مسلمانوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ جب اور جس طرف حملہ کرتے سامنے جو شہر یا قلعہ آجاتا اُسے فتح کر کے آگے بڑھتے۔ اس لیۓ عبداللہ بن سعد نے بھی یہ تہیہ کر لیا کہ قلعہ کو فتح کیۓ بغیر آگے نہ بڑھیں گے۔

اس قلعہ کا نام زویلہ تھا اور یہ برقہ کے قریب واقع تھا۔ اس کے قلعہ دار کا نام ارسانوس تھا۔ قلعہ نہایت وسیع شاندار اور مضبوط تھا۔ قلعہ کے اندر پندرہ ہزار فوج رہتی تھی۔ ارسانوس کو اپنی فوج کی دلیری اور قلعہ کی مضبوطی پر بڑا اطمینان تھا۔ لیکن جوں ہی اسلامی لشکر زویلہ کے سامنے پہنچا ارمانوس قلعہ بند ہو گیا۔ اس بات کو وہ خوب جانتا تھا کہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں مقابلہ کر کے فتح کی اُمید رکھنا محض حماقت ہے۔ اس لیۓ اس نے فصیل پر فوجیں چڑھادیں اور تیروں کے بے شمار انبار لگادیئے۔ تاکہ جس وقت مسلمان قلعہ پر دھاوا بولیں تیروں اور پتھروں سے انھیں روکا جاۓ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ بن سعد نے ایک روز تو یہ انتظار کیا کہ شاید ارسانوس قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ میں آ جائے مگر جب وہ نہ نکلا تب انھوں نے دوسرے روز زویلہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے چاروں طرف ڈھائی ڈھائی ہزار لشکر پھیلا دیا گیا۔ ارسانوس اور اس کی سپاہ نے یہ سب کچھ دیکھا مگر پھر بھی ان میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ عیسائیوں نے فصیل پر مسلمانوں نے اپنے کیمپ میں ساری رات بھر آگ روشن رکھی قلعہ کے نیچے مسلمان اپنے لشکر کی حفاظت کے لئے گشت کرتے رہے اور فصیل پر عیسائی ٹہلتے رہے۔ صبح کو مسلمان اٹھے۔ ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی۔ عبداللہ بن سعد چند اعرابیوں کو لیکر قلعہ کو قریب سے دیکھنے کیلئے گئے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ قلعہ اتنا اونچا اور مضبوط ہے کہ اس پر چڑھائی مشکل ہے۔ انھوں نے اس کے چاروں طرف گشت لگایا۔ ہر پشتہ، ہر برج اور ہر طرف کی فصیل کو دیکھا۔ کہیں بھی کوئی ایسا موقع نظر نہ آیا جس سے قلعہ پر دست رسی کی توقع ہو سکتی۔

انھوں نے گھوم پھر کر یہ بھی دیکھ لیا کہ قلعہ میں عیسائیوں کا لشکر بھی کافی ہے دوپہر کے قریب وہ لوٹ آئے اور انھوں نے ہر طرف کے فوجی سرداروں کو حکم بھیجا کہ ابھی حملہ میں جلدی نہ کی جائے۔ البتہ محاصرہ نہایت سخت کر دیا جائے۔ کوئی شخص قلعہ کے اندر سے باہر یا باہر سے اندر آ جا نہ سکے۔ ان کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی گئی اور اس شدت سے محاصرہ کیا گیا کہ انسان تو انسان پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ اس طرح دن گزرنے لگے اور وقت تیز رفتار سے اڑنے لگا۔ نہ تو عیسائی قلعہ سے باہر نکلے اور نہ مسلمانوں نے قلعہ پر یورش کی۔ البتہ ایک روز اتنا ہوا کہ قلعہ والوں نے ایک قاصد کو ٹوکرے کے ذریعے فصیل سے نیچے اتارا اور پیغام بھیجا کہ اگر مسلمان وہاں سے کوچ کر جائیں تو وہ وعدہ کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں کہ جب طرابلس فتح ہو جائے گا وہ بھی ادائے جزیہ پر صلح کرلیں گے۔ لیکن عبداللہ نے اس بات کو نہیں مانا اور صاف طور پر کہلا دیا کہ جب تک تم اطاعت قبول نہ کرو گے یا ہم قلعہ فتح نہ کرلیں گے، اس وقت تک نہ جائیں گے۔

قاصد واپس چلا گیا اور عیسائی خاموش ہو گئے۔ جب محاصرہ کو پندرہ روز ہو گئے اور عیسائیوں میں کسی پریشانی اور اضطراب کے آثار ظاہر نہ ہوئے تو آخر عبداللہ نے قلعہ پر حملہ کرنے کے احکام صادر کر دیئے۔

ہر طرف کے مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ اگلے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی دھاوا کر دیا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی مسلمان مسلح ہوئے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھنے لگے۔ عیسائیوں نے دیکھا۔ وہ بھی فلاخنیں اور کمانیں لے کر مستعد ہو گئے۔ ان میں بھی حرکت آگئی اور انھوں نے بھی تہیہ کر لیا کہ جوں ہی مسلمان قلعہ کے قریب آجائیں گے وہ تیروں اور پتھروں کی بارش کرکے انھیں پسپا کر دیں گے۔ چنانچہ مسلمان جب ان کی زد میں آگئے تو انھوں نے فلاخنوں میں پتھر رکھ کر نہایت تیزی اور بڑی قوت سے پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہ چار چار سیر کے پتھروں کے ٹکڑے نوکدار تھے۔ جس چیز پر لگتے تھے اُسے توڑ ڈالتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے انھیں اپنی ڈھالوں پر روکا لیکن کئی ڈھالوں میں انھوں نے سوراخ کر دیئے۔ کئی گھوڑے زخمی ہو گئے اور کئی مسلمانوں کے گھٹنوں میں ضربیں آئیں۔ اس سے مجاہدین اسلام کو غصّہ بہت کچھ آیا مگر چونکہ پتھر برسانے والے قلعے کی فصیل پر ان کی دست رس سے باہر تھے۔ اس لیئے وہ ان پر اپنا غصّہ اُتار نہ سکے۔ البتہ انھوں نے ڈھالوں کو اس طرح گھوڑوں کی گردنوں سے آگے کر لیا جس سے بے زبان جانوروں کی بھی حفاظت ہو سکے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور خود اپنی بھی۔ ساتھ ہی قدم قدم بڑھنا شروع کر دیا۔ عیسائیوں نے اب بڑی پھرتی سے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس تیزی اور کثرت سے کہ اکثر پتھر آپس میں ٹکرانے لگے۔

مسلمان مقدور بھر ان سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی پتھر کسی نہ کسی مسلمان کے آ ہی لگتا تھا۔ مگر مسلمان زخمی ہونے پر گھبراتے تھے۔ نہ زخم اور زخم کی تکلیف سے آگے بڑھنے سے ہچکچاتے تھے۔ بلکہ اس طرح بڑھے چلے جا رہے تھے جیسے نہ وہ زخمی ہو رہے ہوں نہ ان پر پتھر برسائے جا رہے ہوں۔

عیسائی حیرت و استعجاب سے مسلمانوں کے استقلال و جرارت اور ہمت مردانہ کو دیکھ رہے تھے۔

اب عیسائیوں نے شور کر کر کے پتھروں کے علاوہ تیروں کی بارش بھی شروع کر دی۔ اور اس شدت سے تیر برسائے کہ مسلمانوں کی پیش قدمی دفعتاً رُک گئی۔ اسلئے کہ مسلمان مجبور تھے۔ وہ اس وجہ سے تیروں اور پتھروں کا جواب نہ دے سکتے تھے کہ ایک تو انھیں ان تیروں اور پتھروں سے اپنی حفاظت کرنی پڑ رہی تھی جو قلعہ کے اوپر سے اولوں جیسی تیزی کے ساتھ آ رہے تھے۔ دوسرے قلعہ کی فصیل اتنی اونچی تھی کہ ان کے تیر عیسائیوں تک پہنچ ہی نہ سکتے تھے۔

چونکہ اب مسلمانوں پر دوہری مار تیروں اور پتھروں کی پڑنے لگی تھی اس لئے وہ آگے نہ بڑھ سکتے تھے اور پیچھے ہٹتے انھیں شرم آتی تھی۔ اسلئے جس جگہ پہنچ گئے تھے وہیں کھڑے ڈھالوں پر دشمنوں کے وار روک رہے تھے۔

یہ جان لیوا تیروں اور پتھروں کی بارش کچھ ایک ہی طرف نہ ہو رہی تھی بلکہ چاروں طرف یہی حشر انگیزی تھی۔ ہر جانب عیسائی فصیل کے اوپر سے نہایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیزی اور تندہی سے سنگریزے اور تیروں کی باڑھیں مار رہے تھے اور شیران اسلام اور ان کے وفادار گھوڑے زخمی ہو رہے تھے۔

ہر فصیل کے عیسائی گلے پھاڑ پھاڑ چلا رہے تھے اور شور کر کر کے مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے اور ساتھ ہی اپنی پوری قوت اور مستعدی سے تیر اور سنگریزے برسا رہے تھے۔ ارمانوس اپنے چند ارکین سلطنت کے ساتھ ایک برج میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک دیکھنے کے بعد اس نے اپنے مصاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا: "تم نے مسلمانوں کی جراءت دیکھی۔"

ایک مصاحب نے کہا: "ہاں دیکھی۔ ہم سنا کرتے تھے کہ مسلمان انسان نہیں جن ہیں۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش ان پر کی جا رہی ہے کوئی دوسری قوم ہوتی تو بھاگ نکلتی مگر یہ لوگ جس صبر و استقلال سے کھڑے ہیں وہ ضرور قابل داد ہے۔"

دوسرا مصاحب: "سنتا ہوں کہ مسلمان اپنے سردار کا کہنا اس قدر مانتے ہیں کہ اگر وہ ان کو دریا میں کودنے اور آگ میں پھاندنے کا حکم دے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔"

ارمانوس: "اگر یہ بات نہ ہوتی تو آج یہ مسلمان اب تک بھاگ بھی نکلتے چونکہ ان کے سرداروں نے عملہ کرنے کا حکم دیا ہے پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ اسلئے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ مسلمان قوم واقعی بہادر ہے۔"

پہلا مصاحب: "اور حضور یہ لوگ وعدے کے بڑے پابند ہیں جو اقرار کر لیتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔"

ارمانوس چونکا۔ پرتاء اس نے مصاحب کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا: "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

مصاحب: "جب شام پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور وہاں سے عیسائی بھاگ کر افریقہ میں آئے تو میں چند آدمیوں سے ملا اور مسلمانوں کے اخلاق کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ انھوں نے یہ بات بتائی تھی۔

ایک اور مصاحب نے کہا: "یہ بات میں نے بھی سنی ہے۔ حضور مسلمان وعدے کے سچے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ جسے جو زبان دے دیتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔"

پہلا مصاحب: "ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ جو وعدہ ایک مسلمان کر لیتا ہے مسلمانوں کی ساری قوم اس کی پابند ہو جاتی ہے۔"

ارسانوس کسی گہرے خیال میں اتر گیا۔ وہ کچھ ایسا مستغرق ہوا کہ اس بات کو بھول گیا کہ اس وقت جنگ ہو رہی ہے۔ مسلمانوں پر تیر برسائے جا رہے ہیں۔ اور اس کے آس پاس اس کے مصاحب اور ارکین سلطنت کھڑے ہیں۔

اس نے آہستہ سے کہا: "میرے زخموں کا اندمال یہی لوگ کر سکتے ہیں۔ میرے سینے میں لگی ہوئی آگ کو یہی لوگ بجھا سکتے ہیں۔"

اگرچہ اس نے یہ فقرے نہایت آہستگی سے کہے تھے لیکن چند مصاحبوں نے سُن لیے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "کیا فرما رہے ہیں حضور آپ؟"

ارسانوس چونکا اور اس طرح ہوشیار ہوا جیسے کوئی گہری نیند سے آہستہ آہستہ بیدار ہوا کرتا ہے۔ اس نے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا اور پھر فوراً ہی مسلمانوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ان پر ابھی تک تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی اور وہ نہایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

استقلال اور پامردی کے ساتھ کھڑے تھے۔

چونکہ پتھر اور تیر کثرت سے برسائے جا رہے تھے اس لئے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ عبداللہ بن سعد نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کا آگے بڑھنا دشوار ہے تو انھوں نے غلاموں کو دوڑا کر ہر طرف حکم بھیج دیا کہ مسلمان آہستہ آہستہ پیچھے ہٹیں۔ اس حکم کے پہنچتے ہی مسلمانوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ جوں ہی عیسائیوں نے انھیں پیچھے ہٹتے دیکھا وہ خوش ہو گئے اور انھوں نے جوش مسرت سے ناچنا اور کودنا شروع کر دیا۔ ان کی اس طفلانہ حرکت کی وجہ سے تیروں اور پتھروں کی بارش میں کسی حد تک کمی ہو گئی۔ عبداللہ نے یہ کیفیت دیکھ لی۔ انھوں نے بلند آواز سے کہا "مسلمانو! تمہاری جانبازی کے امتحان کا یہی وقت ہے تیزی سے بڑھو اور فصیل کے نیچے پہنچ جاؤ"۔ یہ کہتے ہی انھوں نے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دی اور وفادار گھوڑا فصیل کیطرف سرپٹ دوڑا۔

اپنے سردار کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر ہر مسلمان کے دل میں جوش کی بجلی دوڑ گئی سب نے باگیں سہار کر گھوڑوں کو دوڑا دیا اور ان کے رسالے آندھی کیطرح دوڑنے لگے۔ عیسائیوں نے جب فصیل کے اوپر سے مسلمانوں کو اسطرح دوڑ کر آتے دیکھا تو وہ گھبرا کر حیران رہ گئے اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلیں اور پھر تیروں اور پتھروں کی بارش کریں مسلمان فصیل کے نیچے بھی پہنچ گئے۔

ارسانوس اسی طرف دیکھ رہا تھا اس نے جب یہ دیکھا تو افسوس بھرے لہجے میں کہا "افسوس قسمت بگڑ گئی۔ اب لڑنا بے سود ہے۔ فوراً قومی جھنڈا اتار کر سفید جھنڈا بلند کر دیا جائے"۔

جس برج کے نیچے وہ کھڑا تھا اس پر عیسائی جھنڈا لہرا رہا تھا ایک افسر نے جلدی سے بڑھ کر پھریرا اتار لیا اور سفید چادر بانس میں باندھ کر اڑا دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ دیکھتے ہی مسلمانوں نے اپنے سردار کو اطلاع دی۔ عبداللہ نے پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ انھوں نے مسکرا کر کہا: "خدا کا شکر ہے کہ عیسائیوں نے امان مانگ لی اب نہ دروازہ توڑنے کی ضرورت ہے اور نہ فصیل پر چڑھنے کی یہیں کھڑے ہو کر انتظار کرو۔ عیسائی خود دروازہ کھول دیں گے۔ چنانچہ مسلمان نہایت اطمینان سے کھڑے ہو کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے۔

گیارھواں باب

عجیب آرزو

مسلمانوں کو کچھ زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ فوراً ہی دروازہ کھلا اور ارسانوس اپنے مصاحبوں کے ساتھ قلعہ سے برآمد ہوا۔ اس وقت اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ اس کے مصاحب کانپ رہے تھے۔ ارسانوس عربی جانتا تھا لیکن اس کے مصاحبوں میں سے کوئی بھی عربی سے واقف نہ تھا۔ اس لئے ارسانوس نے خود ہی سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ اس نے کہا: "مسلمانو! میرا نام ارسانوس ہے میں اس قلعہ کا حکمران ہوں۔ تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

فوراً عبداللہ اس کے سامنے پہنچ گئے۔ انھوں نے کہا: "کہیئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

ارسانوس سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کے سردار بھی اسی شان و شوکت سے رہتے ہوں گے جس طرح وہ خود رہتا تھا لیکن جب اس نے عبداللہ کو بالکل ہی سادہ لباس میں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اُس نے اپنی حیرت دور کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لئے پوچھا: کیا آپ ہی مسلمانوں کے سردار ہیں؟"

عبداللہ نے کہا: "ہاں مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں مگر میں اسی وقت تک ان کا سردار ہوں جب تک اسلامی شریعت پر قائم ہوں۔ اگر ذرا بھی ڈگمگا جاؤں تو پھر ان پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔"

ارسانوس: "مگر یہ آپ کی سادہ وضع ....."

عبداللہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میری وضع وہی ہے جو ہمارے محترم نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ یہی وضع آپ کے جانشین خلفاء یعنی امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی تھی اور اب جو ہمارے شہنشاہ ہیں ان کی بھی یہی وضع ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ظاہری لباس کو ہم لوگ عزت کا ذریعہ نہیں سمجھتے خداوند عالم نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ نام و نسب پر فخر نہ کرو۔ فخر تو پرہیزگاروں کو کرنا چاہیئے۔ قیامت کے روز یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم کس کے بیٹے ہو یا کس کے پوتے ہو۔ یا کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو نجیب۔ شریف ہو یا ذلیل و کمین ہو بلکہ پوچھا جائے گا کہ تم نے خدا اور اس کے رسول صلعم کے احکامات کی تعمیل کی تعلیم اسلام پر عامل رہے۔ کسی کو دھوکا تو نہیں دیا۔ جھوٹ تو نہیں بولا۔ بد عہدی تو نہیں کی۔ زنا تو نہیں کیا۔ شراب تو نہیں پی۔ کسی کے دل کو بلا وجہ تو نہیں دکھایا۔ کسی وقت کی نماز تو قضا نہیں کی۔

ارسانوس: "تم مسلمان خدا کی قدرت کے قائل ہو، اس سے ڈرتے ہو، اسے یاد کرتے ہو۔ اس کی عبادت کرتے رہتے ہو، وہ تمہاری مدد کرتا ہے۔ اور تم فتوح حاصل کر کے ملک پر ملک فتح کرتے جاتے ہو۔"

عبداللہ: "بیشک! ہم مسلمان ہیں۔ خدا کو ایک جانتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا قدرت والا ہے ہر کام اور ہر بات اسی کے حکم سے ہوتی ہے۔ ہم اسی کی عبادت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یاد رکھتا ہے۔ ہم اس سے مدد چاہتے ہیں۔ وہ ہماری امداد کرتا ہے۔ چونکہ ہمیں اس پر بھروسہ ہے اس لئے ہم وہ کام کر گزرتے ہیں جیسے معمولی بات میں بہادر سے بہادر انسان بھی نہیں کر سکتا۔"

ارسانوس: "آج میں نے تمہاری جرأت و ہمت، استقلال اور جواں مردی دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ تم جس ملک پر یورش کرو گے اسے فتح کر لو گے۔ تمہارے عزم وارادہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو گی۔ ہمارے شہنشاہ جرجیر کی یہ بڑی غلطی تھی کہ اس نے تمہیں اعلانِ جنگ دے دیا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اس کی ٹڈی دل فوجیں بھی تمہیں زیر نہ کر سکیں گی۔

عبداللہ: "ہم نے کئی مرتبہ اسے سمجھانے اور حملہ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن اس نے نہیں مانا۔ وہ ہماری انکساری کو ہماری بزدلی سمجھتا رہا۔ حالانکہ اس میں ذرا سی بھی عقل اور سمجھ ہوتی تو جان لیتا کہ ہرقل اعظم جس کی شان و سطوت کا چار دانگ عالم میں شہرہ تھا جس کی حکومت یورپ سے ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی جو بڑی بڑی جمعیتیں، بڑے بڑے سازوسامان اور بڑے بڑے عزم وارادے سے ہمارے مقابلہ میں آیا تھا مگر انجام کار شکست کھائی اور ملک شام کا زرخیز حصہ ہمارے قبضہ میں دے کر بھاگ گیا۔ شاہ ایران جو ساسانی حکومت کا چشم وچراغ تھا جس کی ہیبت و دبدبہ سے سلاطین عالم تھراتے تھے جب اس نے ہم سے چھیڑ خانی کی تو ہم نے خدا کے حکم سے اس کا تخت بھی الٹ دیا اور اسے بھی ایران سے بھگا دیا۔

ارسانوس: "دنیا میں یہی دو حکومتیں باعظمت و جلال تھیں اور ان ہی دونوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے خاتمہ ہو گیا۔ اب کس حکومت میں یہ دم خم ہے کہ آپ کا مقابلہ کر سکے۔ خیر جرجیر اپنے کئے کو آپ بھگتے گا۔ مگر میں اپنے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اہلِ قلعہ کے لیئے امان مانگنے آیا ہوں۔"

عبداللہ:" ہماری صرف دو شرائط ہیں۔ ان میں سے جس شرط کو آپ مناسب سمجھیں قبول کر لیں۔"

ارسانوس:" فرمایئے وہ کیا شرائط ہیں؟"

عبداللہ: پہلی شرط تو یہ ہے کہ آپ سب مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جائیں۔ ہم آپ کے دست و بازو ہو جائیں گے اور آپ ہمارے۔"

ارسانوس:" یہ مشکل ہے کہ ہم اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیں۔"

عبداللہ:" تب آپ جزیہ دیں۔ اور ہم آپ کی آپ کے دشمنوں سے حفاظت کریں گے۔"

ارسانوس:" اگرچہ یہ ایک قسم کا ذلت آمیز ٹیکس ہے لیکن اسے قبول کرنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے مجھے جزیہ ادا کرنا منظور ہے۔ فی کس کیا جزیہ ادا کرنا ہوگا؟"

عبداللہ:" ہر شخص کو چار دینار دینے ہوں گے۔"

ارسانوس:" بہتر ہے لیکن کیا آپ قلعہ کے باہر ہی فروکش رہیں گے۔ یا اندر رہنا مناسب سمجھیں گے۔"

عبداللہ:" ہم قلعہ کے اندر رہنا پسند نہیں کرتے۔ البتہ ہمارے کچھ آدمی جزیہ وصول کرنے کے لئے قلعہ میں رہیں گے اور تمہیں قلعہ کے چاروں دروازے کھلے رکھنے ہوں گے۔"

ارسانوس:" منظور ہے، آپ جس قدر لشکر مناسب سمجھیں میرے ساتھ کر دیں۔"

عبداللہ نے اسی وقت پانچسو مسلمانوں کو ارسانوس کے ہمراہ کر دیا۔ قلعہ کے چاروں طرف کے دروازے کھول دیئے گئے۔ مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو گئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قلعہ زد بلہ بذریعہ صلح فتح ہو گیا ہے۔ مسلمان نہایت اطمینان سے قلعہ کے باہر فروکش ہو گئے جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کی مرہم پٹی کی گئی اور قلعہ کے عیسائیوں نے اسلامی لشکر میں دو کانیں لگالیں جن سے مسلمان ضروریات کی چیزیں خرید نے لگے۔ چوتھے روز ارسانوس نے تمام قلعہ والوں کی طرف سے جزیہ کی رقم ادا کر دی اور عبداللہ کو ان کے خیمہ میں تنہا لیجا کر کہا۔" میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

عبداللہ نے کہا "شوق سے کہئے۔"

ارسانوس:" مجھے آپ کی امداد کی ایک معاملہ میں ضرورت ہے۔

عبداللہ:" معاملہ کی نوعیت معلوم ہو جانے پر میں کوئی وعدہ کر سکوں گا۔"

ارسانوس:" بہتر ہے، بات یہ ہے شہنشاہ جرجیر کی ایک بیٹی نہایت خوبرو۔ حور جمال اور پری پیکر نازنین ہے۔ شاید آپ نے بھی اس کے حسن کی شہرت سنی ہو۔"

عبداللہ نے کہا:" ہم مسلمان ایسی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیا کرتے۔"

ارسانوس نے مسکرا کر کہا۔" آپ نے ابھی اس حور وش کو نہیں دیکھا ہے۔ اس لئے ایسی لاپرواہی کی باتیں کر رہے ہیں۔ مگر جب دیکھ لیجئے گا تو دین و دنیا سے بے نیاز ہو کر اس کے اور صرف اس کے ہو کر رہ جایئے گا۔"

عبداللہ:" یہ ہو سکتا ہے کہ جرجیر کی بیٹی حسین ہو لیکن جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں حسن آفرین ان حسینوں سے کہیں زیادہ خوبرو ہے تو ان کے سامنے پریوں اور حوروں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ وہ اس سے لو لگا لیتے ہیں جس نے حسینانِ جہاں کو حُسنِ عالم افروز کا کچھ حصہ عطا کیا ہے۔"

ارسانوس:" معلوم ہو گیا آپ زاہد خشک ہیں مگر میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ جب آپ شہزادی سیلین کو ایک نظر دیکھ لیں گے تو اس کے حسن و خوبصورتی کی تعریف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔"

عبداللہ: "ممکن ہے۔ کیا جرجیر کی بیٹی کا نام سیلن ہے؟"

ارسانوس: "جی ہاں۔ میں حضرت مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج نہ صرف افریقہ بلکہ دوسرے ممالک میں بھی اس جیسی حسین لڑکی کوئی نہیں ہے۔"

عبداللہ: "آپ نے تو اس کی تعریف میں حد کر دی۔"

ارسانوس: "سچ تو یہ ہے کہ میں اس دریکتا کی تعریف کر ہی نہیں سکتا۔ نہ کسی شاعر کو یہ حوصلہ ہے کہ اس ماہِ رُخ کی تعریف کر سکے۔"

عبداللہ: "اچھا مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں؟"

ارسانوس: "میں چاہتا ہوں کہ جب آپ جرجیر پر فتح حاصل کر لیں تو شہزادی سیلن کو میرے حوالے کر دیں۔"

عبداللہ: "دیکھئے میں اس کے متعلق کوئی حتمی وعدہ نہیں کر سکتا۔ نہیں کہا جا سکتا کیا واقعہ پیش آئے۔ شہزادی گرفتار بھی ہو سکے یا نہیں۔"

ارسانوس: "میرا خیال ہے کہ شہزادی اپنے باپ کے ساتھ میدانِ جنگ میں ضرور آئے گی۔"

عبداللہ: "شاید وہ جرجیر سے اور جرجیر اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گئے۔"

ارسانوس: "جی ہاں، مگر ایک بات اور بھی ہے۔"

عبداللہ: "وہ کیا بات ہے۔"

ارسانوس: "شہزادی جس قدر حسین ہے اسی قدر بہادر بھی ہے۔ وہ ضرور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے گی۔"

عبداللہ: "اگر وہ گرفتار ہو گئی تب میں کچھ فیصلہ کر سکوں گا۔"

ارسانوس: "لیکن یہ وعدہ تو فرما لیجئے کہ اگر وہ گل اندام گرفتار ہو جائے تو آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے مجھے دیدیں گے میں تاوانِ جنگ جس قدر کہیئے گا ادا کر دوں گا۔ اگر وہ لونڈی بنالی جائیگی تو میں خرید لوں گا۔

عبداللہ: میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر شاہزادی کو تمہارے پاس جانے میں اعتراض نہ ہوگا تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

ارسانوس: میری تسکین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ارسانوس رخصت ہوگیا جب عبداللہ خیمہ سے باہر آئے تو مصر کی طرف سے تیرہ و تار گھٹا کی طرح غبار اڑتا نظر آیا۔ مسلمان اس غبار کی طرف دیکھنے لگے۔ جب غبار بڑھ کر قریب آیا اور اس کا دامن چاک ہوا تو اسلامی لشکر نمودار ہوا۔

مسلمانوں نے اس لشکر کو دیکھتے ہی پُرشور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور آنے والے لشکر کے ... استقبال کے لئے بڑھے۔

بارھواں باب

شیرانِ اسلام کی آمد

جب سے زویلہ کے قلعہ دار ارسانوس سے مصالحت ہوگئی تھی اسوقت سے مسلمان چاروں طرف سے سمٹ کر ایک طرف ہی مقیم ہو گئے تھے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس آنے والے لشکر کو دیکھ لیا تھا۔ اور سب نے ہی مل کر نہایت جوش سے اللہ اکبر کا پُرشور نعرہ لگایا تھا۔ چونکہ یہ نئی بات تھی اس لئے زویلہ کے عیسائی واقعہ معلوم کرنے کے لیئے فصیل پر چڑھ آئے۔ ارسانوس بھی ایک بُرج میں آ کھڑا ہوا۔ عیسائیوں نے مصر کیطرف سے اسلامی لشکر کو آتے دیکھا۔ شیرانِ اسلام کے رسالے دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ارسانوس نے کہا "اچھے وقت میں میں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اب ان کی فوجیں آنے لگی ہیں۔ یہ وہ عرب ہیں کہ جس پر حملہ کرتے ہیں اسے فتح کئے بغیر نہیں رہتے۔ جرجیر نے بڑی غلطی کی کہ ان پر یورش کرنے کا قصد کیا۔

اس کے ایک مصاحب نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ مصر و شام اور ایران کی طرح افریقہ کی قسمت کا فیصلہ بھی عنقریب ہونے والا ہے"

ارسانوس کی نظر آنے والے لشکر کی طرف تھی۔ اس نے کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ دیکھو جس قدر پہلا اسلامی لشکر تھا اب اس سے دوگنا اور آگیا ہے۔ شاید یہ لشکر دارالخلافہ سے آیا ہے۔ نہ معلوم ایسے ایسے اور کتنے لشکر آنے والے ہیں"

مصاحب "مسلمانوں میں بڑا اتفاق و اتحاد ہے۔ جس طرح شہد کی ایک مکھی کو چھیڑنے سے سارے چھتے کی مکھیاں حرکت میں آجاتی ہیں اسی طرح کسی ایک مسلمان کو ذراسی دھمکی دینے سے ہی ساری .... اسلامی دنیا میں جوش و غضب کا طوفان امنڈ آتا ہے۔

ارسانوس۔ حضرت مسیح کی قسم یہی بات ہے۔ مسلمانوں کی یکجہتی دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ کاش ہم عیسائیوں میں بھی ایسا اتفاق ہوتا۔ لیکن ہم میں نااتفاقی ہے۔ ان کا قومی شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اسی لئے ان کی ریاستیں حکومتیں اور سلطنتیں چھنتی چلی جا رہی ہیں۔

مصاحب "ایک بات اور بھی ہے حضور"

ارسانوس نے مصاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اور کیا بات ہے؟"

مصاحب نے جواب دیا "مسلمان خدا پرست اور پرہیزگار رہیں۔ ان کی نماز کے اوقات جو ان کے نبیؐ نے مقرر کر دیئے ہیں ان پر وہ سارے کام چھوڑ کر نماز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اذا کرتے ہیں؟"

ارسانوس، "میں نے بھی یہی بات دیکھی. کوئی عام سپاہی ہو یا فوجی سردار حتیٰ کہ ان کا سپہ سالار بھی کسی ایک وقت کی نماز نہیں چھوڑتا. ایک ہم عیسائی ہیں کہ ہماری قوم کے بڑے لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے انھیں گرجہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے. حضرت مسیح ان کی سفارش کر کے انھیں بخشوا دیں گے. اب رہے چھوٹے طبقہ کے آدمی. انھیں تلاشِ معاش سے ہی فرصت نہیں ملتی. اس لیے گرجے خالی پڑے رہتے ہیں. سوائے دو چار پادریوں کے کوئی بھی نماز پڑھنے نہیں جاتا۔"

مصاحب: "دیکھئے حضور مسلمان کس جوش مسرت سے بغلگیر ہو رہے ہیں جیسے درحقیقت وہ حقیقی بھائی ہیں۔"

اس وقت آنے والا لشکر قلعہ کے بالکل قریب آگیا اور تمام مسلمان گھوڑوں سے اُتر کر اسلامی گورنر اور ان کے ساتھیوں سے بغلگیر ہو رہے تھے۔

ارسانوس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا: "ہاں یہی اخوت ہے مسلمانوں کی. اس وقت انھیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک ہی شخص کی اولاد نہیں ہیں؟"

اسی وقت ایک پادری برج میں داخل ہوا اس نے کہا۔

"حضرت ذکر وزویلہ کے سردار۔ یہ سب اس تعلیم کا اثر ہے جو مسلمانوں کے نبی نے انھیں دی ہے؟"

ارسانوس اور اس کے مصاحبوں نے گھوم کر دیکھا. وہ پادری کو دیکھتے ہی اس کی طرف جھک گئے اور اس کے دامن کو بوسہ دینے لگے۔

ارسانوس نے کہا: "مقدس باپ! مسلمانوں کے ملنے کا نظارہ کس قدر دلکش ہے۔"

پادری نے کہا: "یہ ہونا ہی چاہیے. اتفاق ہی میں برکت ہے. میرے بچو! میں کچھ عرصہ بیت المقدس میں رہا ہوں. وہاں مسلمانوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں میں حقیقی بھائیوں سے زیادہ محبت ہے۔ مسلمانوں نے مجھے بتایا تھا کہ ان کے ہادی برحق نے جنہیں وہ خدا کا آخری پیغمبر کہتے ہیں ارشاد فرمایا ہے۔

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح طور پر کہا ہے :۔

"یعنی کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کیا کرتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

ان کے رسول کی اس تعلیم نے مسلمانوں کو حقیقی بھائی بنا رکھا ہے اور جب تک مسلمان اس تعلیم کو نہ بھولیں گے اس وقت تک کبھی کسی سے زیر نہ ہونگے۔

ارسانوس :"اس وقت مسلمانوں کا اتفاق اور برادرانہ محبت دیکھ کر میرے دل پر بڑا اثر ہو رہا ہے۔"

پادری :"ہونا ہی چاہیئے۔ کسی زمانے میں عیسائیوں میں بھی بڑا اتفاق تھا لیکن سچ یہ ہے کہ جیسا اتحاد مسلمانوں میں ہے ایسا عیسائیوں میں کبھی نہیں دیکھا۔ اس نئے لشکر کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔"

ارسانوس :"جی ہاں دیکھیئے۔ وہ بچے چہلیں کر رہے ہیں اور مسلمان انھیں کس محبت سے اٹھا اٹھا کر گلے لگا رہے ہیں۔"

پادری :"یہی اخوت ہے مسلمانوں کی۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ مسلمان مع اہل وعیال کے اس طرح دشمنوں کے ملک میں جاتے ہیں۔"

ارسانوس :"کیا آپ نے دیکھا نہیں محترم بزرگ کہ ایران، شام اور مصر میں ہزاروں مسلمان آباد ہو گئے ہیں۔ یہ نڈر قوم ہے۔ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتی شہنشاہ جرجیر نے برا کیا کہ ایسی بہادر قوم کو دعوتِ مقابلہ دی۔"

پادری :"میں نے شہر سبیطلہ کے اسقف اعظم تھیوڈوس سے کہا تھا کہ جرجیر پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کا کافی اثر ہے۔ وہ اپنے اثر سے کام لے کر انھیں اسلامی ممالک پر حملہ کرنے سے روک دیں لیکن اسقف اعظم نے میری بات نہ مانی۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں نے خداوند کے گھر یروشلم (بیت المقدس) پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہم مصر فتح کر کے یروشلم تک اپنی سلطنت وسیع کریں گے۔

ارسانوس یہ ارادہ نیک تو ہے مگر دیکھئے ابھی وہ تیاریوں ہی میں مصروف ہیں۔ اور مسلمان ان کے حملہ کی خبر پا کر ان کے ملک میں گھس آئے۔

پادری: کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں سبیطلہ گیا تھا۔ شہنشاہ جرجیر نے جو تیاریاں کی ہیں ان سے یقین ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو شکست دیکر مصر و شام پر قابض ہو جائیں گے۔

جبکہ اس برج میں ارسانوس اس کے مصاحب اور پادری میں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ اس وقت مسلمان آپس میں بڑے تپاک، بڑی گرم جوشی اور بڑے خلوص سے مل رہے تھے۔

یہ نیا آنے والا لشکر وہی تھا جو ابن عمر کی سرکردگی میں دارالخلافہ سے آیا تھا۔ یہ لشکر جب مصر میں پہنچا اور وہاں آکر معلوم ہوا کہ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد صرف دس ہزار لشکر لیکر افریقہ پر چڑھ گئے ہیں تو اس خیال سے کہ بہت تھوڑے لشکر نے افریقہ پر چڑھائی کی ہے۔ انھوں نے دو منزل اور سہ منزل طے کر کے افریقہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ چونکہ عبداللہ بن سعد کو زویلہ کا قلعہ فتح کرنے میں کئی دن لگ گئے۔ اس لیۓ ابن عمرؓ اپنا لشکر لیکر آپہنچے۔ اور دونوں لشکر اس سرحدی مقام پر آپس میں مل گئے۔

آنے والے لشکر کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے اور بچے متعدد فوں سے کود آئے تھے۔ اس لیۓ مسلمان انھیں گود میں اُٹھا اُٹھا کر گلے لگا رہے تھے، پیار کر رہے تھے اور بچے بھی اسطرح ان سے لپٹ رہے تھے جیسے وہ ان کے قریبی عزیز ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ بن سعد بڑے تپاک سے ابن عمر سے ملے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اس لشکر کے ساتھ آنحضور صلعم کے وہ نواسے بھی ہیں کہ جن سے رسول خدا کو بہت زیادہ محبت تھی جو مسلمانوں کی آنکھوں کے تارے ہیں تو وہ ان دونوں معصوموں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی گھوڑوں سے اتر کر عام مسلمانوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ دونوں شہزادے ہنستے ہوئے عبداللہ کی طرف بڑھے۔

عبداللہ بن سعد نے کہا "خدا کا شکر و احسان ہے کہ آپ کی زیارت ہوگئی"

حضرت حسینؓ نے کہا "خلیفۂ سوئم کی مہربانی سے ہم بھی شریک جہاد ہو گئے"

عبداللہ "آپ کی موجودگی کی برکت سے یقین ہے خدا ہر مشکل کو حل کر دے گا اور مسلمانوں کو مصر میں فتح عظیم عطا فرما دے گا۔

حضرت حسنؓ "یہ خدا کا وعدیٰ ہے کہ مسلمانوں کو فتح دے گا لیکن ہماری موجودگی سے خاص طور پر برکت نازل ہوگی یہ خیال نہ کرد۔ ہم نے یہ کبھی فخر نہیں کیا کہ ہم رسول خدا صلعم کے نواسے ہیں اور آپؐ کی پیاری بیٹی خاتونِ جنت کے بیٹے یا ابن عمر! خدا کی نظروں میں خاندانی شرف کوئی چیز نہیں ہے وہ اسے عزیز رکھتا ہے جو زیادہ پرہیزگار اور زیادہ عبادت گزار ہو۔ مگر میں مسلمانوں کا مشکور ہوں کہ وہ ہم دونوں بھائیوں کی خاص طور پر عزت و وقعت کرتے ہیں"

عبداللہ "کیوں نہ کریں۔ آپ خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کی خدمت سعادت مندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے اور میں بھی آپ کی خدمت کر کے کچھ ثواب حاصل کروں گا۔"

عبداللہ انھیں ساتھ لیکر خیمہ پر آئے۔ ان کے لئے اپنے خیمہ کے پاس ہی ایک خیمہ نصب کرا دیا اور ابن عمر کا تمام لشکر عبداللہ ابن سعد کے لشکر کے گرد فروکش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گیا۔

چونکہ بیس ہزار لشکر تھا اور عبداللہ کے ساتھ دس ہزار تھا اس لیئے اب کل لشکر کی تعداد تیس ہزار ہو گئی تھی۔

ان مسلمانوں نے اس روز وہیں قیام کیا اور عبداللہ ابن سعدؓ نے ابن عمرؓ سے دوسرے روز آگے کوچ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، مگر ابن عمرؓ نے بتایا کہ بچے اور عورتیں متواتر سفر کرنے سے تھک گئی ہیں اس لیئے ایک روز انھیں قیام کر کے آرام کرنے دو۔

چنانچہ یہ لشکر وہیں ٹھہر گیا۔ زویلہ کے قریب ایک آبشار تھا۔ پانی پہاڑ کی بلند چوٹی سے چٹانوں پر گرتا تھا۔ اور سفید جھاگ اُڑتا ہوا نشیبی جانب بہہ جاتا تھا۔ یہ منظر نہایت خوب تھا۔ اس کے چاروں طرف دور تک پھیلا ہوا سبزہ زار تھا پھولوں کے تختے اور چھوٹے بڑے پہاڑی درخت تھے۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیئے عبداللہ بن سعد کے ساتھی اکثر چلے جاتے تھے اب نئے آنے والے مسلمان بھی جانے لگے۔ عورتوں نے بھی اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور ابن عمرؓ نے انھیں بھی اجازت دے دی اور وہ بھی آنے جانے لگیں۔

چونکہ یہ نیا لشکر بڑی تیزی سے آیا تھا۔ اس لیئے جانور اور آدمی سب ہی تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اور سب ہی کو آرام کرنے کی ضرورت تھی۔ ابن عمرؓ نے اس بات کو سمجھ لیا تھا اور انھوں نے اس وقت تک وہاں قیام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جب تک جانوروں اور انسانوں کا تکان دُور نہ ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیرھواں باب

ایک حور وش نازنین

سرور، عبداللہ بن سعد کے لشکر کے ساتھ تھے۔ ان کے تحت میں پانچ سو مجاہدین کا رسالہ تھا۔ جب سے زویلہ کے سامنے آکر مقیم ہوئے تھے اسوقت سے ان کا یہ وطیرہ ہو گیا تھا کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی آبشار کے پاس کسی سبزہ زار چٹان پر جا بیٹھتے اور وہیں قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کی نماز پڑھتے ہی حسب عادت آبشار کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے وہ سراپردہ کے قریب سے ہو کر گزرے۔

مسلمانوں کا قاعدہ تھا کہ ان کے جس لشکر کے ساتھ عورتیں ہوتیں وہ ان کے لئے امن و اطمینان کی جگہ خیمہ اس طرح نصب کرتے تھے کہ ان کا ایک گول حلقہ قائم ہو جاتا تھا اور خیموں کے درمیان میں کافی صحن خواتین عرب کے نماز پڑھنے چہل قدمی کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جس حصہ میں عربی خواتین رکھی جاتی تھیں اسے سراپردہ کہتے تھے۔ جونہی سرور سراپردہ کے قریب سے گزرے ایک پری پیکر عربی دوشیزہ نے خیمہ کا پردہ اپنی نرم و نازک انگلیوں سے ذرا سا کھسکایا اور اپنا روئے تاباں نکال کر جھانکا۔

یہ لڑکی نہایت حسین و جمیل تھی۔ اس کے اچانک خیمہ کا پردہ اٹھا کر جھانکنے سے بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے سیاہ بدلیوں کو پھاڑ کر چودھویں رات کا چاند نکل آیا ہو اس نے سرور کو دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا۔ اور حسن و جمال کی رو اس کے نرم چہرے پر دوڑ گئی۔ سرمگیں رشک غزال چین آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیدا ہوئی۔ وہ جلدی سے اندر سرک گئی اور چندہی ثانیہ بعد ایک سفید چادر میں لپٹ کر سرور کے پیچھے چل پڑی۔ سرور کو مطلق علم نہ ہوا کہ کسی نے انھیں جھانک کر خیمہ سے دیکھا اور کوئی حور وش ان کے تعاقب میں چل پڑی ہے۔ وہ سر جھکائے بغیر ادھر اُدھر دیکھے نہایت اطمینان سے اور بے فکری سے چلے جا رہے تھے۔

جس جگہ اسلامی لشکر فروکش تھا اس سے تین فرلانگ کے فاصلے پر پہاڑ کا ایک سلسلہ اٹھتا تھا اور آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ اسی پہاڑ میں ایک قدرتی آبشار تھا۔ چونکہ ابھی بہت ہی سویرا تھا آفتاب ہنوز طلوع نہیں ہوا تھا اس لئے کوئی اس طرف آ جا نہ رہا تھا۔ سرور آہستہ آہستہ قرآن شریف کی کوئی سورت پڑھتے ہوئے پہاڑ کی طرف چلے جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے وہ ماہ طلعت حسینہ جو خیمہ سے نکل کر ان کے تعاقب میں چل پڑی تھی بدن سمیٹے، جسم کے ہر عضو کو چادر میں چھپائے خرام ناز سے چلی جا رہی تھی۔

چلتے چلتے سرور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مہ جبیں دوشیزہ بھی ان سے چند ہی قدم کے فاصلہ سے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔

پہاڑ کا یہ حصہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ ہر طرف جھاڑیاں، جنگلی درخت اور پھولوں کے تختے تھے۔ یہاں پانی کے اوپر سے گرنے کا شور صاف طور پر سنائی دے رہا تھا۔ سرور اور بڑھے اور آبشار کے سامنے جا پہنچے۔ دو چٹانیں مشرق و مغرب سے اٹھتی ہوئی بلند ہو گئی تھیں اور دونوں کے درمیان میں اوپر سے پانی کی دھار پڑ رہی تھی۔ یہ نہایت ہی دلفریب منظر تھا۔ سرور نے کچھ دیر کھڑے ہو کر آبشار کو دیکھا۔ پھر ایک پتھر کے ٹکڑے پر بیٹھ کر قدرے بلند آواز سے کلام اللہ کی تلاوت کرنے لگے اس پہاڑ نے کبھی کاہے کو خدائے ہیبت و جلال کا وہ کلام سنا ہوگا جس کے متعلق خدا نے خود ارشاد فرمایا: "اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ کے اوپر اتارتے تو وہ خوف خدا سے دب اور پھٹ جاتا۔" مگر مسلمان تھے کہ دشت و جبل میں، بحر و بر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں خدا کا کلام پڑھتے رہے جہاں بھی گئے خدا کی وحدانیت کی منادی کر آئے۔

غرض سرور کلام اللہ شریف کی تلاوت کرنے لگے اور ماہِ جمال عربی دوشیزہ ایک چٹان کے اوپر جھک کر ان کی طرف غور سے دیکھ اور سُن رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں آفتاب طلوع ہو گیا اور اس کی بنفشئی شعاعیں سبزہ زار پر لوٹنے لگیں اور سفید پانی پر عکس فگن ہو کر کچھ عجیب طرح سے جگمگانے لگیں چند گستاخ کرنیں ماہوش کے چہرۂ حسین پر تصدق ہونے لگیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ یہ لڑکی نہایت حسین تھی۔ اس نے اس وقت اپنا روئے تاباں کھول لیا تھا۔ اور اس کے رخسارے گلاب کے پھولوں کی رنگت میں ڈوب گئے تھے۔ نزہت بخش ہوا کے جھونکوں نے اس کے شہابی رخساروں سے اٹھکھیلیاں کرنا شروع کر دی تھیں۔ مگر اس سیم تن کو بالکل ہی معلوم نہ تھا کہ ہوا اور شعاعیں اس کے گورے مکھڑے کے تصدق ہو رہی ہیں۔ وہ ٹکٹکی لگائے سرور کو دیکھ رہی تھی اور نہایت توجہ سے قرآن پاک سُن رہی تھی

تھوڑی دیر میں سرور نے تلاوت بند کی اور خاموش بیٹھ کر قدرت کی صنعت کا مطالعہ کرنے لگے۔ اب حور وش دوشیزہ اپنی جگہ سے آگے بڑھی۔ اس نے اپنی چادر اتار کر تہہ کی اور اپنے بائیں ہاتھ میں ڈال لی۔ وہ مکمل عربی لباس پہنے تھی جو اس کے تن ناز پر خوب زیب دے رہا تھا۔ اس کے گیسوئے دراز کی سیاہ لٹیں دو چوٹیوں میں گندھی ہوئی تھیں اور ان میں روپہلی لیس بھی گندھی تھی۔ جس سے اسکی زلفیں دو کوڑیالے سانپ معلوم ہو رہی تھیں۔ جو دونوں طرف سے اس کے گداز اور اُبھرے ہوئے سینے پر لوٹ رہی تھیں۔ اور گھٹنوں سے کچھ اوپر آکر رک گئی تھیں۔

اس نے سر سے سیاہ رومال باندھ رکھا تھا جو نہایت ہی دلفریب معلوم ہو رہا تھا اور گلابی رنگ کا دوپٹہ اوڑھے تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ محشر خرامی سے چل کر آبشار کو دیکھتی ہوئی سرور کے سامنے سے اس طرح گزری جیسے اس نے سرور کو دیکھا ہی نہیں ہے، ہمہ تن آبشار کو دیکھنے میں مشغول ہے۔

جوں ہی سرور کی نگاہ اس سیم تن پر گئی وہ چونک پڑے۔ انھوں نے غور سے اس رشک قمر کو دیکھا جلدی سے اُٹھے اور بے ساختہ پُکارا: "سلمیٰ..... ؟"

سلمیٰ جیسے ان کی آواز اچانک سُن کر اچھل پڑی۔ اس نے گھوم کر سرور کو دیکھا اس کی آنکھوں سے کچھ خوشی اور کچھ حیرت کی جھلک نظر آئی جیسی صفت لبوں پر تبسم دوڑا۔ کچھ حجاب دامن گیر ہوا لیکن فوراً ہی شوخی آ گئی۔ اس نے نقرئی لہجہ میں کہا "اچھا آپ ہیں۔"

سلمیٰ سرور کی منگیتر تھی۔ سرور اس کی طرف بڑھے۔ انھوں نے کہا: "تم کب آئیں سلمیٰ؟"

اب سلمیٰ کی شوخی رخصت ہو گئی۔ وہ متین بن گئی۔ اس نے کہا: "جب آپ نے دیکھا۔"

سرور اس پیکر حُسن کے پاس جا کر کھڑے ہوئے۔ انھوں نے دریافت کیا: "مزاج تو بخیر ہیں۔"

سلمیٰ نے روکھے پن سے جواب دیا۔ "آپ کی بلا سے۔"

سرور سمجھ گئے کہ وہ ان سے ناخوش ہے۔ انھوں نے کہا: "مجھ سے خفا ہو سلمیٰ؟"

سلمیٰ نے آبشار کی طرف رُخ کر کے کہا: "مجھے خفا ہونے کا کیا حق ہے؟"

سرور نے اس حور تمثال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "حق تم میری نشاط روح ہو سلمیٰ۔"

سلمیٰ نے آہستگی سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "مجھے بناؤ نہیں سرور۔"

سرور نے اس کے گلابی رخساروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "بخدا میں سچ کہتا ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ: "لیکن تم بغیر مجھے اطلاع کئے چلے آئے۔ اور . . . . ."

سرور نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "یہ قصور مجھ سے ضرور سرزد ہو گیا۔ مگر جانتی ہو یہ خطا کیوں ہوئی؟"

سلمیٰ نے جادو نگار آنکھوں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا: "کیوں ہوئی؟"

سرور: "محض جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت کے غلبہ کی وجہ سے۔"

سلمیٰ: "کیا سچ کہہ رہے ہیں آپ؟"

سرور: "خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔"

سلمیٰ: "جب تو میں غلطی پر تھی۔ ایک مسلمان میں یہ جذبہ ضرور ہونا چاہیئے۔"

سرور: "تو کیا تم نے میرا قصور معاف کر دیا؟"

سلمیٰ: "بیشک! لیکن آپ بھی تو مجھے معاف کر دیں۔"

سرور: "آپ نے کیا خطا کی ہے؟"

سلمیٰ: "میں آپ سے بدظن ہو گئی تھی۔"

سرور: "میں نے معاف کیا سلمیٰ! اسی لیئے تو اسلام کی تعلیم ہے کہ کسی شخص سے اس وقت تک بدظن نہ ہو جب تک کوئی خاص بات آنکھوں سے دیکھ اور اپنے کانوں سے سُن نہ لو۔"

سلمیٰ: "اس طرح تو میں خدا کی بھی گنہگار ہوئی۔ پروردگار مجھے معاف کرتا"
حورِوشِ سلمیٰ نے دعا کے طریقے پر ہاتھ اُٹھا کر آسمان کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سرور نے مسکرا کر کہا: "اطمینان رکھو جس خالقِ حُسن نے تمہیں حُسن کی دولت عطا کی ہے وہ ضرور اپنی حسینہ کی خطا معاف کر دیگا۔"

سلمیٰ نے میٹھی چتون سے سرور کو دیکھتے ہوئے کہا: "شاید آپ عیسائیوں کے ملک میں آ کر عربی معاشرت بھول گئے ہیں۔ سنا ہے عیسائی مرد عورتوں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکیوں کے حسن کی تعریف ان کے سامنے کرتے ہیں۔"
سرور" یہ سچ ہے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ خدا معاف کرے۔ مگر سلمیٰ..."
سرور کچھ اور کہنے والے تھے کہ سلمیٰ نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا" خاموش۔ کوئی اسطرف آرہا ہے۔"
سرور نے نگاہیں اُٹھا کر دیکھا تو چند کمسن لڑکیاں اور بچے آرہے تھے۔ انھوں نے کہا" بیشک آرہے ہیں۔ اب میرا کھڑا رہنا یہاں ٹھیک نہیں ہے کوئی دیکھ نہ لے پھر کب ملاقات ہوگی سلمیٰ"؟ جب موقع ہوا۔ اچھا اسلام علیکم؟
سرور" وعلیکم السلام۔ رشک حور" سلمیٰ مسکرانے لگی سرور وہاں سے چھپ کر ایک بڑی چٹان کی آڑ میں چلے گئے اور جلدی جلدی وہاں سے دوسری طرف جا کر لشکر کی طرف چل پڑے۔ سلمیٰ کے پاس کمسن اور حسین کم عمر لڑکیاں، لڑکے آگئے اور وہ انھیں ساتھ لیکر آبشار کا تماشہ دیکھنے لگیں۔

چودھواں باب

پیش قدمی

چند روز قیام کر کے نو وارد لشکر کی خستگی دُور ہوگئی۔ اور اب مسلمانوں نے آگے بڑھنے کا تقاضہ شروع کیا۔
چونکہ افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت مصر کے گورنر نے دربار خلافت سے حاصل کی تھی اس لیئے وہی اس تمام لشکر کے سپہ سالار بھی قرار پائے۔ ابن عمرؓ نے ان سے کہا" اگرچہ میں اس لشکر کا جو مدینہ منورہ سے آیا ہے سردار مقرر ہو کر آیا ہوں لیکن یہاں آکر میں اور میرا لشکر آپ کے محکوم ہوگئے ہیں۔ ہمیں آپ جو حکم دیں گے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی تعمیل کریں گے۔

عبداللہ بن سعد نے کہا: "مگر میں یہ چاہتا تھا کہ اس تمام لشکر کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں رہتی ——"

ابن عمرؓ: "نہ یہ مناسب ہے نہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ میری اور تمام مسلمانوں کی خواہش یہی ہے کہ تمام لشکر کی آپ ہی قیادت کریں۔"

عبداللہ: "جب آپ سب ہی مجھے یہ عزت دینا چاہتے ہیں تو میں بڑے فخر کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اب ہمیں طرابلس کی طرف بڑھنا چاہیئے۔"

ابن عمرؓ: "مجھے بھی یہی بات معلوم ہوئی ہے کہ زویلہ سے آگے طرابلس کا قلعہ ہے جو نہایت مضبوط و مستحکم ہے۔ اسے تسخیر کرنے کے بعد ہی ہم افریقہ کے دارالسلطنت شہر سبیطلہ کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔"

عبداللہ: "یہی بات ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کل سے لشکر کی روانگی شروع کر دی جائے۔"

ابن عمرؓ: "کیا آپ تھوڑا تھوڑا لشکر بھیجنا چاہتے ہیں؟"

عبداللہ: "ہاں میرا یہی ارادہ تھا۔"

ابن عمرؓ: "مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ ممکن ہے طرابلس میں عیسائیوں کا زیادہ لشکر ہو اور وہاں ہماری تھوڑی سی فوج پہنچے تو وہ اچانک حملہ کر دیں۔"

عبداللہ: "یہ بات بہت ممکن ہے۔"

ابن عمرؓ: "اس کے علاوہ راستہ بھی نہایت دشوار گزار اور خطرات سے پُر ہے۔ تھوڑا تھوڑا لشکر بھیجنا ٹھیک نہیں ہے۔"

عبداللہ: "رائے مناسب ہے۔ اچھا تو کل تمام لشکر کوچ کریگا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن عمرؓ۔ اور زویلہ پر کس قدر لشکر چھوڑا جائے گا؟"

عبداللہ "کسی قدر بھی نہیں۔"

ابن عمرؓ۔ اگر ارسانوس نے غداری کی اور ہم پر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا تب کیا ہوگا؟"

عبداللہ "میرے خیال میں وہ ایسا نہیں کریگا۔"

ابن عمرؓ "کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

عبداللہ "ہاں۔ ارسانوس جرجیر کی پری زاد لڑکی پر فریفتہ ہے۔ اور ہمارے ذریعہ سے اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

ابن عمرؓ "میں نے مصر میں داخل ہوتے ہی اس لڑکی کے حُسن کی تعریف سُنی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت زیادہ حسین ہے۔"

عبداللہ "میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے بلکہ حسین وجمیل ہونے کے ساتھ بہادر بھی ہے۔"

ابن عمر نے مسکرا کر کہا "اس کی بہادری اس کے بڑھے ہوئے حُسن کی وجہ سے ہے کیونکہ جبر کسی سے جنگ کرنا چاہتی ہوگی وہ اُس کے رُخِ زیبا کو دیکھ کر اس پر حملہ کرنے سے باز رہ جاتا ہوگا۔"

عبداللہ "ممکن ہے یہی بات ہو۔"

ابن عمرؓ "تو گویا ارسانوس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔"

عبداللہ "میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔"

ابن عمر "اگرچہ ان عیسائیوں کا کوئی بھروسہ نہیں لیکن ہمارا اعتماد خدا پر ہے جو اسے منظور ہے وہ ہوگا۔"

اسی روز تمام لشکر میں اعلان کرا دیا گیا کہ اگلے روز کوچ ہوگا۔ چنانچہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں نے اپنا اپنا سامان باندھنا شروع کیا۔ ارسانوس کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ عبداللہ بن سعد کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "میں نے سنا ہے کل آپ طرابلس کی طرف کوچ کرنے والے ہیں۔"

عبداللہ نے کہا: "آپ نے ٹھیک سنا ہے۔"

ارسانوس: "اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی اپنے چند چیدہ بہادر اور جاں نثار سواروں کو لے کر آپ کے ہمراہ چلوں۔"

عبداللہ: "اگر آپ اس بات کو پسند کریں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن آپ اتنی زحمت کیوں گوارہ کرنا چاہتے ہیں؟"

ارسانوس: "اس لیے کہ شاید میں ماہ پارہ ملیح کو حاصل کر سکوں۔"

عبداللہ: "ہاں قسمت آزمائی کیجئے۔ ہمیں راہبر کی ضرورت بھی تھی۔"

ارسانوس: "اور جاسوسوں کی بھی تو ضرورت ہوگی آپ کو۔"

عبداللہ: "ٹھیک کہا آپ نے۔ راہبروں اور جاسوسوں دونوں ہی کی ضرورت ہے۔"

ارسانوس: "یہ دونوں کام میرے وفادار سپاہی انجام دیں گے۔"

عبداللہ: "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کس قدر سپاہی لے جائیں گے آپ؟"

ارسانوس: "کچھ زیادہ نہیں۔ صرف ڈھائی سو۔"

عبداللہ: "بہتر ہے تو آپ بھی تیار ہو جائیے۔"

ارسانوس چلا گیا اور عبداللہ نے ابن عمر سے یہ بات جا کہی۔ انھوں نے کہا "یہ بہت اچھا ہے کہ ارسانوس ہمارے ساتھ ہوگا۔ اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے زویلہ والوں کی بغاوت کا اندیشہ بھی باقی نہ رہے گا۔"

عبداللہ: "یہی بات میں نے بھی سوچی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی روز شام کے وقت ارساکوس کا شاہی خیمہ قلعہ کے باہر استادہ کر دیا گیا اور اس کے ڈھائی سو چانباز و بہادر سپاہی بھی اس کے خیمہ کے گرد آ ٹھہرے۔

دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی اسلامی لشکر میں ہلچل شروع ہو گئی۔ عبداللہ نے تمام لشکر کو کئی دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اور یہ دستے ابن عمرؓ ابن عباسؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ ابن جعفرؓ کی سرکردگی میں دیئے گئے۔ ہر ایک کو تین تین ہزار سوار دیئے گئے اور باقی تمام لشکر عبداللہؓ نے اپنے تحت میں رکھا۔ البتہ سرور کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ عورتوں کی حفاظت و نگرانی پر مامور کر دیا۔

اب لشکر کی روانگی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ابن عمرؓ چلے۔ جب وہ ایک میل نکل گئے۔ تب ابن عباسؓ چلے۔ ان کے پیچھے حضرت حسنؓ۔ ان کے پیچھے حضرت حسینؓ ان کے پیچھے ابن جعفرؓ روانہ ہوئے۔ ان تمام دستوں میں ایک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ ان کے بعد عبداللہ معہ تمام لشکر اور ارساکوس کے پیچھے چل پڑے اور سب کے پیچھے سرور عورتوں اور بچوں کو لیکر روانہ ہو گئے۔ چونکہ ہر دستہ ایک دوسرے سے ایک میل کے فاصلے پر چلا اس لیئے دس گیارہ میل کی دُوری میں اسلامی لشکر پھیل گیا۔ سرور دوپہر کے وقت روانہ ہوئے۔

جس قطعہ زمین کو مسلمانوں نے طے کرنا شروع کیا وہ دُشوار گزار تھا۔ شروع میں کچھ حصہ سرسبز شاداب آیا۔ گھاس۔ جھاڑیاں۔ درخت پانی سب کچھ ملا مگر جوں جوں آگے بڑھتے گئے خشک ریگستان شروع ہو گیا۔ اور اس ریگ زار میں ہرنوں کی ڈاریں اور شتر مُرغ کثرت سے ملتے چلے گئے۔

جب ریگستان ختم ہو گیا تب جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا جو اس قدر دُشوار تھا کہ سوار تو سوار پیادہ آدمی کا بھی درختوں کے تنوں اور شاخوں میں سے گزرنا مشکل تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخت ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے کھڑے تھے اور ان کی شاخیں اس طرح گتھی ہوئی تھیں کہ راستہ ہی نہ ملتا تھا۔ عام جنگل کے علاوہ راستے پر ٹہنیاں اور شاخیں اس طرح جھک آئی تھیں کہ رہروؤں کو چلنے میں بڑی دقت اور تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔

ایک ہزار مسلمانوں نے تلواروں اور کلہاڑیوں سے موٹے موٹے ٹہنے اور لمبی لمبی شاخیں تراش کر راستہ صاف کرنا شروع کر دیا تھا لیکن اسطرح لشکر کو کوچ کرنے میں بڑی دقت ہو رہی تھی

مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگل میں عجیب عجیب قسم کے زہریلے سانپ اور اژدہے بہ کثرت بکھرے پڑے ہیں۔ کسی طرف بندروں کی کثرت ہے جو ہندوستان کے بندروں سے بڑے اور تنومند تھے۔ درختوں کی شاخوں پر اُچھلتے کودتے اور جھولتے نظر آرہے تھے۔ کہیں سفید جسم اور سیاہ منہ والے لنگور تھے جن کی دُمیں بڑی لمبی تھیں جو دس دس پندرہ پندرہ گز لمبی جست لگاتے تھے اور جب جست لگاتے وقت مسلمانوں کو دیکھ لیتے تھے تو درمیان ہی سے اُلٹے ہو کر وہیں جا پڑتے تھے جہاں سے کہ وہ کودتے تھے۔ کچھ دُور چل کر انھوں نے ایسے جانور دیکھے جن کے قد انسانوں کے برابر تھے۔ ان کے تمام جسم پر ریچھ کی طرح سے سیاہ اور لمبے لمبے بال تھے۔ چہرے آدمیوں سے بالکل مشابہ تھے۔ اور عام انسانوں کی طرح دونوں پیروں پر چلتے تھے۔ یہ گوریلا کہلاتے تھے۔ ان کی حرکتیں بالکل آدمیوں کی سی تھیں۔

ڈارون نامی ایک انگریز نے مدتوں کے غور و مطالعہ کے بعد دنیا کے سامنے یہ بات پیش کی تھی کہ انسان بندروں کی نسل سے ہیں۔ گوریلا جس کی نسل یہ انسان کو بتایا تھا۔ بہت چھوٹے قد و قامت کا تھا اور انسان اس سے ڈیل ڈول میں کئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حصے بڑھ گیا۔ ممکن ہے انھوں نے گوریلے دیکھے ہوں اور انھیں انسانوں سے مشابہ کہہ کر یہ خیال کیا ہو کہ انسان گوریلا کی نسل سے ہیں اور گوریلا کو بندر سمجھا ہو۔"

عربوں نے بھی گوریلے اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ وہ انھیں اور ان کی حرکتیں دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ گوریلے بھی عربوں کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں میں سے جھانک جھانک کر دیکھتے اور خوش فعلیاں کرتے ہوئے یا تو جنگل میں بھاگ جاتے یا درختوں پر چڑھ کر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جست لگانے لگتے۔

عربوں نے چاہا کہ انسان نما جانوروں میں سے ایک دو کو گرفتار کریں تاکہ حجاز مقدس میں انھیں بھیجیں اور عرب انھیں دیکھ کر حیران ہوں مگر گوریلا بڑا چالاک اور خوفناک و خونخوار جانور ہوتا ہے ان میں سے ایک بھی ان کے ہاتھ نہ آیا۔

جنگل کے ایک حصہ میں نہایت عظیم الجثہ ہاتھی ملے۔ قد و قامت میں ہندوستان کے ہاتھیوں سے ڈیوڑھے تھے۔ ان کے کان اس قدر لمبے اور چوڑے تھے کہ انھیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ نر اور مادہ دونوں کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک بڑا دریا آگیا۔ مسلمانوں نے اس پر پل بنانا شروع کر دیا۔ جب تک کہ پل بنے وہ اسی کنارے پر فروکش ہو گئے۔

ایک روز بہت سے مسلمانوں نے دیکھا کہ چند گھوڑے سمندر کی طرف سے دریا میں تیرتے چلے آ رہے ہیں۔ بڑے خوفناک اور تنومند ہیں۔ جو عرب دریا کے کنارے بیٹھے تھے ان نڈر گھوڑوں نے ان پر حملہ کر کے انھیں دریا میں کھینچنا چاہا مگر وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئے اور ان پر تیروں کی باڑھ ماری۔ گھوڑے واپس ہوئے اور بڑی تیزی سے سمندر کی طرف تیر گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دریائی گھوڑے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جب پل تیار ہو گیا تو اسلامی لشکر اس کے اوپر سے ہو کر آگے بڑھا۔ چند ہی فرسنگ چلا ہوگا کہ سامنے سے طرابلس کا مشہور اور مضبوط قلعہ نظر آنے لگا۔

جب مسلمان قلعہ کے سامنے پہنچے تو اس کا پھاٹک کھل گیا اور عیسائی سواروں کا سیلاب قلعہ سے نکل نکل کر میدان میں پھیلنے لگا۔

پندرھواں باب

جنگ

عیسائیوں کا لشکر بڑی تیزی سے قلعہ سے نکل رہا تھا اور میدان جنگ میں آ آکر صف بستہ ہوتا جاتا تھا۔

سب سے آگے ابن عمرؓ اپنا لشکر لئے چلے آ رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ عیسائی قلعہ سے نکل کر صفیں مرتب کرنے لگے ہیں۔ اور لڑائی پر آمادہ نظر آتے ہیں تو انھوں نے بھی اپنے لشکر کو ان سے کسی قدر فاصلہ پر ٹھہرا کر میمنہ اور میسرہ قائم کرنا شروع کر دیا۔ ابھی ان کی صفیں مرتب نہ ہوئی تھیں کہ ابن زبیرؓ اپنے دستے کے ساتھ پہونچ گئے۔ ابن عمرؓ نے اپنا لشکر سمیٹ کر قلب میں کر لیا اور ابن زبیرؓ میمنہ میں جا پہنچے اور ان کے فوراً بعد ابن عباسؓ آگئے اور وہ میسرہ میں جا کر کھڑے ہوئے۔ ان کے پیچھے حضرت حسنؓ اور پھر حضرت حسینؓ آگئے۔ یہ دونوں ابن عمرؓ کے پیچھے صف بستہ ہوئے۔

اس عرصہ میں ۱۵، ۲۰ ہزار عیسائی قلعہ سے نکل کر میمنہ اور میسرہ وغیرہ قائم کر کے لڑائی کے لئے مستعد ہو گئے۔ چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کا لشکر صرف دس ہزار ہی آیا تھا اور یہ تعداد عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لیے طرابلس والوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے رسالے جو آہن پوش تھے بڑے جوش وخروش سے بڑھنے لگے۔ انھوں نے لمبے لمبے نیزے ہاتھوں میں لیئے۔ بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں سنبھالیں اور اس طرح چلے جیسے وہ مسلمانوں کو پامال کر ڈالیں گے۔

ابن عمرؓ نے انہیں بڑھتے دیکھ کر مسلمانوں کو مستعد ہو جانے کا اشارہ کیا اور جب عیسائی قریب آ گئے تو انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کو سُنتے ہی مسلمانوں نے بھی نیزے نکال لیئے۔ ڈھالیں پشت سے اتار کر ہاتھوں میں لے لی اور جب ابن عمرؓ نے دوسرا نعرہ لگایا تو انھوں نے بڑھنا شروع کر دیا۔

عیسائی بڑی تیزی سے بڑھے چلے آ رہے تھے جب وہ بہت ہی قریب آ گئے تب ابن عمرؓ نے تیسرا نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کو سُنتے ہی مسلمانوں نے نہایت زور شور کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں کے تمام دستے حرکت میں آ گئے ہر رسالہ بڑے جوش وخروش سے بڑھا۔ ادھر عیسائی آ رہے تھے۔ دونوں لشکر ٹکرا گئے۔ نہایت زور شور سے نیزے چلنے لگے۔

اس وقت ایک پہر سے زیادہ دن چڑھ آیا تھا۔ دھوپ ہر طرف اور ہر چیز پر پھیل گئی تھی۔ نیزوں کی انیاں آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جھلملا رہی تھیں عیسائی اور مسلمان دونوں ایک دوسرے پر بڑے زور وقوت سے حملے کر رہے تھے عیسائیوں کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو روند ڈالیں گے۔ نیزوں سے چھید کر گرا دیں گے۔ اور ان کے خون سے ارض طرابلس کو گلنار بنا دیں گے۔ مگر جب مسلمانوں نے ان پر حملے کیئے اور ان کے چھوٹے چھوٹے نیزوں نے عیسائیوں کے سینے اور پیٹ چھیدنا شروع کیئے تو عیسائی سنبھل گیئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ مسلمان ایسے نرم اور موم کے نہیں ہیں کہ عیسائی انھیں جیسے اور جس طرح چاہیں توڑ موڑ لیں۔ بلکہ انھیں نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنے لگا کہ خلاف توقع مسلمان نہایت بہادر، بڑے جفاکش اور کمال نڈر ہیں۔ وہ میدانِ جنگ کو بازیچۂ طفلاں اور جنگ و پیکار کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ لیکن عیسائی مسلمانوں سے تعداد میں زیادہ تھے۔ اس لیئے ان کے دل بڑھے ہوئے تھے اور وہ بڑی بے خوفی اور پورے جوش سے لڑ رہے تھے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ طول کھینچتی چلی جا رہی ہے اور نیزے اس پھرتی سے کاٹ چھانٹ نہیں کر رہے ہیں جس طرح وہ چاہتے تھے تو انھوں نے نیزے ڈال دیئے اور تلواریں سونت لیں۔ تلواریں کھینچتے ہی انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور بڑے جوش اور نہایت زور و قوت سے حملہ کر دیا۔ انھوں نے افریقی عیسائیوں کے نیزے کاٹ کاٹ کر ان پر حملے شروع کر دیئے۔

عیسائیوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انھوں نے بھی نیزے پھینک دیئے اور تلواریں نکال کر نہایت جوش و خروش سے ٹوٹ پڑے۔

مسلمان پُر زور حملے کرتے ہوئے عیسائیوں میں گھُستے چلے گئے اور عیسائی مسلمانوں میں دھنس گئے۔ لڑائی گھمسان کی ہونے لگی۔ صاف شفاف تلواریں بجلی کی طرح کوندتی ہوئی انسانوں کے سروں پر چمکنے لگیں۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ بہادر جوش سے لڑنے لگے۔ تلواریں کاٹ کرنے لگیں۔ سر کٹ کٹ کر اُچھلنے لگے۔ دھڑ گر گر کر تڑپنے لگے۔ خون کے پرنالے بہہ گئے۔

آفتاب کی شعاعوں میں سفید سفید تلواریں برق خاطف کی طرح کوندرہی تھیں چونکہ عیسائی آہن پوش تھے۔ زرہ بکتر پہنے، چار آئینے لگائے اور خود اوڑھے تھے اس لئے ان پر مشکل سے تلواریں کارگر ہوتی تھیں اور عیسائیوں کی تلواریں مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی تھیں۔ مسلمان شہید بھی ہو رہے تھے اور زخمی بھی۔ مگر جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا تھا تو نہایت جوش و غضب میں آکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑتا تھا اور جب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک ایک دو عیسائیوں کو قتل نہ کر ڈالتا تھا اسے قرار نہ آتا تھا۔

عیسائیوں کے حوصلے اس وجہ سے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک تو ان کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی دوسرے وہ آہن پوش تھے۔ اور مسلمان معمولی زرہ بکتریں پہنے ہوئے تھے۔ تیسرے وہ اپنے ملک، اپنے وطن اور اپنے گھر میں تھے چوتھے عیسائیوں کو مدد پہنچنے کی امید تھی۔ اسی لئے عیسائی بڑی بے خوفی، بڑی دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دینگے لیکن مسلمانوں نے گویا قصد کر لیا تھا کہ وہ سارے ہی عیسائیوں کو قتل کر کے دم لیں گے۔ اس لئے وہ بڑی پھرتی۔ بڑی جرأت اور بڑی بے باکی سے حملے کر رہے تھے۔ ہر مجاہد خونخوار شیر بنا ہوا تھا۔ ادھر ادھر اور سامنے بڑے جوش اور بڑی قوت سے حملے کر رہے تھے۔

چونکہ جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی تھی اس لئے کسی فریق کی کوئی صف بھی قائم و باقی نہ رہی تھی۔ فریقین تھوڑے تھوڑے گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ اور ہر گروہ اپنے مدمقابل سے مصروف جنگ تھا۔ نہایت جوش و خروش سے ایک فریق دوسرے فریق پر وار کر رہا تھا۔ عیسائی گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے مسلمان خاموش تھے۔ ہزاروں عیسائی قلعہ کی فصیل پر چڑھ آئے تھے اور وہ بھی اپنے بہادر جنگجو سپاہیوں کے دل بڑھانے کے لئے اس قدر شور کر رہے تھے کہ تمام فصیل سارا قلعہ اور وہ کل میدان گونج اٹھا تھا جس میں جنگ ہو رہی تھی۔

ابن عمرؓ ایک ہاتھ میں علم اور ایک ہاتھ میں تلوار لئے نہایت جوش و خروش سے حملے کرتے اور دشمنوں کو مارتے کاٹتے بڑھ رہے تھے۔ وہ اکثر ایسے گروہ پر حملہ کرتے جس میں دشمنوں کے زیادہ لوگ ہوتے اور پُرزور حملے کر کے ان میں سے زیادہ تعداد سپاہیوں کی قتل کر ڈالتے جو دو چار باقی رہ جاتے وہ ان سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈر کر ادھر ادھر دب جاتے یا بھاگ کر دوسرے گروہ میں مل جاتے اور ابن عمرؓ دوسرے گروہ پر جا پڑتے تھے۔

ابن جعفرؓ بھی ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں تلوار لیئے نہایت جوش غضب سے جنگ کر رہے تھے وہ جس عیسائی پر حملہ کرتے اسے خاک وخون میں لٹا دیتے جس بہادر کے تلوار مارتے خود کاٹ دیتے اور کھوپڑی کاٹ ڈالتے۔ انھوں نے بھی دسیوں عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ اور برابر ٹھکانے لگاتے جاتے تھے۔

ابن عباسؓ بھی جوش وطیش میں آ کر حملے کر کے دشمنوں کو قتل کر رہے تھے۔ وہ بھی جس سوار پر حملہ کرتے جب تک اسے قتل نہ کر ڈالتے اس کا پیچھا نہ چھوڑتے۔

حضرت حسنؓ بائیں ہاتھ میں ڈھال اور داہنے ہاتھ میں تلوار لیئے بڑے جوش اور بڑی قوت سے حملے کر رہے تھے۔ ان کی جالستان تلوار جس چیز پر پڑتی تھی اسے کاٹ ڈالتی تھی۔ زرہ بکتر کو توڑ کر سینہ چیر ڈالتی تھی اور شانوں کے اوپر کی زنجیر کاٹ کر سر اُڑا دیتی تھی۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے اور ہر حملے میں کم سے کم ایک عیسائی کو ضرور مار ڈالتے تھے۔ چونکہ وہ نوجوان تھے اس لیئے عیسائی انھیں قتل کر ڈالنے کے ارادے سے ان پر حملہ کرتے تھے مگر جب وہ ان کا حملہ روک کے خود ان پر جھپٹتے تھے تو عیسائی گھبرا جاتے تھے۔ ان کی آنکھیں فرطِ خوف ورعب سے بند ہو جاتی تھیں اور حضرت حسنؓ کی تلوار ان کا خاتمہ کر ڈالتی تھی۔

حضرت حسینؓ کو بھی بڑا جوش وطیش آ رہا تھا۔ وہ بھی پُرزور حملے کر کر کے عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ جس طرف حملہ کرتے تھے دو چار دشمنوں کو قتل کر ڈالتے تھے جس گروہ پر ٹوٹتے تھے اسے ختم کر کے ہی پلٹتے تھے۔

چونکہ وہ حضرت حسنؓ سے بھی چھوٹے تھے اس لیئے عیسائی انھیں ناآزمودہ کار سمجھ کر ان پر یورش کرتے تھے مگر جب وہ شیر اسلام ان حملہ کرنے والوں پر وار کرتے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو وہ خائف و ترساں ہو جاتے اور ان کی تلوار کی چمک دیکھ کر ہی اپنی جانوں سے ناامید ہو جاتے۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہ دونوں ہاشمی نوجوان ہیں۔ ان کے زورِ قوت کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہے۔ وہ دونوں ہی ان کے تمام لشکر کے لئے کافی ہیں۔ ان کی خداداد طاقت کا مقابلہ انسان تو کیا شیر ببر بھی نہیں کر سکتا ہے۔

حقیقت بھی یہی تھی کہ شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰؓ کے فرزند فاطمۃ الزہرہؓ کے جگر بند اور رسولِ خدا کے نواسے اس قدر بہادر تھے کہ بڑے بڑے سورما ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ جو ان کے سامنے آجاتا تھا قتل ہو کر رہ جاتا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ جیسے خدا ہی کو یہ منظور تھا کہ جس شخص پر وہ دونوں حملہ کریں وہ فوراً ہی کشتہ ہو جائے۔ شاید فرشتے ان کی مدد اور حفاظت کر رہے تھے۔

عیسائی اپنی پوری طاقت اور اپنے پورے جوش کے ساتھ حملے کر رہے تھے لیکن ان کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ ہر مسلمان خونخوار شیر بنا ہوا تھا۔ بڑی تیزی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کے انھیں ٹھکانے لگا رہا تھا۔

نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ سر اولوں کی طرح گر رہے تھے۔ ہاتھ کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔ اور دھڑ تناور درختوں کی طرح گر رہے اور خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ جو سوار مر کے گر رہے تھے ان کے گھوڑے بڑی بے ترتیبی سے بھاگ رہے تھے اور وہ ہر اس شخص اور ہر اس چیز کو روند ڈالتے تھے جو ان کے سامنے آجاتی تھی۔ عیسائی جوں جوں جوش و غضب میں آ کر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے ہر مسلمان جھپٹ جھپٹ کر ان پر حملے کر کر کے انھیں قتل کر ڈالتے تھے۔ وسیع و عریض میدانِ جنگ میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ خون آلود تلواریں بلند ہو ہو کر خون کی بارش کر رہی تھیں۔ ہر جنگجو کے کپڑے خون میں اس طرح تر ہو گئے تھے جیسے اس نے خون سے ہولی کھیلی ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اگرچہ عیسائیوں کی بڑی تعداد لقمۂ اجل ہو گئی تھی مگر ابھی تک ان کے جوش و خروش میں فرق نہیں آیا تھا۔ وہ برابر جنگ کر رہے تھے۔ اور ابھی تک اس فکر میں مبتلا تھے کہ مسلمانوں کو تھکا نے لگا دیں مگر مسلمان تھے کہ کسی طرح ان کے قابو میں ہی نہ آتے تھے۔ نہایت غیظ و غضب سے حملے کر کر کے انھیں قتل کر رہے تھے۔

جبکہ یہ خونریز ہنگامہ جاری تھا اور موت کا فرشتہ ان مرنے والے بہادروں کی رُوح کھینچ رہا تھا اس وقت زویلہ کی طرف سے گرد و غبار بلند ہوا اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ مسلمانوں نے اس غبار کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ اسلامی لشکر آرہا ہے انھوں نے کوشش کی کہ اس لشکر کے آنے سے پہلے ہی اس لڑائی کا خاتمہ کر دیں چنانچہ انھوں نے پرزور حملہ کیا۔ ابن عمرؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ اور ہر شیر دل مجاہد نے سنبھل کر بڑے زور و قوت سے حملہ کیا۔

عیسائیوں نے بھی اس غبار کو دیکھ لیا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ شاید کوئی اسلامی لشکر ہی آرہا ہے کیونکہ اس طرف سے کسی عیسائی کے آنے کی اُمید نہ تھی۔ انھوں نے بھی سنبھل کر نہایت شدت سے حملہ کیا۔

ادھر مسلمانوں نے بھی بڑی سختی سے یورش کی۔ فریقین گُتھ گئے اور بڑے جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ اگرچہ لڑائی شروع ہوئے کئی گھنٹے ہو گئے تھے لیکن اس وقت جس جوش و خروش سے جنگ ہو رہی تھی ایسی اس سے قبل نہ ہوئی تھی۔

عیسائی اور مسلمان دونوں اپنے اپنے حریف کو زک دینے کے لئے نہایت سرگرمی سے جدال و قتال کر رہے تھے۔ تلواریں جلدی جلدی چلنے لگی تھیں۔ اور سر و تن کے فیصلے بڑی تیزی سے ہو رہے تھے۔ خون کے فوارے اُبلنے لگے تھے۔ دھڑ دھڑوں پر دھڑا گر رہے تھے۔

اگرچہ مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے مگر زیادہ تعداد عیسائیوں کی نذرِ اجل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو رہی تھی۔

اب غبار کا دامن چاک ہوا اور اسلامی لشکر تیزی سے بڑھتا ہوا نظر آیا۔ یہ لشکر عبداللہ بن سعد امیر مصر کا تھا۔ جوں ہی عیسائیوں نے اس نئے لشکر کو دیکھا ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ بدحواس ہو ہو کر قلعہ کی طرف بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے جب انھیں بھاگتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے سمٹ کر ان کا تعاقب کر کے انھیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔

چونکہ عیسائی گھبرا کر بھاگے تھے۔ اس لئے انھیں ٹھہر کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اگر وہ قاعدہ میں پسپا ہوتے تو ان کا اس قدر نقصان نہ ہوتا جیسا اب ہوا۔ مفرور عیسائیوں کے پشتے لگتے چلے گئے۔ آخر وہ بھاگ کر قلعہ کے اندر داخل ہونے لگے۔ اور جب مسلمان پھاٹک کے پاس پہنچے اتنے ہی میں عیسائیوں نے دروازہ بھی بند کر لیا۔ مسلمان رُک گئے اور جب عبداللہ بن سعد آگئے تب انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ مسلمانوں نے شہید ہونے والوں کو جمع کیا تو تہتر ۷۳ مسلمان شہید ہوئے تھے عیسائی چھ ہزار مارے گئے تھے۔ ان شہیدوں کے جنازہ کی نماز پڑھ کر انھیں دفن کر دیا گیا اور مسلمانوں نے نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا

سولھواں باب

شوخ حسینہ

عیسائی طرابلس میں محصور ہو گئے اور مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ ایسا شدید محاصرہ کیا کہ فصیل تک پر پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عیسائی گھبرا گئے اور انھیں نظر آنے لگا کہ بیرونی امداد نہ آئی تو زیادہ دنوں تک مدافعت مشکل ہوگی چنانچہ والیٔ طرابلس کے پاس معززین کا وفد گیا اور اس سے کہا کہ اگر محاصرہ کا یہی حال دو چار مہینہ رہا تو اہل قلعہ بدحواس ہو جائیں گے۔ اس لیئے شہنشاہِ افریقہ کے پاس مدد طلب کرنے کے لیئے کسی قاصد کو بھیجئے۔

طرابلس کا قلعہ دار ہرقوص نامی ایک بدمنع مگر بہادر شخص تھا۔ اس نے کہا "ان بدبخت عربوں نے واقعی نہایت شدید محاصرہ کر لیا ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ حضور شہنشاہ جرجیر کی خدمت میں قاصد روانہ کروں۔ لیکن مشکل یہ کہ مسلمانوں کی نگاہوں سے کسی شخص کا بچ کر نکل جانا ناممکن ہے۔"

ایک شخص نے کہا "مجھے خیال ہے کہ مسلمان رات کو ہر پھاٹک پر نظر رکھتے ہیں ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان کی نگاہوں سے بچ کر نکل جائے۔"

دوسرا شخص "میری سمجھ میں ایک تدبیر آئی ہے۔"

ہرقوص "کیا؟"

دوسرا شخص "یہ سچ ہے کہ مسلمان شب و روز دروازوں کی طرف نگراں رہتے ہیں اور کسی شخص کا ان کی نگاہوں سے بچ کر نکلنا ناممکن ہے مگر ایک راستہ ہے بدرو کے ذریعہ سے قاصد باہر جا سکتا ہے۔

ہرقوص نے خوش ہو کر کہا "بالکل ٹھیک کہا آپ نے؟"

چنانچہ فوراً ایک شخص کو شہر سبیطلہ جانے کے لیئے آمادہ کیا گیا اور ہرقوص نے خود ایک عریضہ لکھ کر اسے دیا۔

جب رات ہو گئی تو قاصد بدرو میں گھس گیا۔ یہ بدرو کئی کمروں کے نیچے سے ہو کر گزرتی تھی۔ قاصد بدن کو سمیٹ کر اندر چلا اور جوں توں کر کے قلعہ کے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر کھڑے ہو کر دیکھا تو سامنے اسلامی کیمپ تھا اور اس میں آگ روشن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو رہی تھی۔

قاصد نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک طرف کچھ اندھیرا سا معلوم ہوا۔ وہ اسی طرف چل پڑا۔ رات اندھیری تھی۔ وہ نہایت خاموشی سے اندھیرے میں بڑھتا چلا گیا اور اسلامی لشکرگاہ کے قریب سے ہو کر مسلمانوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ان کی دسترس سے باہر نکل گیا۔ مسلمانوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ اہل طرابلس نے جرجیر کے پاس اپنا قاصد بھیج دیا ہے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں نے محاصرہ نہایت سختی سے کر رکھا تھا۔ ناممکن تھا کہ کوئی شخص قلعہ کے اندر یا باہر پھاٹک کے ذریعہ سے آجا سکے۔ رات اور دن مسلمان ہر جانب کے پھاٹک کی نگرانی خاص طور پر کرتے رہتے تھے۔

چونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کس وقت عیسائی کس طرف کے دروازے سے باہر نکل کر شبخون ماریں یا حملہ کر دیں۔ اس لئے عورتیں قلعہ زویلہ کے راستہ کی طرف اسلامی کیمپ کے عقب میں مقیم تھیں۔ اور سراپردہ کے پیچھے سرور اپنے ایک ہزار جانباز سپاہیوں کے ساتھ ٹھہرے تھے۔

اسلامی کیمپ اور سرور کے آدمی دونوں سراپردہ سے فاصلہ پر تھے۔ گویا عربی خواتین درمیان میں تھیں اور دونوں طرف اتنا میدان چھوٹا ہوا تھا کہ عورتیں اچھی طرح چہل قدمی کر سکتی تھیں۔ اور بے پردگی کا اندیشہ نہ تھا۔

عربی مورخ لکھتے ہیں کہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ طرابلس کس جگہ واقع تھا۔ ان کا خیال ہے کہ شاید ٹریپولی کو طرابلس کہا جاتا ہو۔ البتہ اس بات پر متفق ہیں کہ سمندر کے ساحل کے قریب تھا۔ لیکن طرابلس کے نام سے ایک مشہور شہر اور اس کا مضبوط قلعہ آج بھی موجود ہے جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔ یہ طرابلس پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور اب اٹلی کے مقبوضات میں ہے لیکن شیخ سنوسی کے معتقدین اٹلی والوں کا مقابلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک عرصہ سے کرر ہے ہیں اور آزادی کی جد وجہد میں سروں کی بازیاں لگائے ہوئے ہیں جس قدر اٹلی اپنی استبدادانہ گرفت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے طرابلس پر اسی قدر حریت خواہ عرب اس کے تار و پود بکھراتے جاتے ہیں۔

غرض کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج کا طرابلس ہی اس زمانہ کا بھی طرابلس تھا، یا وہ کسی اور مقام پر واقع تھا اور یہ کسی اور مقام پر واقع ہے۔

البتہ تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو طرابلس تھا وہ ایک بڑے دریا کے کنارے پر واقع تھا اور دریا کچھ دور بہہ کر سمندر میں جا گرتا تھا اور موجودہ طرابلس ساحل سمندر پہ واقع ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کا طرابلس اور ہی تھا۔

دریا کے ایک ساحل پر عورتوں کا سراپردہ تھا اور خواتین عرب اکثر دریا کے کنارے پر بیٹھتیں۔ کپڑے دھوتیں مشکیزوں میں پانی بھر کے لے جاتیں اور کھانا تیار کرتیں۔ ایک روز رات کے وقت سرور اپنے خیمہ سے نکل کر سراپردہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ اکثر جاتے رہتے تھے محض اس خیال سے کہ عورتوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے یا انھیں کچھ کہنا تو نہیں ہے۔ جب وہ کچھ دُور چلے تو انھیں دوشیزگانِ عرب کے ہنسنے اور بولنے کی آوازیں آئیں وہ سمجھ گئے کہ لڑکیاں کھیل رہی ہیں۔ انھوں نے چاہا کہ اس وقت لوٹ جائیں مگر کوئی کشش انھیں کھینچے لئے چلی گئی۔ اور وہ بڑھے چلے گئے۔ جب سراپردہ سو ڈیڑھ سو قدم ہی کے فاصلے پر رہ گیا تو آوازیں صاف طور پر آنے لگیں۔ انھوں نے اپنی منگیتر کی آواز بھی سُنی۔ وہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔

قمری مہینے کی ابتدائی تاریخیں تھیں۔ چاند نکلا ہوا تھا اور دھندلی سی چاندنی سبزہ پر پھیل رہی تھی۔ چونکہ مہینے کا پہلا ہی عشرہ تھا۔ ساتویں یا آٹھویں تاریخ تھی۔ اس لئے نہ چاند پورا تھا اور نہ چاندنی سفید دھوپ کی طرح پھیلی ہوئی تھی مگر اس دھندلی چاندنی میں بھی اس قدر روشنی تھی کہ کچھ فاصلہ کی چیزیں بھی صاف نظر آرہی تھیں۔ سرور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دیکھا کہ لڑکیاں ہرنیوں کی طرح جست لگاتی پھر رہی ہیں اور کسی ایسے کھیل میں مشغول ہیں جس میں بھاگنا، دوڑنا، اچھلنا کودنا اور چھپنا پڑتا ہے۔ ایک مرتبہ لڑکیوں کا غول ان کی طرف دوڑا۔ وہ جلدی سے ایک درخت کے تنے کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور یہ سوچنے لگے کہ جب یہ لڑکیاں سراپردہ کی طرف چلی جائیں گی تو وہ اس کمین گاہ سے نکل کر اپنے جائے قیام کی طرف چل دیں گے۔

انھوں نے درخت کے تنے سے اس طرح کمر لگائی کہ لڑکیوں کی طرف سے ان کی پشت ہو گئی۔ گویا وہ انھیں دیکھ نہیں رہے تھے۔ اُن کی آوازیں سُن رہے تھے۔ انھوں نے سُنا کہ ان کی منگیتر نے بلند آواز سے کہا۔" دیکھو میں چھپتی ہوں تم مجھے پکڑ لو۔"

" اچھا چھُپو۔" بہت سی لڑکیوں کی آواز آئی۔ اور پھر بھاگنے دوڑنے کی صدائیں آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی اس درخت کے قریب آنکلی جس کے پیچھے سرور چھُپے ہوئے تھے۔ لڑکی نے انھیں نہیں دیکھا مگر سرور نے دیکھ لیا۔ وہ گھبرا گئے اور تنہ سے کمر لگائے ہی لگائے دوسری طرف کھسکنے لگے۔

لڑکی بھی درخت کے تنے سے آچمٹی۔ اس کی نظریں سراپردہ کی طرف تھیں۔ دفعتہً وہ تیزی سے پیچھے ہٹی۔ اتنی تیزی سے کہ سرور وہاں سے نہ ہٹ سکے اور لڑکی ان سے ٹکرا گئی۔ یہ عربی دوشیزہ چونک پڑی۔ قدرے خائف بھی ہوئی۔ اس نے جلدی سے سرور کی طرف دیکھا اور پہلی ہی نگاہ میں پہچان کر مُسکراتے ہوئے بولی۔" تو یہ ہے تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔"

یہ حور وش دوشیزہ سلمیٰ تھی۔ سرور نے اس کے رُخ روشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" مگر اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ تم خود ہی مجھ سے آکر ٹکرا گئیں۔"

سلمیٰ نے ان کی طرف تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا۔" لیکن آپ یہاں چوروں کی طرح آکر چھپے ہی کیوں تھے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور" میں سراپردہ کی طرف جا رہا تھا۔"

سلمیٰ نے شوخی کے لہجے میں کہا۔"جی! سراپردہ کی طرف جا رہے تھے۔ یہ نہیں کہتے کہ ہمیں کھیلتے ہوئے دیکھنے کے لئے چوروں کی طرح چھپ کر کھڑے ہو گئے تھے۔"

سرور نے اس شوخ حسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"میں کیوں ایسا کرتا؟"

سلمیٰ نے بھولے پن سے کہا۔"میں کیا جانوں۔"

سرور۔"سلمیٰ! کوئی لڑکی قریب تو نہیں ہے؟"

سلمیٰ نے شرارت آمیز نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔"کیوں دریافت کر رہے ہیں؟ کیا کچھ شرارت سوجھی ہے؟"

سرور نے متانت سے کہا۔"شوخی اور شرارت تو تمہارے لئے موزوں ہے۔ میں تو واپس جانے کی فکر میں ہوں۔"

سلمیٰ نے شوخی سے کہا۔"واپس کہاں جائیے گا۔ میں لڑکیوں کو بلاتی ہوں وہ تمہاری خبر لیں گی۔"

یہ کہتے ہی شریر سلمیٰ نے آواز دینے کے لئے منہ کھولا۔ سرور نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر عاجزی کے لہجہ میں کہا۔"کیا غضب کرتی ہو سلمیٰ۔ اگر کوئی لڑکی ادھر آنکلی تو میں اور تم دونوں بدنام ہو جائیں گے۔"

سلمیٰ۔"میں کیوں ہوتی بدنام۔ ہاں تم ضرور نام پالو گے۔ میں ضرور اپنی سہیلیوں کو بلاؤں گی۔" کہتے ہی پھر اس کے لب کھلے۔

سرور نے پھر جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔"نہیں نہیں ایسا نہ کرو۔"

سلمیٰ۔"اچھا تو اقرار کرو کہ پھر کبھی اس طرح چوری سے نہ آؤ گے۔"

سرور۔"کبھی نہ آؤں گا۔ اقرار کرتا ہوں۔"

سلمیٰ نے نقرئی قہقہہ لگایا۔ اس نے کہا۔"بس یہی دلیری تھی آپ کی۔ ایک لڑکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ڈر گئے۔ آپ تو بڑے بہادر بنتے تھے۔"

اب سرور سمجھے کہ سلمیٰ نے انھیں خوب ڈرایا۔ انھوں نے کہا: "سلمیٰ تم بڑی شوخ ہو۔"

سلمیٰ: "آخر تم اتنے سیدھے کیوں ہو؟"

سرور: "اب میں تمہارا جیسا شریر و چالاک کیسے بن جاؤں۔"

سلمیٰ نے مصنوعی غصہ بھری نظروں سے دیکھ کر کہا: "اچھا میں شریر و چالاک ہوں؟"

سرور ڈر گئے انھوں نے کہا: "نہیں شوخ ....."

سلمیٰ نے تیز نظروں سے انھیں دیکھ کر کہا: "اچھا شوخ ہوں؟"

سرور نے عاجزی کے لہجہ میں کہا: "نہیں بھولی۔"

اسی وقت کچھ لڑکیوں کے قدموں کی چاپ قریب ہوئی۔ سلمیٰ نے سرور سے کہا: "جائیے۔ جلدی یہاں سے چلے جائیے۔ میری سہیلیاں مجھے ڈھونڈتی چلی آرہی ہیں۔"

سرور درخت کے سایہ میں کچھ دور چلے اور کچھ جھاڑیوں کی آڑ لیکر اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ستّرھواں باب

تھیوڈوس کا خواب

جرجیر تیاری جنگ میں نہایت تیزی سے منہمک تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان عنقریب حملہ کرنے والے ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے افریقہ پر حملہ کرنے سے قبل وہ مصر پر چڑھ دوڑے۔ چونکہ اس کے تمام افسروں اور سرداروں کو بھی جنگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لَو لگی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بھی بڑی کوشش کر رہے تھے۔ اور اسی فکر میں تھے کہ مسلمانوں سے پہلے مصر پر حملہ کر دیں تاکہ عیسائی دنیا میں ان کی شہرت ہو جائے لیکن ابھی ان کی تیاریاں مکمل بھی نہ ہوئی تھیں کہ انھوں نے سُن لیا کہ مسلمان مصر سے روانہ ہو گئے ہیں۔ جرجیر نے اپنی سرگرمی میں اور اضافہ کر دیا۔ اور اب رات دن لشکروں کی فراہمی اور سامان حرب کی تیاریاں کی جانے لگیں۔

دراصل جرجیر یہ چاہتا تھا کہ اتنا عظیم الشان لشکر اس کے پاس جمع ہو جائے کہ جب وہ اسے لیکر مصر کی طرف چلے تو مسلمانوں پر اس کی دھاک بیٹھ جائے۔ اب تک اس کے پاس ایک لاکھ لشکر جمع ہو چکا تھا اور پھر بھی وہ مزید لشکر فراہم کر رہا تھا۔ اس دوران میں اُسے خبر ملی کہ مسلمانوں نے زویلہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اسے یہ خبر سُن کر اسقدر غصہ آیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ابھی اپنے دار السلطنت ہی میں موجود تھا اور مسلمان مصر سے نکل کر خود اس کے ملک پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اب اس نے اپنی سرگرمیوں کو المضاعف کر دیا تھا اور چونکہ اس کے جھنڈے کے نیچے اس قدر عیسائی لشکر جمع ہو گیا تھا جس کی گنجائش قلعہ کے اندر نہ رہی تھی۔ اس لئے اس نے لشکر کو قلعہ کے سامنے وسیع میدان میں قیام کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہیں فوجیں ٹھہرنے لگیں تھیں۔ ایک روز اسے اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے زویلہ فتح کر لیا اور اب طرابلس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اسے اور بھی غصہ آیا لیکن وہ پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا یہ نہ کرتا تھا کہ فوراً لشکر لے کر چڑھ دوڑے۔

عیسائیوں میں یہ خبر عام تھی کہ یہ لڑائی محض عیسائیت کو اسلام سے بچانے کیلئے لڑی جائے گی اس لئے تمام افریقہ بلکہ قسطنطنیہ تک اس کی شہرت ہو گئی تھی اور افریقہ کے ہر گوشے سے عیسائی مجاہدوں کے گروہ آنے لگے تھے۔ یہ ملک کے چیدہ چیدہ بہادر اور شجاع ترین لوگ تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان مجاہدوں کے آنے سے جرجیر کو بڑی مسرت ہوئی تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ تنخواہ دار سپاہیوں کے مقابلہ میں مجاہدین بڑی جانبازی سے لڑتے ہیں۔ ساتھ ہی گوشہ نشین راہب بھی گرجاؤں کی چہار دیواریوں سے نکل کر جوق در جوق آنے اور لشکر میں اس لئے شامل ہونے لگے تھے تاکہ وہ لڑنے والوں کی ہمتیں بڑھاتے رہیں۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اُدھر یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے طرابلس کا محاصرہ کر لیا۔ اب جرجیر نے مزید توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس نے اعلان کر دیا کہ دو ہی چار روز میں لشکر کی روانگی شروع ہو جائے گی۔ ایک روز جبکہ جرجیر سبیطلہ کے قلعہ سے باہر آیا ہوا تھا اور لشکر کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے ایک سوار کو بڑی تیزی سے طرابلس کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔

اس نے فوج کے سپہ سالار مارقوس اور کئی دوسرے افسروں کی طرف دیکھ کر کہا: معلوم ہوتا ہے یہ طرابلس سے آ رہا ہے۔"

مارقوس نے کہا:" اور دو باتوں میں سے ایک کی خبر لا رہا ہے۔ یا تو مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی ہے اور یہ خوشخبری پہنچانے آ رہا ہے یا طرابلس والوں کو شکست ہو گئی ہے اور یہ شکست کی خبر سنانے آ رہا ہے۔"

جرجیر:" ٹھیک خیال ہے تمہارا۔ دیکھو یہ قلعہ کی طرف گھوم گیا ہے کسی سپاہی کو بھیج کر اسے یہیں بلوا لو۔"

مارقوس:" بہتر ہے۔" اس نے ایک سوار کو اشارہ کیا کہ وہ دوڑ کر اس سوار کو بلا لائے جو قلعہ کی طرف جا رہا ہے۔ فوراً سوار دوڑا اور تھوڑی دیر میں مسافر سوار کو ساتھ لے کر آ گیا۔ یہ سوار فوراً اپنے گھوڑے سے اترا اور جرجیر کے پاس پہنچ کر اس کے سامنے سجدہ میں گر گیا۔ جب وہ اُٹھا تو جرجیر نے اس سے دریافت کیا:" تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوار نے جواب دیا۔ "طرابلس سے۔"
جرجیر: "کیا مسلمان طرابلس تک آ گئے؟"
سوار: "جی ہاں۔"
جرجیر: "ہرقوس نے اس سے جنگ کی؟"
سوار: "نہایت بہادری سے لڑے۔ تمام اہل قلعہ بھی نہایت سرفروشی سے لڑے......"
جرجیر خوش ہو گیا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مارقوس جو پاس کھڑا ہوا تھا بولا۔
"لڑے ہیں تو ضرور انھوں نے شکست دے دی ہوگی۔"
جرجیر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "کیا اہل طرابلس نے مسلمانوں کو شکست دے دی۔"
سوار: "جی نہیں۔ وہ لڑے اور بڑی جانبازی سے لڑے۔ لیکن بدقسمتی سے انھیں شکست ہو گئی۔ اور مجبوراً انھیں قلعہ میں محصور ہونا پڑا۔"
جرجیر: "مسلمانوں کے ساتھ کس قدر لشکر تھا؟"
سوار: "صحیح اندازہ تو نہیں کیا جا سکا لیکن قیاس ہے کہ تیس ہزار سے کم نہ ہوگا۔"
جرجیر: "صرف تیس ہزار تھا۔"
سوار: "جی ہاں۔"
جرجیر: "اور ہرقوس کے ساتھ کس قدر لشکر تھا؟"
سوار: "قلعہ میں تقریباً پچاس ہزار لشکر تھا۔ لیکن مسلمانوں سے لڑنے کے لئے صرف تیس ہزار سوار قلعہ سے باہر نکلے تھے۔"
جرجیر: "ہرقوس نے یہ کیا حماقت کی کہ تیس ہزار مسلمانوں کے لئے صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیس ہزار لشکر لے کر نکلا۔

سوار: جس وقت مسلمانوں کا پہلا دستہ نمودار ہوا ہے تو وہ تین ہزار کے قریب تھا۔ ہرقوص نے یہ سمجھا تھا کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ دس ہزار ہوں گے اس لئے انھوں نے تیس ہزار لشکر سے ان پر حملہ کر دیا مگر مسلمانوں کے دستے آتے رہے اور جنگ میں شریک ہوتے رہے۔

جرجیر: لیکن جب اس نے مسلمانوں کے زیادہ لشکر کی تعداد دیکھ لی تھی تو پھر کیوں نہ تمام لشکر کو اس نے بھی بُلا لیا۔

سوار: اس کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔"

جرجیر: یہ بات نہیں ہے بلکہ ہرقوس کو میں جس قدر ہوشیار سمجھتا تھا، وہ اس قدر ہوشیار نہیں نکلے۔ اچھا تو اب وہ قلعہ بند ہیں؟"

سوار: جی ہاں۔ اور مسلمانوں نے اس قدر شدید محاصرہ کر لیا ہے کہ کوئی بھی شخص قلعہ سے باہر نہیں آ سکتا۔"

جرجیر: پھر تم کیسے آئے؟"

سوار: بدرو کی راہ سے نکل کر آیا ہوں؟"

جرجیر: اور شاید ہرقوص نے تمہیں مدد لینے کے لئے بھیجا ہے۔"

سوار: جی ہاں حضور۔ اگر فوراً مدد نہ کی گئی تو بدبخت مسلمان قلعہ بھی فتح کر لیں گے۔"

جرجیر: میں قلعہ طرابلس کی مضبوطی سے بخوبی واقف ہوں۔ اس کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی میں اب بالکل توقف نہ کروں گا۔ کل ہی لشکر کوچ کر دے گا۔"

اتفاق سے اسی وقت تھیوڈوس بھی آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی تمام افسر، سپہ سالار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور خود جرجیر اس کے سامنے جُھک گئے۔ تھیوڈوس کے ہاتھ میں آبنوس کی سیاہ صلیب بھی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس نے اس صلیب کو داہنے ہاتھ میں لے کر اونچا اُٹھایا۔

جرجیر نے بڑھ کر صلیب کو بوسہ دیا۔ تھیوڈوس نے اس سے پوچھا "کیا کل آپ کا ارادہ فوج کو کوچ کرنے کا ہے۔

جرجیر نے جواب دیا "جی ہاں"۔

تھیوڈوس: "مگر میں نے رات مراقبہ کیا تھا اور یہی دیکھا تھا کہ اس لشکر کو کب کوچ کرنا چاہیئے......"

جرجیر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "تب کیا معلوم ہوا۔؟"

تھیوڈوس: "اس ہفتہ میں کوئی دن بھی ایسا مبارک نہیں ہے جس روز لشکر کوچ کر سکے۔ آج سنیچر ہے، کل اتوار ہے۔ آئندہ اتوار کو نماز پڑھنے کے بعد لشکر روانہ ہو تو فتح کی یقینی امید ہے۔

جرجیر خوش ہو گیا۔ اس نے کہا "جب تو میں آئندہ اتوار کو ہی روانہ ہوں گا"۔

طرابلس کے قاصد نے (وہ سوار جو طرابلس کی طرف سے آیا تھا طرابلس کا قاصد ہی تھا) کہا "مگر حضور اندیشہ ہے کہ کہیں اس عرصہ میں مسلمان طرابلس فتح نہ کر لیں"۔

جرجیر نے استہزاء کے طور پر کہا "ضرور فتح کر لیں گے۔ اگر اہل طرابلس بزدل نہ ہوتے تو مسلمانوں سے شکست کھا کر قلعہ بند نہ ہو جاتے۔ اطمینان رکھو مسلمان چھ مہینے تک بھی طرابلس فتح نہ کر سکیں گے۔

تھیوڈوس: "مجھے تو رات یہ معلوم ہوا ہے کہ طرابلس میں ہی مسلمانوں کو شکست ہو گی۔"

جرجیر: "کیا کسی ولی اللہ نے آپ کو یہ بات بتائی ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوڈوس "ولی اللہ نے نہیں بلکہ خود حضرت مسیح نے بتایا ہے۔"

جرجیر "گویا حضرت مسیح آپ کے خواب میں آئے تھے؟"

تھیوڈوس "میں بہت کم ایسی باتیں بتاتا ہوں لیکن یہ خاص وقت ہے اس لئے کوئی بات چھپانا مناسب نہیں ہے۔ رات حضرت مسیح خواب میں تشریف لائے تھے انھوں نے کہا، تھیوڈوس تو بیکار فکرمند ہے۔ میرے باپ نے کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو طرابلس میں ہی شکست ہو جائے گی مگر بادشاہ سے کہہ دے کہ یہ ہفتہ لشکر کے کوچ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اگلے اتوار کو نماز پڑھ کر فوجیں روانہ ہوں۔"

چونکہ تھیوڈوس کے زہد و تقویٰ کی شہرت تھی۔ اس لئے جو بات کہہ دیتے تھے وہ پتھر کی لکیر سمجھی جاتی تھی۔

چنانچہ جس خواب کا تذکرہ کیا گیا اسے سُن کر وہ تمام لوگ بہت خوش ہوئے۔ جو ان کے پاس کھڑے اس خواب کو سُن رہے تھے انھوں نے شور مچا کر کہا خدا اور خدا کے بیٹے کی جے۔"

تھیوڈوس "مجھے یقین ہے کہ اہل افریقہ وحشی مسلمانوں کو شکست دیکر مسیحیت سے اسلام کے خطرے کو دور کر دیں گے اور خداوند (حضرت عیسٰیؑ) کے جائے مولود و مسکن پاک یروشلم (بیت المقدس) کو ان بے دینوں کے قبضے سے نکال لیں گے۔ ہمارے شہنشاہ جرجیر کیلئے وہ وقت کتنی خوشی کا ہوگا جب ساری دنیا میں ان کی شہرت ہو جائے گی۔ تمام چرچوں اور گرجوں میں ان کے لئے درازی عمر و دولت کی دعائیں مانگی جایا کریں گی۔ خوش رُو اور خوش گلو ننیں ان کے تعریف کے گیت گائیں گی شعراء ان کی شان میں قصیدے لکھیں گے۔"

جرجیر کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر گیا جب وہ مسلمانوں کو شکست دیکر واپس آئے گا۔ اور اس کا شاندار استقبال کیا جائے گا۔ اس نے کہا۔ "اگر خداوند نے چاہا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ضرور فتحیاب ہوں گا۔

تھیوڈوس:" اطمینان رکھو فتح یقیناً تمہاری ہی ہوگی تمہاری عزت و شہرت کے جھنڈے گڑ جائیں گے۔ عیسائی ملوک تمہاری عزت کریں گے۔"

اب جرجیر نے طرابلس کے قاصد سے مخاطب ہو کر کہا:" تم واپس جاؤ اور اہل طرابلس سے کہو کہ مدد آ رہی ہے۔ گھبرائیں نہیں۔"

قاصد سلام کے لیے پھر سجدے میں گر گیا اور اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسی وقت طرابلس کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جرجیر اور تھیوڈوس، مارقوس کے ساتھ قلعہ سبیطلہ کی طرف چل پڑے۔

اٹھارھواں باب

غیبی امداد

مسلمان طرابلس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ کوئی قلعہ سے باہر آ سکتا ہے اور نہ کوئی اندر جا سکتا ہے۔ حالانکہ طرابلس والوں کا ایک قاصد قلعہ سے نکل کر سبیطلہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی تھی۔

وہ رات اور دن قلعہ کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ ہمہ وقت قلعہ کے چاروں شاندار پھاٹکوں کی طرف نگاہ رکھتے تھے۔ یہ دیکھتے رہتے تھے کہ کوئی قلعہ سے باہر تو نہیں نکلتا۔ جب کئی روز محاصرہ کو ہو گئے اور کوئی قاصد عیسائیوں کا نہیں آیا اور نہ پھر میدان میں نکلے تو ایک روز عبداللہ بن سعد نے ایک اعرابی کو قاصد کے طور پر اتمام حجت کے لیے قلعہ والوں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ یہ قاصد پھاٹک کے پاس جا کر رُکا اور اس نے بلند آواز سے کہا:" عیسائیو! میں قاصد ہوں۔ کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

فوراً ہرقوس کو اطلاع کی گئی اور وہ بُرج میں آ کر کھڑا ہوا۔ اس نے کہا:" کہو تم کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہتے ہو؟"

قاصد نے کہا:" امیر لشکر اسلامیہ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ تک صلح کا پیغام پہنچا دوں۔

ہرقوص:" شاید تمہارا سردار اور تمہارا لشکر محاصرہ سے تنگ آ گیا ہے۔"

قاصد:" اطمینان رکھو! مسلمان ایسی باتوں سے اکتایا نہیں کرتے. اگر محاصرہ میں دو سال بھی لگ جائیں تب بھی ہم بددل نہ ہوں گے۔"

ہرقوص:" دو سال تو کیا اگر تم سو سال بھی محاصرہ کئے پڑے رہو۔ تب بھی قلعہ فتح نہ کر سکو گے۔"

قاصد:" یہ قلعہ دمشق، حلب اور انطاکیہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم نہیں ہے جب ہم ان قلعوں کو فتح کر چکے ہیں انشاء اللہ اسے بھی فتح کر لیں گے۔"

ہرقوص:" اس خیال خام میں مبتلا نہ ہو۔ خیر یہ بتاؤ کہ تمہارے امیر نے صلح کیلئے کیا شرائط پیش کی ہیں۔"

قاصد:" پہلی بات تو یہ ہے کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ اس طرح تم ہمارے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ گے۔ اسلامی حکومت و سلطنت میں حصہ دار رہو گے۔ بدستور اس قلعہ میں رہو گے. کوئی تمہاری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔"

ہرقوص کو یہ بات نہایت ناگوار گزری۔ اس نے چلا کر کہا:" یہ بات کوئی عیسائی کبھی منظور نہ کرے گا۔

چونکہ ہرقوص برج میں تھا اور قاصد نیچے کھڑا تھا۔ اس لئے دونوں اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ قاصد نے کہا:" اگر تم مسلمان ہونا پسند نہیں کرتے تو جزیہ دینے کا اقرار کرو۔ اس طرح تم ہماری ذمہ داری میں آ جاؤ گے۔ اور ہم تمہاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دشمنوں سے حفاظت کریں گے۔"

ہرقوص کو یہ بات بھی سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ اس نے کہا: "جزیہ دینے کے یہ معنی ہیں کہ ہم تمہاری غلامی قبول کرلیں۔ ایک خوددار قوم یہ گوارا نہیں کرسکتی ہم جزیہ دینے سے مرجانا اچھا سمجھتے ہیں۔"

قاصد: "سوچ لیجئے کہ آپ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات کو پسند و قبول کرتے ہیں۔ دو روز کی آپ کو مہلت دی جاتی ہے۔ آپ غور و خوض کرلیں۔"

ہرقوص: "دو روز ہی کیا اگر دو برس بھی غور کروں تب بھی میرا جواب یہی ہوگا جو اَب ہے۔"

قاصد: "تو گویا آپ غور و خوض کرکے جواب دینے پر تیار نہیں ہیں۔"

ہرقوص: "بالکل نہیں۔ میری طرف سے صاف جواب ہے۔"

قاصد: "تو اب اپنی قسمت کا فیصلہ سُن لو۔"

ہرقوص: "سُناؤ۔"

قاصد: "ہمارے امیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم نے ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات منظور نہ کی تو پھر قلعہ پر حملہ کیا جائے گا اور اسے فتح کرکے تمام عیسائی مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیا جائے گا۔"

ہرقوص: "یہ دھمکیاں انھیں دینا جو بزدل ہوں۔ اگر تم نے حملہ کیا تو شکست اٹھاکر پسپا ہوگے۔"

قاصد۔ "چونکہ ہمارے امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ جنگ کرنے سے پہلے صلح کا پیغام دینا۔ اس لئے ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کردی۔ اب تم مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

یہ کہتے ہی قاصد لوٹ آیا۔ ہرقوص نے واپس لوٹ کر وزیر اور افسروں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلا کر کہا اب تک تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ مسلمان ابھی قلعہ پر حملہ نہیں کریں گے اور اتنے میں سبیطلہ کی مدد آ جائیگی لیکن قاصد کی زبانی آج معلوم ہوا کہ اب مسلمان عنقریب حملہ کرنیوالے ہیں۔ اور ان کمبخت مسلمانوں کی بابت معلوم ہوا ہے کہ یہ جب کسی شہر یا قلعہ پر حملہ کرتے ہیں تو جبتک اسے فتح نہیں کر لیتے دم نہیں لیتے افسوس ہے اب تک ہمارے قاصد کے سبیطلہ جانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا؛

سپہ سالار نے کہا؛ اگرچہ اسوقت بھی ہمارے پاس مسلمانوں سے کہیں زیادہ لشکر ہے لیکن ہمارا ہر سپاہی مسلمانوں سے خائف اور ہراساں ہے اگر انھوں نے یورش کی تو اندیشہ ہے کہیں لشکر ہتھیار نہ ڈال دے؛

ہرقوص! یہی خوف مجھے بھی ہے۔"

وزیر اعظم؛ مناسب یہی ہے کہ ایک قاصد اور روانہ کر دیا جائے اور اسے ہدایت کر دی جائے کہ قریہ سے کوئی سبک رو گھوڑا خرید کر جس قدر تیز جا سکتا ہے جائے اور شاہ جرجیر سے کہہ دے کہ اگر آپ کے مدد کرنے میں اب ذرا بھی دیر ہوئی تو احتمال ہے کہ کہیں قلعہ ہاتھوں سے نہ جاتا رہے؛

ہرقوص؛ میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ آج رات میں قاصد کو بدرو کے ذریعہ روانہ کر دوں گا۔ تم فصیل پر جا کر لشکر ہر طرف زیادہ تعداد میں پھیلا دو۔ اور سب کو شب و روز ہوشیار رہنے کی ہدایت کر دو۔

سپہ سالار؛ بہتر ہے۔"

سپہ سالار چلا گیا۔ ہرقوص نے ایک ہوشیار اور مستعد نوجوان کو بلا کر کہا؛ تم جرجیر کے پاس میرا مراسلہ لے جاؤ۔ ان سے زبانی بھی کہہ دینا کہ جس قدر جلد ممکن ہو مدد بھیجیں۔ اگر مناسب سمجھیں تو خود تشریف لے آئیں۔ تمہیں رات کو بدرو کے ذریعہ سے باہر نکلنا ہوگا۔ جاؤ ابھی سے تیاری شروع کر دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہت اچھا" کہکر چلا گیا۔ ہرقوص نے اسی وقت مراسلہ لکھا اور خادم خاص کے ذریعہ سے مراسلہ اور کچھ زرِ نقد نوجوان کے پاس بھیج دیا۔

ادھر عربی قاصد عبداللہ بن سعد امیر لشکر کے پاس آیا اور کہا: "میں نے اتمام حجت کرلی۔ دونوں باتیں والی طرابلس کے سامنے رکھ دیں۔ مگر اس نے ایک بات بھی نہیں مانی بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہمیں کوئی بات بھی منظور نہیں ہے ہماری طرف سے صاف جواب ہے۔"

عبداللہ نے کہا: "میں پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ یہی جواب دے گا۔ اہل طرابلس کو اپنے قلعہ کی مضبوطی پر بڑا ناز ہے۔ ممکن ہے انھیں باہر سے بھی کسی مدد کے آنے کی توقع ہو۔ خیر امیر المومنین کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ اب میں انشاء اللہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کروں گا۔ آج رات کو میں خود کچھ آدمیوں کے ساتھ قلعہ کے گرد گشت لگاؤں گا شاید خدا کوئی سبیل قلعہ میں داخل ہونے کی نکال دے۔"

ساتھ ہی عبداللہ نے احکام جاری کر دیئے کہ محاصرہ میں اور شدت کی جائے اور رات و دن قلعہ کو نظروں میں رکھا جائے۔ کسی کو بھی قلعہ سے باہر نکلنے دیا جائے نہ اندر جانے۔ چنانچہ جوں ہی یہ احکام افسران کو پہنچے انھوں نے محاصرہ میں اور بھی شدت کر دی۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ امیر لشکر عنقریب قلعہ پر یورش کرنیوالے ہیں

جب رات ہوئی اور مسلمانوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی۔ تب عبداللہ بن سعد نے دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لیا اور نہایت خاموشی کے اور احتیاط کے ساتھ قلعہ کی طرف بڑھے۔ ان دس آدمیوں میں سے ایک سردار تھے اور نو دوسرے مشہور اور بہادر اعرابی تھے۔

اگرچہ چاند نکلا ہوا تھا لیکن چاندنی رات چاند پورا نہ ہونے کی وجہ سے صاف نہ تھی۔ دھندلی سی تھی۔ اس لئے قلعہ والے ان جانباز مجاہدینِ اسلام کو نہ دیکھ سکے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور یہ قلعۂ فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ اب انھوں نے فصیل کے گرد چکر لگانا شروع کیا۔ دیواروں کو دیکھا۔ نہایت مضبوط اور بلند تھیں۔ انھیں توڑ ڈالنا یا ان کے ذریعہ سے اوپر پہنچ جانا بہت دشوار تھا۔

جب ایک مرتبہ انھوں نے قلعہ کے چاروں طرف گشت کر لیا اور کوئی مقام ایسا نظر نہ آیا جس کے ذریعہ سے قلعہ پر رسائی ہوسکے۔ تب عبداللہ نے کہا! مسلمانو اب بیٹھ کر دیکھو۔ شاید کوئی بدرو وغیرہ ہو جس کے ذریعہ سے اندر رسائی ہوسکتی ہو۔

سرور نے کہا" ضرور ہوگی۔ آخر قلعہ کا پانی کسی نہ کسی ذریعہ سے باہر نکالا جاتا ہوگا۔

یہ سب لوگ جھک جھک کر دیکھتے ہوئے چلے کہ انھیں وہ بدرو نظر آگئی۔ جس کے ذریعہ سے عیسائیوں کا قاصد قلعہ سے باہر نکل کر جرجیر کے پاس گیا تھا۔

عبداللہ نے اس بدرو کو دیکھ کر یہ اطمینان کر لیا کہ اس میں سے ایک آدمی بہ آسانی گذر سکتا ہے۔ انھوں نے کہا! مسلمانوں خدا کا شکر ادا کرو کہ راستہ ہاتھ آگیا میں چاہتا ہوں کہ دوسو آدمیوں کو اس بدرو کے ذریعہ سے قلعہ میں داخل کر دوں۔

سرور نے کہا" لیکن یا امیر اگر یہ بدرو اندر کی طرف سے سلاخوں سے بند ہوئی تب کیا ہوگا۔

عبداللہ" میں جانتا ہوں کہ سلاخیں یا جنگلہ اس کے دوسرے سرے پر ضرور لگا ہوگا۔ لیکن وہ مدت کا ہوگا اور پانی سے زنگ خوردہ ہوگیا ہوگا۔ اس لئے اس کو جھٹکا دیکر اکھاڑ ڈالنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ سرور تم جاؤ اور دوسو آدمیوں کو نہایت خاموشی سے لے آؤ"

بہت اچھا کہکر سرور چلے گئے اور یہ سب لوگ نہایت خاموشی کے ساتھ بدرو کے پاس ہی بیٹھ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ بدرو قریب قریب ہر وقت جاری رہتی تھی۔ اس میں یہ قلعہ کا استعمالی اور گندہ پانی خارج ہوتا رہتا تھا۔ جو نالی کے ذریعہ دریا میں جا پڑتا تھا۔

ابھی ان لوگوں کو بیٹھے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ بدرو میں کچھ کھٹکا ہوا جسے ان میں سے ہر شخص نے سُنا۔ عبداللہ نے جلدی سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ سب ہٹ گئے۔ صرف عبداللہ ہی رہ گئے جو بدرو کے منہ کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک آدمی نے سر نکالا اور پھر کھسک کر نکل کھڑا ہوا اس کے کھڑے ہوتے ہی عبداللہ نے اس کی گردن دبالی۔ وہ فرطِ خوف و دہشت سے کانپنے لگا۔ عبداللہ نے آہستہ سے کہا "خاموش رہنے میں ہی تمہاری بھلائی ہے۔ اگر ذرا بھی آواز سے بولے تو گلا دبا دوں گا۔"

یہ وہی قاصد تھا جو ہرقوص کا مراسلہ لے کر جرجیر کے پاس جا رہا تھا وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے نہایت خاموشی سے کہا "اطمینان رکھیے میں شور نہ کروں گا۔ مگر میری گردن چھوڑ دیجیے۔ مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔"

عبداللہ نے اس کی گردن چھوڑ کر کہا "تم اس وقت چوروں کی طرح کہاں جا رہے تھے؟"

قاصد "جرجیر کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے۔"

عبداللہ "اس بدرو کے دوسرے کنارے پر کوئی جنگلہ تو نہیں لگا ہوا ہے۔"

قاصد۔ اگر آپ مجھے اور میرے تمام خاندان کو امان دینے کا وعدہ کریں تب میں آپ کی باتوں کا جواب دے سکتا ہوں۔"

عبداللہ "میں تمہیں اور تمہارے تمام خاندان کو امان دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

قاصد "تو سنیے۔ اس بدرو کے اس طرف کوئی جنگلہ نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ: اور یہ بدرو جس جگہ سے شروع ہوتی ہے وہاں کوئی پہرہ وغیرہ تو نہیں ہے؟

قاصد: نہیں۔ ایک سنسان گلی ہے جو پھاٹک کے قریب ہی ہے۔ اگر آپ اس میں گھس گئے تو بلا کسی خطرے کے قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں گے اور وہاں سے جب بائیں جانب چلیں گے تو چند ہی قدم کے فاصلہ پر سڑک ملے گی جو گھومتی ہوئی پھاٹک پر پہنچ جاتی ہے۔

اس عرصہ میں سرور دو سو جانبازوں کو لے کر آ گئے۔

عبداللہ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ قاصد کے منہ کو بند کر کے اس کے پاس بیٹھ کر اس کی نگرانی کریں۔ اور پھر خود بدرو میں داخل ہوئے اور ان کے پیچھے سرور داخل ہوئے اور ان دونوں کے بعد ایک ایک کر کے سارے مسلمان گھس گئے۔

قاصد نہایت متوحش نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔

انیسواں باب

طرابلس کی فتح

سب سے پہلے عبداللہ موری یا بدرو سے باہر نکل کر قلعہ کے اندر پہنچے۔ ان کے بعد سرور اور پھر ایک ایک کر کے سب پہنچ گئے۔

عبداللہ نے کہا: وہ ایک تنگ گلی میں جا نکلے ہیں۔ انھوں نے ایک مجاہد سے کہا: تم بدرو کے ذریعہ سے واپس جاؤ اور اس تمام لشکر کو مسلح ہو کر پھاٹک کے عین سامنے کھڑے ہونے کی تاکید کر کے کہدو کہ جس وقت نعرۂ تکبیر سنیں فوراً

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دروازہ کی طرف دوڑیں اور قلعہ کے اندر گھس آئیں۔

یہ سُن کر وہ مجاہد جنہیں عبداللہ نے مخاطب کیا تھا پھر بدرو میں گھس گئے اور عبداللہ نے اپنے مختصر دستہ کو لیا اور آگے چلے۔ اور اس گلی کے بائیں طرف گھوم گئے کچھ دور چل کر ایک کشادہ سڑک ملی۔ وہ اس پر چل پڑے۔ تھوڑی ہی دیر میں پھاٹک کے قریب جا پہنچے۔ عبداللہ نے کہا: اتنی دیر توقف کرو کہ جس مجاہد کو لشکر میں بھیجا گیا ہے وہ لشکرگاہ میں پہونچ جائے۔ لیکن چپ چاپ کھڑے رہو۔ کھانسنے کھنکار نے یا کسی کھٹکے کی آواز نہ ہو۔

سب خاموشی سے کھڑے رہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے پھاٹک تھا چونکہ اس میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس لیۓ انھوں نے دور سے دیکھا کہ پھاٹک کے پہریدار اطمینان سے پڑے سو رہے ہیں۔ اس وقت آدھی رات آگئی تھی۔ رات کا قدرتی سکوت و سکون پھیلا ہوا تھا۔ کُتّے تک خاموش تھے۔ جب ان لوگوں کو کھڑے ہوئے اتنی دیر ہو گئی کہ ان کے خیال میں مجاہد لشکرگاہ میں پہنچ چکا ہوگا تب عبداللہ نے کہا: بہادرو! اب موقع ہے۔ خدا کا نام لیکر بڑھو۔ چنانچہ یہ سب نہایت احتیاط سے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگے۔ چونکہ محافظ آرام و اطمینان سے پڑے سو رہے تھے اس لیۓ کسی قسم کا خطرہ پیش نہیں آیا اور وہ عالیشان دروازہ پر جا پہنچے۔ مگر جب وہ دروازہ میں گھسے تب پہرہ والوں کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھبرا کر اٹھے اور مسلمانوں کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ پھر خوف و دہشت سے کانپنے لگے مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور بے دریغ انھیں قتل کرنا شروع کیا۔ پہرہ دینے والے چیخنے اور چلانے لگے۔ انھوں نے شور مچایا۔ "مسلمان آگئے مسلمان آگئے"۔

جونہی ان کی آوازیں بلند ہوئیں فصیل کے اوپر جو سپاہی پہرہ دے رہے تھے نیچے اُتر آئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتفاق سے ہرقوص بھی گشت کر رہا تھا۔ وہ بھی بھاگ کر اتر آیا۔ اور عیسائیوں کے دو تین ہزار سپاہی دروازے کے سامنے آگئے۔

یہاں آتے ہی انھوں نے دیکھا کہ مسلمان دروازے پر قابض ہو گئے ہیں۔ انھیں بڑی حیرت ہوئی کہ وہ قلعہ کے اندر کس طرح آگئے۔ ہرقوص نے بلند آواز سے کہا۔ "بہادر عیسائیو! یہ تھوڑے سے مسلمان ہیں انھیں قتل کر ڈالو۔"

لیکن عیسائی سپاہی مسلمانوں کو قلعہ کے اندر دیکھ کر بڑی حیرت میں تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ مسلمان ضرور جن ہیں اور اُڑ کر قلعہ کے اندر آپڑے ہیں۔ اگر وہ انسان ہوتے تو قلعہ کے اندر کیسے گھس آتے؟ اس لئے وہ ان کی طرف بڑھتے ہوئے جھجکے۔

ہرقوص نے ڈپٹ کر کہا۔ "نامردو! دیکھتے کیا ہو۔ بڑھو۔"

مجبور ہو کر عیسائی سپاہی تلواریں کھینچ کر بڑھے۔ لیکن اس عرصہ میں مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پُرشور نعرہ لگایا اور خود بھی حملہ کر دیا اور بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ تب انھیں بھی جوش آگیا اور انھوں نے بھی پرزور حملے شروع کر دیئے۔ ادھر ہرقوص نے کئی سپاہیوں کو دوڑا کر مزید لشکر طلب کر لیا۔

مسلمان دروازے سے نکل کر سڑک کے اوپر سربستہ ہو گئے اور وہیں پر لڑائی شروع کر دی۔

اگرچہ مسلمان صرف دو سو ہی تھے اور عیسائی دو تین ہزار آگئے تھے مگر عیسائیوں پر مسلمانوں کا رعب طاری تھا اس لیئے وہ جھجک جھجک کر حملے کر رہے تھے۔ اور مسلمان بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی آبدار تلواریں عیسائیوں کو بے دریغ قتل کر رہی تھیں۔ انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو موت کی گود میں پہنچا دیا تھا۔

عیسائی بھی جوش میں بھر بھر کر حملے کر رہے تھے۔ خاصی جنگ ہو رہی تھی چونکہ عیسائی شور مچا رہے تھے اور ان کی آواز قلعہ میں گونج رہی تھی۔ اس لیئے اہل قلعہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھبرا گھبرا کر اٹھ اٹھ کر گھروں سے باہر نکل رہے تھے اور ایک ایک سے شوروغل کی وجہ معلوم کرتے تھے۔

ہرقومس کے حکم کے پہنچتے ہی ہر طرف سے فصیل سے اتر اتر کر سپاہی اس دروازہ کی طرف دوڑنے لگے جس طرف مسلمانوں سے جنگ ہو رہی تھی لیکن چونکہ مسلمان دروازے کے قریب ہی کھڑے ہوئے لڑ رہے تھے اور وہاں پھیلنے کی گنجائش نہ تھی اور تھوڑی ہی دور میں جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے عیسائی سوار قریب آ آ کر ادھر ادھر بازوؤں کی طرف پھیلتے جاتے تھے۔ اور ان کا جم غفیر آ لگا تھا۔

مسلمانوں کی تعداد چونکہ بہت تھوڑی تھی۔ اس لئے ابھی وہ آگے بڑھ کر حملہ نہ کرتے تھے۔ وہ مدد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

عبداللہ اور سرور دونوں تمام مسلمانوں سے آگے بڑھے ہوئے زور سے حملے کر کر کے دشمنوں کو قتل کر رہے تھے۔ جب لڑائی کو زیادہ دیر ہوئی تو عبداللہ نے پھر نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ اس مبارک نعرہ کی تکرار ان کے تمام ساتھیوں نے کی اور ایک مرتبہ پھر قلعہ شور اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ اس نعرہ کے ساتھ ہی قلعہ کے باہر سے نعرہ کی پُرشور آواز آئی۔ ساتھ ہی مسلمان مجاہدوں کے دستے قلعہ کے اندر گھس آئے۔ اب عبداللہ۔ سرور اور ان کے ساتھیوں نے آگے بڑھ بڑھ کر نہایت جوش وخروش سے حملہ کیا اور عیسائیوں کو مار کاٹ کر دور تک پیچھے ہٹا دیا۔

سرور نے ایک سوار کو قتل کر کے اس کا گھوڑا پکڑا اور جلدی سے اس پر سوار ہو گئے اب انھوں نے پُرجوش حملے کر کر کے عیسائیوں کو قتل کرنا اور پیچھے ہٹانا شروع کیا۔

اسی وقت مسلمانوں کا سیلاب دروازہ میں داخل ہو کر قلعہ کے اندر گھسا اور نہایت سختی سے حملے کرنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمان عیسائیوں کے مقابلے میں ادھر ادھر پھیلنے اور ان پر حملہ کر کر کے انھیں پسپا کرنے لگے۔ اگرچہ عیسائی بہت زیادہ تھے لیکن وہ کچھ تو مرعوب ہو رہے تھے۔ کچھ مسلمان جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کا مقابلہ بڑی بے دلی سے کر رہے تھے۔

مسلمان ان کے اوپر ٹوٹے پڑتے تھے۔ وہ مار مار کر انھیں پیچھے ہٹا رہے تھے۔ عیسائی پیچھے دبتے جاتے تھے اور مسلمان بڑھتے جاتے تھے۔

چونکہ اس وقت محاذ جنگ بہت دور تک پھیل گیا تھا۔ اس لئے جنگ کے شعلے بھی دُور تک بھڑک اُٹھے تھے۔ تلواریں پھرتی کیساتھ بلند ہو رہی تھیں۔ سر و تن کے فیصلے ہو رہے تھے خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں۔ لاشوں پر لاشیں گرتی جا رہی تھیں۔ شور دم بدم بڑھتا جاتا تھا۔

اب سپیدۂ صبح نمودار ہو گیا تھا۔ افق مشرق میں ایک سفید دھاری نمودار ہوئی جو بڑھتے بڑھتے اقصائے عالم میں پھیل گئی اور اس قدر اُجالا ہو گیا کہ قریب کی چیزیں صاف طور پر نظر آنے لگیں۔

قلعہ کے عام عیسائیوں کے گروہ ہر محلہ اور ہر کوچہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اور امید و بیم کی حالت میں خائف و ترساں کھڑے ہوئے مسلمانوں کے قلعہ کے اندر آنے پر بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔

عیسائیوں کی بڑی تعداد کہنے لگی تھی کہ مسلمان انسان نہیں ضرور جن ہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے دن میں دھمکی دی اور رات میں اُڑ کر قلعہ کے اندر آ گھسے۔ ان سے لڑنا بیکار ہے۔

یہ خیال سب کا ہو گیا تھا کہ اب قلعہ کو کوئی طاقت مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچا نہیں سکتی۔ اس خیال نے عام عیسائیوں کے دل میں غم و فکر کی لہر دوڑا دی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب سخت پریشان اور غمزدہ ہو گئے تھے اور اس فکر میں تھے کہ کس طرح قلعہ سے باہر نکل کر چلے جائیں لیکن جانتے تھے کہ مسلمانوں نے سختی سے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ باہر نکل جانا ناممکن ہے اور اس بات کا بھی انھیں خدشہ تھا کہ قلعہ عنقریب فتح ہو جائے گا۔ اس لئے وہ نہایت ترساں و ہراساں ہو رہے تھے۔

مسلمانوں نے دروازے سے آگے بڑھ کر لڑائی شروع کر دی تھی اور بڑے جوش و خروش سے حملے کر رہے تھے۔ اس وقت وہ مسلمان جو عبداللہ کے ساتھ آئے تھے پیچھے ہٹا دیئے گئے تھے کیونکہ وہ پیدل تھے اور تازہ دم سوار آ آ کر مصروف جنگ ہوتے جاتے تھے۔ لیکن یہ پیدل لوگ بھی لڑائی کے لئے تلملا رہے تھے۔ اور وہ بھی موقع و محل دیکھ کر حملے کر کے عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیتے تھے اور جب کسی سوار کو کوئی مار ڈالتا تھا تو اس کا گھوڑا پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتا تھا۔

اس طرح اب تک ان دو سو میں پچاس ساٹھ آدمیوں نے گھوڑے پکڑ لئے تھے۔ سرور پہلے ہی سوار ہو چکے تھے۔

کچھ عرصہ بعد عبداللہ نے بھی ایک سوار کو مار کر اس کا گھوڑا پکڑ لیا تھا اور بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ نہایت پھرتی اور قوت سے حملے کر رہے تھے۔

اب اس قدر روشنی پھیل گئی تھی کہ دور تک کی چیزیں صاف نظر آنے لگیں تھیں سرور نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ ہرقوص گھوڑے پر سوار کھڑا اپنے لشکر کو جوش دلا رہا تھا چونکہ وہ ریشمین اور سونے کے منقش بہ جواہر زیورات پہنے اور تاج اوڑھے تھا اس لئے انھوں نے سمجھ لیا کہ وہی اس قلعہ کا قلعہ دار ہے۔

انھوں نے اس رسالہ پر حملہ کر دیا جو اس کے گرد تھا اور اس شدت سے حملہ کیا کہ ہرقوص کے خاص رسالہ کے سوار گھبرا گئے۔ ان کی تلوار نے سواروں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جونہی سردار بڑھے پندرہ بیس مسلمان بھی اُن کے پیچھے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے اور عیسائی سپاہیوں پر وار کرتے ہوئے بڑھنے لگے۔

جبکہ یہ مختصر گروہ ہرقوص کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ دوسری جانب سے عبداللہ بھی پچاس سواروں کو لے کر اس کے رسالے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اور اس طرح سے ہرقوص کے رسالہ خاص پر ہر دو جانب سے حملہ شروع ہو گیا تھا۔

عام مسلمان ان عیسائیوں سے مصروف جنگ تھے جو ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔ جنگ کی آگ اس وقت نہایت تیزی سے بھڑک اٹھی تھی اور تلواریں جلد جلد اٹھ کر سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں۔

عیسائی بھی پورے زور قوت سے لڑ رہے تھے۔ وہ سنگی چٹانوں کی طرح جم گئے تھے اور ایک ایک انچ زمین کے لئے خون بہا رہے تھے۔ ان کی تلواریں بھی مسلمانوں کے جسموں پر پڑ رہی تھیں۔ اور مسلمان بھی قتل و زخمی ہو رہے تھے۔ مگر مسلمان کچھ اس جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور اس طرح عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ وہ تو قتل ہو کر گر جاتے تھے یا مسلمان انھیں پیچھے ہٹا دیتے تھے۔

اب محاذ جنگ پھاٹک سے بہت آگے بڑھ گیا تھا اور مسلمان قلعہ کے کچھ حصہ پر قابض ہو گئے تھے۔

جبکہ جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک رہے تھے اس وقت سردار ہرقوص کے قریب پہونچ گئے تھے۔ انھوں نے للکار کہا۔

"نامرد، بزدل سواروں کو کیوں کٹوا رہا ہے بہادر ہے تو تو مقابلہ میں آ۔"

ہرقوص کو طرارہ آگیا۔ وہ تلوار لے کر جھپٹا۔ اور سردار پر حملہ آور ہوا۔ دونوں تلوار کے ہاتھ دکھانے لگے۔ ان کے گرد کھڑے ہوئے مسلمان اور عیسائی ان کی لڑائی کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تماشا دیکھنے لگے۔ سرور نے کچھ اس طریقے سے تلوار ماری کہ ہرقوص کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اچھلی اور ایک عیسائی کے گلے پر جا پڑی جس سے اس کی گردن اُڑ گئی۔ ہرقوص گھبرا گیا۔ اس نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر سرور نے اس کا موقع ہی نہ دیا۔ انھوں نے بڑھ کر اس کا ٹینگ پکڑ کر اُٹھایا اور بڑے زور سے زمین پر دے مارا ہرقوص کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بڑے زور سے ڈکرایا۔

سرور۔۔۔۔ جلدی سے گھوڑے سے کودے اور خنجر سے اس کا سر اتار لیا عیسائیوں نے ان پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن فوراً مسلمانوں نے ان کے گرد بڑھ کر حصار قائم کر لیا اور عیسائیوں پر حملے شروع کر دیئے۔

سرور نے ہرقوص کا سر نیزہ پر چڑھایا اور بلند آواز سے کہا۔ عیسائیو! تمہارا سردار مارا گیا۔ اب لڑ کر کیوں اپنی جانیں گنواتے ہو۔

جوں ہی عیسائیوں نے ہرقوص کا سر نیزہ پر دیکھا۔ بدحواس ہو گئے وہ ایکدم پیچھے کی طرف لوٹ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

اب یہ کیفیت ہو گئی کہ عیسائی جانیں بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کے پیچھے لگے ہوئے انھیں قتل کر رہے تھے۔

ابھی تک تازہ دم مسلمانوں کے رسالے قلعہ کے اندر آ رہے تھے۔ اس وقت تک چار ہزار مسلمان آچکے تھے۔ اور وہ سارے قلعہ میں پھیل گئے تھے۔ انھوں نے چن چن کر عیسائی سواروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ سارے قلعہ میں ہر سڑک ہر راستہ اور ہر میدان میں عیسائیوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔

عیسائی کچھ ایسے گھبرا گئے تھے کہ امان تک مانگنا بھول گئے تھے۔ بھاگ رہے تھے اور مارے جا رہے تھے۔ جب پندرہ بیس ہزار مارے جا چکے تب انھیں ہوش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آیا اور وہ "امان امان" چلانے لگے۔

مسلمانوں نے فوراً تلواریں اُٹھالیں اور صاف کر کے میانوں میں ڈالیں۔ اور اب وہ عیسائیوں کو گرفتار کرنے لگے

عبداللہ نے ان مجاہدوں کو جو اس قاصد کی نگرانی کر رہے تھے جسے ہرقوص نے جرجیر کے پاس بھیجا تھا قلعہ کے اندر بلالیا۔ قاصد کو آزاد کر دیا اور اس کے اہل وعیال کو امان دے دی۔

بیسواں باب

فتح کی مبارکباد

عیسائی سمجھتے تھے کہ طرابلس کا قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم ہے۔ ناقابلِ تسخیر ہے برس ہا برس مسلمان اس کا محاصرہ کئے پڑے رہیں گے۔ لیکن انھیں معلوم نہیں تھا کہ مسلمانوں کا حامی وہ باری تعالےٰ ہے جس کے صرف لفظ "کن" یعنی "ہو جا" فرمانے سے کائنات کی تمام چیزیں عالم وجود میں آگئی تھیں جس کے حکم کے بغیر ذرہ حرکت نہیں کرسکتا۔ اسی کے حکم اور اسی کی مدد سے مسلمانوں نے وہ راستہ معلوم کر لیا جس کے ذریعہ سے وہ قاصدوں کو بھیجا کرتے تھے اور اسی راستہ سے وہ درانہ قلعہ میں گھس گئے اور آخر لڑ بھڑ کر فتح کر لیا۔

عیسائیوں کو اس وقت سخت اضطراب تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جب کوئی قوم کسی قلعہ یا کسی شہر کو فتح کرتی ہے تو اس کے مکینوں کا قتلِ عام کر کے ان کی دولت لوٹ لیتی ہے، مکان کو آگ لگا دیتی ہے، اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان بھی یہی بہیمانہ طریقہ اور وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کریں گے لیکن وہ حیران

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہ گئے۔ جب انھوں نے منادی سنی کہ کوئی عیسائی قتل نہیں کیا جائے گا کسی مکان کو آگ نہیں لگائی جائے گی، کسی شخص کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مذہبی معاملات میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔ لوگ اطمینان سے کاروبار میں مصروف ہو جائیں چونکہ مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل نہایت ہی شریفانہ تھا۔ اس لئے عیسائیوں کے دلوں سے بے ساختہ ان کے حق میں دعائے خیر نکلی۔ اور ان کے تردّدات اور تفکرات دُور ہو گئے۔ انھوں نے دیکھتے ہی کاروبار شروع کر دیئے اور اس طرح شروع کئے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ طرابلس کی حکومت بدل گئی ہے۔ اور اس پر ایک دوسری قوم نے قبضہ کر لیا ہے۔ البتہ مسلمانوں نے شاہی خزانہ پر قبضہ کر لیا اور جو کچھ زروجواہر درہم و دینار سونے چاندی کے ظروف۔ دیبائے حریر کے تھان۔ رومی قالین اور دوسری بیش قیمت چیزیں تھیں۔ سب ایک جگہ لا کر ڈھیر کر دیا۔ یہ تمام سامان کروڑوں روپے کی قیمت کا تھا۔ اس میں ایک چاندی کا تخت اور کئی سونے کے تاج بھی شامل تھے۔

قلعہ پر قبضہ کر کے عبداللہ نے چاروں پھاٹک کھلوا دیئے۔ ان پر پہرہ قائم کر دیا اور کچھ لشکر قلعہ کے اندر ٹھہرا دیا۔ دوسرے روز عبداللہ نے طرابلس کے رئیسوں اور امیروں کو طلب کر کے کہا: جو لوگ اپنی مرضی سے مسلمان ہونا چاہیں وہ مسلمان ہو جائیں ان سے کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جائے گا وہ مسلمانوں کے بھائی بن جائیں گے اور جو لوگ مسلمان نہ ہونا چاہیں وہ فی کس چار دینار سالانہ کے حساب سے جزیہ دیں۔ یہ جزیہ ان کی حفاظت کرنے کا ٹیکس ہے۔ اور جو لوگ مسلمان نہ ہوں اور نہ جزیہ دینا چاہیں وہ اپنا تمام سامان لے کر دو روز کے عرصہ میں قلعہ سے چلے جائیں۔

ان رئیسوں نے عبداللہ کے پاس سے جا کر عوام الناس کو بلایا اور اُن کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے مسلمانوں کی شرائط پیش کردیں۔ تقریباً دو ہزار سپاہی تو معہ اپنے اہل وعیال کے مسلمان ہو گئے اور ڈھائی ہزار سپاہی قلعہ سے نکل کر چلے گئے۔ باقی لوگوں نے جزیہ ادا کردیا۔

جزیہ کی رقم بھی لاکھوں روپے کی ہو گئی۔ اب عبداللہ نے اس جزیہ اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں روانہ کرنے کے لئے علیحدہ کر دیا۔ اور باقی چار حصے تمام مسلمانوں اور ان عیسائیوں میں جو مسلمان ہو گئے تھے حصہ رسدی تقسیم کر دیئے۔

قرار یہ پایا کہ پانچواں حصہ مالِ غنیمت کا دربارِ خلافت میں اس وقت روانہ کیا جائے جب سبیطلہ فتح ہو جائے۔ چنانچہ اس مال کو شاہی خزانہ میں محفوظ کر دیا گیا مسلمانوں میں اس بات کی شہرت ہو گئی تھی کہ ہرقوص کو سرور نے بڑی بہادری سے قتل کیا تھا اور اس کے قتل کر ڈالنے ہی سے قلعہ فتح ہوا تھا۔ اس لئے طرابلس کے فاتح وہی مشہور ہو گئے تھے۔

جبکہ عبداللہ قلعہ کے نظم و نسق میں مشغول تھے انھوں نے صرف دو ہزار مسلمانوں کو قلعہ کے اندر آنے اور رہنے کی اجازت دی تھی۔ باقی تمام لشکر قلعہ کے باہر تھا۔ اور قلعہ کے چاروں طرف اس طرح فروکش تھا جس طرح انھوں نے محاصرہ کیا تھا۔

خواتینِ عرب بدستور سراپردہ میں مقیم تھیں اور سرور انکی حفاظت و نگرانی پر مامور تھے۔ ایک روز وہ دریا کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے، عصر کی نماز پڑھ کر چلے تھے۔ کچھ دُور سمندر کی طرف جا کر کھڑے ہو گئے اور کنارہ کے ان کٹاؤ کو دیکھنے لگے جن میں ہو کر دریا سمندر میں گرتا تھا۔ اس جگہ دریا کی دھاریں ہو گئی تھیں اور چونکہ زمین کا ڈھال سمندر کی طرف تھا۔ اس لئے پانی تیزی سے بہہ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمندر میں گر جاتا تھا۔ جب انھوں نے نظر اٹھا کر سمندر کی طرف دیکھا تو پانی افق سے مِلا ہوا نظر آیا۔ جس طرف اور جہاں تک نظر گئی نیلگوں پانی موجیں مارتا نظر آیا۔ اگرچہ اس وقت ہوا تھمی تھی مگر سمندر میں موجیں اٹھ رہی تھیں اور چھوٹی سے چھوٹی موج ایسی تھی جو معمولی قسم کے جہازوں کو پاش پاش کر ڈالتی۔ تھوڑی دیر اس منظر کو دیکھ کر وہ واپس لوٹے اور سراپردہ کی طرف چل پڑے۔ اور کسی ایسے خیال میں مستغرق ہوئے کہ یہ خبر ہی نہ رہی کہ سراپردہ کے پاس آ گئے ہیں۔

اچانک ایک آواز سُنائی دی۔ کیا ادھر راستہ بھول کر آ گئے ہیں؟"

سرور چونک پڑے۔ انھوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو شریر سلمیٰ سامنے کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ انھوں نے کہا" راستہ بھول کر نہیں بلکہ عالم استغراق میں ادھر نکل آیا سلمیٰ بے ساختہ ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کا روئے تاباں اور منور ہو گیا۔ اس نے کہا" اور وہ عالم استغراق تھا کہاں؟"

سرور نے اس شریر حسینہ کو ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے ان سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ انھوں نے کہا" شاید مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے"

سلمیٰ نے ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے کہا" جی نہیں۔ عالم استغراق آپ کے دل میں تھا نا؟"

سرور" کیا میں نے ایسا کہہ دیا تھا؟"

سلمیٰ" جی نہیں میں اپنی طرف سے کہہ رہی ہوں"

سرور" نہ معلوم کیسے میری زبان سے یہ نکل گیا"

سلمیٰ" آپ شاید اپنے ہوش میں نہیں رہتے"

سرور" ہوش

لے گئیں ہوش و خرد تیری نشیلی آنکھیں ان مسیتوں نے لوٹا ہے خزانہ دل کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ شرما گئی۔ اس نے بات کا رُخ بدل کر کہا! او ہو۔ مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی میں نے مبارکباد تو دی نہیں: فاتح طرابلس فتح مبارک ہو۔

سرور اس دلربا کی ایک ایک ادا کو دیکھ رہے تھے۔ جس ادا سے اس نے فتح کی مبارکباد دی وہ ایمان شکن تھی۔

سرور نے کہا: تم نے فتح پر مبارکباد دی۔ مجھے صلہ مل گیا۔

سلمیٰ: لیکن مجھے تو یہ تعجب ہے کہ تم نے والئ طرابلس کو کیسے قتل کر ڈالا۔

سرور: قوت بازو سے۔

سلمیٰ: شاید اس وقت تمہارے دل میں استغراق نہیں تھا۔

سرور: تم بڑی شوخ ہو۔

سلمیٰ: اور تم بڑے سیدھے ہو؟

سرور: بات یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے آ کر کچھ کھو سا جاتا ہوں۔

سلمیٰ: یہی مجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں آپ کھو نہ جائیں۔

سرور: کاش میں کھو جاتا سلمیٰ.....

سلمیٰ نے جادو نگار آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ وہ فقرہ پورا نہ کر سکے۔ سلمیٰ نے کہا: کہیے۔

سرور: کیا کہوں؟

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

سلمیٰ: خوب۔ مجھ سے آپ کو کیا شکایت ہے؟

سرور: اگر خفا نہ ہوں تو کہوں۔

سلمیٰ: بس تو تم کچھ کہو ہی مت۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور: دستو گی تو نہ کہوں گا۔"
سلمیٰ: ہاں یہ تو بتائیے آپ اس طرف کہاں گئے تھے؟"
سرور: سمندر کو دیکھنے۔"
سلمیٰ: میں نے کبھی سمندر نہ دیکھا ہے۔ اس طرف تو پانی کی دنیا ہے۔ بڑا ہی خوفناک منظر ہے۔" سلمیٰ نے بھولے پن سے کہا۔ "مگر نظر تو آتی ہی نہیں۔"
سرور: وہ دنیا ہزاروں کوس دوری پہ ہے۔"
سلمیٰ: لیکن لوگ وہاں جا کر آباد ہی کیوں ہوئے۔"
سرور: لوگ از خود آباد نہیں ہوئے بلکہ خدا نے انھیں آباد کیا ہے۔"
سلمیٰ: اب کب تک یہاں قیام رہے گا؟"
سرور: کیوں کیا اس جگہ کی تفریح سے دل سیر ہو گیا۔"
سلمیٰ: نہیں بلکہ یہ مقام تو فتح ہو گیا اب کوئی اور مقام فتح کرنا چاہیئے۔"
سرور نے اس سیم تن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "لیکن اس فتح کا آپ کی سرکار سے مجھے کیا صلہ ملا۔ صرف مبارکباد۔"
سلمیٰ نے شوخ نگاہوں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا: "اور کیا چاہتے تھے آپ؟"
سرور نے اس کے رخ روشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اگر اجازت ہو تو کہوں؟" "مگر خفا نہ ہو جایئے گا۔"
سلمیٰ: جس بات سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہو وہ بات نہ کہنی چاہیئے۔"
سرور اس کی طرف بڑھے۔ وہ پیچھے ہٹی۔ انھوں نے کہا: "آج تو۔۔۔۔"
سلمیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "یہ آپ آگے کیوں بڑھے چلے آ رہے ہیں۔"
سرور: اور تم پیچھے کیوں ہٹ رہی ہو؟"
سلمیٰ: دیکھو آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور نے نگاہ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ابھی دن باقی تھا۔ انھوں نے کہا "شریر سلمیٰ"

ابھی ان کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ ان کی نگاہ سلمیٰ پر پڑی۔ وہ کچھ فاصلہ پر ان کی طرف دیکھتی ہوئی سراپردہ کی طرف جا رہی تھی۔

اس وقت اس کے رُخِ روشن پر آفتاب کی شعاعیں لوٹ رہی تھیں جنھوں نے اس کے گلفام رخساروں کو جگمگا دیا تھا۔ آنکھوں میں شوخی کی چمک تھی۔ اور ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ سرور نے اس مہ جمال کو دیکھا۔ انھیں تعجب ہوا کہ وہ اس خاموشی سے ان کے پاس سے کھسک گئی کہ انھیں خبر تک نہ ہوئی۔

چونکہ وہ قدرے دُور چلی گئی تھی اس لئے انھوں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس حورِ وش کا تعاقب کریں۔ اور یہ بات وہ خوب جانتے تھے کہ اگر اس سے ٹھہرنے کی استدعا کرتے تو شاید وہ تب بھی نہ ٹھہرتی۔

جب انھوں نے رشکِ مہ دو ہفتہ کو دیکھا تو اس نے کھُل کر مُسکراتے ہوئے شوخی سے سلام کیا اور تیزی سے چلی گئی۔

سرور لَوٹ آئے۔ اسی روز انھیں عبداللہ نے حکم بھیجا کہ دوسرے ہی دن لشکر سبیطلہ کی طرف کوچ کرے گا۔ تیار ہو جائیں۔

انھوں نے اسی وقت غلام کے ذریعہ سے خواتینِ عرب کو اطلاع کرا دی۔ عشاء کی نماز پڑھتے ہی سب نے تیاریاں شروع کر دیں اور صبح کی نماز پڑھتے ہی تمام لشکر سبیطلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ صرف ایک ہزار مسلمان اس مشہور قلعہ میں چھوڑے گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکیسواں باب

وحشتناک خبر

جرجیر نے اعلان کر دیا تھا کہ اتوار کے دن بہت سویرے لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہوگا۔ چونکہ ابھی ایک ہفتہ باقی ہے۔ اس لیئے اس کے لشکر کی کامیابی کے لیئے ہر روز ہر گرجہ میں دعا مانگی جائے گی۔ چنانچہ ہر گرجہ کا پادری روزانہ فتح کی دعا کرایا کرتا تھا۔ ادھر لشکر میں تیاریاں جاری تھیں۔ جرجیر نے جو لشکر میدان جنگ میں لے جانے کے لیئے فراہم کیا تھا اس کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ دیکھ کر عوام الناس عیسائی سمجھنے لگے تھے کہ ان کا بادشاہ مسلمانوں کو شکست دے کر مصر و شام پر قابض ہو جائے گا۔ خود جرجیر کا بھی یہی خیال تھا۔

چونکہ اس جنگ کی ابتداء جرجیر کی جانب سے ہوئی تھی اور اس کا ارادہ مصر پر یورش کرنے کا تھا اس لیئے اس نے ہر ممکن تیاری کر لی تھی۔

اکثر تھیوڈوس بھی لشکر میں آتا اور عیسائیوں کو جوش دلانے کے لیئے بڑی پُر جوش تقریریں کرتا۔ اس کا منشاء یہ تھا کہ عیسائی جانبازوں میں سرفروشی کا ایسا جذبہ پیدا ہو جائے کہ وہ میدان جنگ میں جاتے ہی مسلمانوں کو پیس ڈالیں اور انھیں ہزیمت دیکر پہلے مصر اور پھر ملک شام پر قبضہ کر لیں۔

اس بات کا اطمینان دلانے کو تھیوڈوس نے جرجیر کی موجودگی میں بڑی جوشیلی تقریر کی۔ اس نے کہا: "مسیحی جانبازو! رات میں نے خواب میں خدا کے پیارے بیٹے خداوند حضرت عیسیٰ کو دیکھا ہے۔ آپ نہایت بشاش تھے۔ آپ نے فرمایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوڈوس! اُٹھ اور عیسائیوں سے کہہ دے کہ وہ خدا کے بیٹے کا پیغام سُنیں اور اس پر عمل کریں۔"

تمام عیسائی نہایت غور و توجہ سے سننے لگے۔ حضرت عیسیٰ کا پیغام سننے کے لیے ہر عیسائی ہمہ تن شوق بن گیا۔ سب اس درجہ خاموش ہو گئے کہ سانس لینے کی آوازیں آنے لگیں۔ تھیوڈوس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "آپ نے فرمایا۔ میں یروشلم سے آرہا ہوں۔ بے دینوں (مسلمانوں) نے اس مقدس شہر کی بڑی بے حرمتی کر رکھی ہے عیسائیوں کو چاہیئے کہ اس متبرک مقام کو ان سے چھین لیں۔ خدا عیسائیوں کو مبتلائے عیش دیکھ کر ان سے ناخوش ہو گیا تھا اس لیے انہیں سزا دینے کے لیے ان کا پاک مقام ان سے چھین کر غیر عیسائیوں کو دے دیا تھا مگر اب وہ عیسائیوں سے خوش ہو گیا ہے اور اس لیے اب وہ پھر سے یروشلم کو عیسائیوں کے قبضہ میں دے گا۔

یہ جنگ مذہبی جنگ ہوگی۔ اس جنگ میں مرنے والے عیسائی شہید ہوں گے اور جو زندہ رہیں گے خدا انہیں بھی نوازے گا۔ انہیں عزت دے گا۔ شہرت دے گا۔ اور دولت دے گا۔ مسلمانوں کی خوبصورت عورتیں ان کی کنیزیں ہوں گی۔ اور بچے ان کے غلام ہونگے۔

حضور نے بشارت دی ہے کہ مقدس یروشلم (بیت المقدس) کو بادشاہ جرجیر اور اس کا لشکر فتح کرے گا۔ اس لشکر میں خدا کے محبوب بندے ہیں جنہیں خدا نے اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

عیسائی دلیرو! تمہاری اور تمہارے بادشاہ کی خوش قسمتی میں کوئی شک نہیں ہے۔ دولت و عزت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے کوچ کرنے کی دیر ہے جس طرف بڑھو گے فتوحات حاصل کرتے چلے جاؤ گے۔ دنیا میں تمہاری شہرت و عظمت کے جھنڈے گڑ جائیں گے۔ میں خود بھی اس لشکر کے ساتھ ہوں گا اور سب سے بڑھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات یہ ہے کہ حسین و جمیل اور شہسوار بہادر شہزادی سیلن بھی ساتھ ہوں گی۔ بادشاہ بھی موجود ہوں گے۔ میں نے خداوند کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اپنا فرض ادا کرو۔"

اس تقریر کو سن کر ہر عیسائی خوش ہو گیا اور ہر ایک نے اس بات کو سمجھ لیا کہ خدا اور اس کا بیٹا دونوں مسلمانوں سے ناخوش ہو گئے ہیں اور اس لیے مسلمانوں کو شکست اور عیسائیوں کو فتح یقینی ہے۔

تقریر سنتے ہی وہ مسلمانوں کی دولت لوٹنے، ان کی عورتوں کو کنیزیں اور ان کے بچوں کو غلام بنانے کے خواب دیکھنے لگے۔

اس لشکر میں ہزاروں ایسے آدمی تھے جنہوں نے شہزادی کا رُخِ زیبا نہ دیکھا تھا اور اس کے دیکھنے کی آرزو تھی۔ انھوں نے خیال کر لیا کہ جب وہ شعلہ رو ان کے ساتھ شریکِ لشکر ہو گی تو کبھی نہ کبھی اس کی زیارت کرنے کا موقع مل ہی جائے گا۔ انھیں یہ بات معلوم تھی کہ شاہزادی سیلی جس قدر خوبصورت ہے اسی قدر بہادر اور شہسوار بھی ہے۔ اس لیے میدانِ جنگ میں وہ ضرور نکلے گی۔ اور اس وقت اس کی چاند سی صورت دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔

اب عیسائی اس دن کے آنے کا انتظار کرنے لگے جب وہ مصر کی جانب کوچ کریں گے۔ اور رشکِ قمر حور وش شہزادی ان کے ساتھ چلے۔

تھیوڈوس نے جمعرات کو یہ تقریر کی تھی۔ جمعہ کے روز دوپہر کے بعد ایک سوار طرابلس کی طرف سے گھوڑا دوڑاتا آیا اور سبیطلہ کے قلعہ میں چلا گیا۔ چونکہ وہ تنہا تھا۔ اس لیے بعض شہریوں نے اسے دیکھا اور بعض نے دیکھا ہی نہیں جن لوگوں نے دیکھا انھوں نے خیال کیا کہ شاید وہ اس بات کی خوشخبری لے کر آیا ہے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو ہزیمت دے کر بھگا دیا ہے۔ انھیں خوف ہوا کہ کہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادشاہ مصر پر لشکر کشی کا ارادہ ملتوی نہ کر دے۔ انھیں مسلمانوں کی دولت لوٹنے اور ان کی عورتوں اور بچوں پر قبضہ کی طمع دامن گیر ہو گئی تھی۔ نیز شہزادی ہیلن کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ اس لیئے ان کی تمنا تھی کہ بادشاہ مسلمانوں پر ضرور یورش کرے۔

طرابلس سے جو سوار آیا تھا وہ شہر سبیطلا میں داخل ہو کر شاہی قصر کی طرف دوڑا اور ایوانِ قصری کے پاس جا کر رُکا۔ پہرے والوں سے کہا: "اعلیٰ حضرت شہنشاہ افریقہ سے اطلاع کر دو کہ طرابلس سے ایک قاصد آیا ہے جو نہایت اہم خبریں حضور کے گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔"

یہ قاصد وہی تھا جو ابھی چند روز پہلے آیا تھا اور واپس گیا تھا پہرہ والوں نے فوراً بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے اسے اپنے کمرۂ خاص میں طلب کر لیا۔

قاصد راہ بر کی معیت میں محل میں داخل ہوا۔ نہایت عالیشان محل تھا۔ اس نے اس سے پہلے اس خوبصورت اور شاندار قصر کو اور اس کی آرائش و زیبائش کو دیکھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر چلا اندر گیا۔ جب کمرۂ خاص کے قریب پہنچا تو اس نے سفید رو پری جمال عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھا۔ وہ نہایت خوبصورت تھیں بیش قیمت ریشمی لباس اور سونے کے زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ان کی پیاری پیاری صورتیں آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہی تھیں۔

قاصد انھیں دیکھ کر دیکھتا رہ گیا۔ عورتوں کے قریب جب وہ پہنچا تو اسے روک کر کہا گیا۔ "ٹھہرو۔ ابھی شہزادی ہیلن اپنے باپ سے باتیں کر رہی ہے۔"

اس قاصد نے بھی شہزادی کے حسن و جمال کی تعریف سن رکھی تھی۔ اسے بھی اس گُل اندام کے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ اس نے سوچا کہ جب حور وش شہزادی کمرے سے باہر نکلے گی تب وہ اسے دیکھ کر اپنی آرزوئے دید پوری کرے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یا تو وہ گھور گھور کر سیم تن عورتیں اور لڑکیوں کی طرف دیکھ رہا تھا یا اب کمرہ کے دروازہ کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں شہزادی کمرہ سے باہر نکلی لیکن اس کا رُخ دوسری طرف تھا۔ قاصد اس کے عارضِ تاباں کی ذراسی ہی جھلک دیکھنے پایا تھا کہ وہ برق پاش زنانخانہ کی طرف چلی گئی۔ قاصد کی نگاہوں کے سامنے بجلی سی کوندگئی۔ وہ اس کا روئے تاباں نظر بھر کر بھی نہ دیکھ سکا۔ اس کی نگاہوں نے اس پری رو کا تعاقب کیا۔ وہ ایسی دیدہ زیب پوشاک پہنے تھی کہ دیکھنے والا دل پکڑ کر ہی رہ جاتا تھا۔ اس کی رفتار میں عجیب نزاکت و دلکشی تھی۔

جب وہ دور نکل گئی اور وہ تمام عورتیں اور لڑکیاں بھی چلی گئیں جو وہاں کھڑی تھیں۔ تب ایک خادمہ نے قاصد کو بڑھنے کا اشارہ کیا اور وہ بڑھ کر کمرہ میں داخل ہوا اور سلام کے لئے سجدہ میں گر گیا۔ جب وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تب جرجیر نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے اسے پہچان کر کہا: "او ہو تم پھر آگئے؟"

قاصد نے کہا: "جی ہاں حضور۔ میں پھر حاضر ہو گیا۔"

جرجیر: "اور اس مرتبہ شاید فتح کی خوشخبری سنانے آئے ہو؟"

قاصد نے افسوس بھرے لہجے میں کہا: "کاش میں فتح کی مبارکباد دینے آتا۔"

جرجیر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تو پھر کیا مدد طلب کرنے آئے ہو؟"

قاصد: "نہیں حضور۔ اب مدد کی بھی ضرورت نہیں رہی۔"

جرجیر: "عجیب باتیں کر رہے ہو تم۔ آخر ہوا کیا؟"

قاصد: "حضور مسلمانوں نے طرابلس فتح کر لیا۔"

یہ سُن کر جرجیر حیران رہ گیا۔ اسے یقین ہی نہ آیا کہ قاصد نے وہی کہا ہے جو اس نے سُنا ہے۔ اسے خیال ہوا کہ شاید اس کی سماعت نے دھوکا کھایا۔ اس نے اطمینان کے لئے پھر کہا: "کیا طرابلس مسلمانوں نے فتح کر لیا۔؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قاصد: جی ہاں۔"

جرجیر: ہرقوص کہاں گیا؟"

قاصد: میدان جنگ میں مارا گیا۔

جرجیر نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا: افسوس برا ہوا۔ لیکن مسلمان قلعہ کے اندر کیسے پہنچے؟

قاصد: اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔

جرجیر: کیا مسلمانوں نے قلعہ پر دھاوا نہیں کیا تھا؟

قاصد: نہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ رات کو اچانک قلعہ میں گھس آئے۔"

جرجیر: بغیر فصیل توڑے ہوئے؟"

قاصد: جی ہاں۔"

جرجیر: تم طرابلس میں پہنچ گئے تھے؟"

قاصد: میں پہنچنے ہی نہیں پایا تھا کہ بدبخت مسلمانوں نے اس مشہور قلعہ کو فتح کر لیا جو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔"

جرجیر: فتح طرابلس کے واقعات تمہیں کیسے معلوم ہوئے۔

قاصد: کچھ لوگوں کو مسلمانوں نے قلعہ سے نکال دیا ہے۔ وہ لوگ راستہ میں مجھے ملے تھے۔

جرجیر: ان سے کیا حالات معلوم ہوئے تمہیں۔

قاصد: انہوں نے بتایا کہ رات کو حسب معمول آرام و اطمینان سے پڑے سو رہے تھے کہ پچھلی رات کے وقت اچانک شور ہوا کہ مسلمان آ گئے۔ تمام قلعہ میں ہلچل مچ گیا۔ جب لوگ گھروں سے نکلے اور باہر آئے تو دیکھا کہ جنگ ہو رہی ہے۔ صبح کے وقت ہرقوص مارے گئے اور طرابلس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرجیر : کچھ پرواہ نہیں۔ میں ان بدبخت مسلمانوں سے ہرقوس اور طرابلس والوں کا انتقام لوں گا۔ میرے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج ہے۔ آج جمعہ ہے پرسوں لشکر کوچ کرے گا۔ مسلمانوں کی موت انہیں کھینچ کر میرے سامنے لائی ہے۔ میرے جانباز سپاہی ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ تم جاؤ آرام کرو پرسوں تم بھی لشکر کے ساتھ چلنا۔"

قاصد نے سجدہ میں گر کر پھر سلام کیا اور وہاں سے واپس آیا۔ جرجیر نے ایک خادم اس کے ساتھ کر دیا۔ اس نے اسے مہمان خانہ میں ٹھہرا دیا۔

شام تک سبیطلہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں نے طرابلس کا مشہور قلعہ فتح کر لیا۔ رفتہ رفتہ اس لشکر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ طرابلس عیسائیوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ عیسائی سپاہیوں کو اس کا افسوس بھی ہوا اور مسلمانوں کی جسارت پر غصہ بھی آیا۔ انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ ان تمام مسلمانوں کا خاتمہ کر ڈالیں گے جنہوں نے ہرقوس کو قتل کر کے طرابلس فتح کر لیا تھا۔ اور پھر وہ بڑی بے صبری سے اتوار کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ تاکہ وہ روانہ ہو کر مسلمانوں سے لڑ کر انہیں شکست دیں اور ان سے طرابلس کی شکست کا انتقام لیں۔

بائیسواں باب

نظارہ جمال

سبیطلہ نہایت آباد اور پر رونق شہر تھا۔ کئی کئی منزل کے مکان تھے۔ آبادی گنجان تھی اور چونکہ اہل شہر متمول تھے۔

بازار بڑے قرینے سے بنے تھے۔ دوکانوں میں ہر چیز صاف ستھری اور زیادہ تعداد میں رہتی تھی۔ خصوصاً صراف۔ بزاز، جوہری اور سامان آرائش رکھنے والوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی دوکانوں میں ہزاروں اور لاکھوں روپے کی مالیت کا سامان ہوتا تھا۔ صبح شام اور رات کو ان بازاروں میں خوب چہل پہل ہوتی عورتیں اور مرد کثرت سے خرید و فروخت کرنے آتے تھے۔

شاہی قصر کے قریب کچھ محلات تو ان کنیزوں کے تھے جو بادشاہ بیگم اور شہزادی کی خدمت میں رہتی تھیں۔ اور ان محلات سے آگے وزیر اعظم کا عالیشان قصر تھا۔ اس سے کچھ بڑھ کر سپہ سالار کا دیوان تھا اور اس دیوان سے امیروں اور رئیسوں کے محلے کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ مارقوص جرجیر کا سپہ سالار تھا اور سلوانوس سپہ سالار کا بیٹا تھا۔

یوں تو شہزادی ہیلن پر نہ معلوم کتنے اور کون کون لوگ فریفتہ تھے لیکن سلوانوس گویا اس پر جان دیتا تھا۔ اس نے دو چار ہی مرتبہ اس حور وش کو دیکھا تھا مگر جب وہ اسے دیکھتا تھا اس کے رگ رگ میں شعلۂ عشق بھڑک اٹھتا تھا۔ اور ہر مرتبہ آتشِ محبت اور تیز ہو جاتی تھی۔

لیکن حور وش ہیلن کو دیکھنا بھی آسان نہ تھا وہ ایک جلیلۃ القدر شہزادی تھی۔ ایوان شاہی میں رہتی تھی۔ اس کا دیدار مشکل ہی سے ہوتا تھا۔ اس کی بہت سی کنیزیں اور سہیلیاں تھیں لیکن اسے خصوصیت سے اپنی ایک سہیلی لوسیا سے محبت تھی۔ اور وہ اس کی رازدار تھی۔ اور یہ بات سب کو معلوم تھی سلوانوس بھی جانتا تھا۔ اس نے لوسیا کو تحائف دیکر اپنے اوپر مہربان کر لیا تھا اور اپنی محبت کی داستان بھی سنادی تھی اور وہ اس سے ہمدردی کرنے لگی تھی۔

ایک روز سلوانوس لوسیا کے پاس اس کے محل میں پہونچا۔ لوسیا نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنے کمرۂ خاص میں لے گئی۔ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوسیا بھی نہایت حسین تھی۔ امیرانہ شان سے رہتی تھی۔ اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا: "جری مہربانی کی سلوانوس۔ کہیے، کیسے تشریف لائے؟"

سلوانوس نے کہا: "کئی روز سے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ دیکھنے چلا آیا۔"

لوسیا نے اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا: "سلوانوس! میں شہزادی نہیں ہوں"

سلوانوس نے اس سیم تن کو دیکھ کر کہا: "میں جانتا ہوں کہ تم شہزادی نہیں ہو لیکن جس شہزادی سے میں محبت کرتا ہوں تم اس کی سہیلی ہو اور چونکہ میں شہزادی کی ہر اس چیز اور ہر اس عورت سے محبت کرتا ہوں جو اس کی نظروں میں عزیز ہو۔ اسلئے تم سے قدرتی طور پر محبت ہونا ضروری ہے"

لوسیا: "لیکن سلوانوس آخر تمہاری اس محبت کا انجام کیا ہوگا؟"

سلوانوس: "تم اس کی فکر نہ کرو۔"

لوسیا: "کیوں؟"

سلوانوس: "مقدس اسقف اعظم نے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ اس کام میں پوری مدد کریں گے۔"

لوسیا: "تب تو تمہارے لئے امید کی جھلک ہے۔"

سلوانوس: "ہاں' اور امید کی اسی شعاع نے میری زندگی کو سنبھال رکھا ہے۔"

لوسیا: "لیکن آپ کو معلوم ہے کہ قسطنطین[1] نے اپنے بھتیجے کے لئے شہنشاہ جرجیر کو پیغام دیا ہے۔"

---

[1] قسطنطین ہرقل اعظم کا بیٹا تھا اور ہرقل اعظم عیسائیوں کا شہنشاہ تھا۔ اس کا پایۂ تخت پہلے انطاکیہ تھا مگر جب مسلمانوں نے انطاکیہ فتح کر لیا تو وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ اور وہاں جاکر فوت ہوگیا تھا۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانوس: مجھے معلوم ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اسے کامیابی نہ ہوگی۔

لوسیا: کس بنا پر آپ کا یہ خیال ہے؟

سلوانوس: جب تک یہ جنگ جاری رہے گی اس وقت تک شہزادی کی شادی ناممکن ہے اس لئے کہ جرجیر لوگوں کے دلوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے اسی حور طلعت کو میدانِ جنگ میں لیجانا چاہتے ہیں۔

لوسیا۔ تو شہزادی کے ساتھ ہم سب کو بھی چلنا پڑے گا۔

سلوانوس۔ یقیناً اور میری خوش قسمتی ہوگی کہ تم بھی حور وش شہزادی کے ساتھ ہوگی۔

لوسیا۔ غالباً آپ بھی جنگ پر جائیں گے؟

سلوانوس۔ ضرور جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میری قسمت کا ستارہ میدانِ جنگ ہی میں چمکے گا۔

لوسیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حضرت مسیح کریں ایسا ہی ہو۔

سلوانوس۔ تم نے کبھی میرا ذکر شہزادی سے کیا بھی تھا۔

لوسیا۔ ہاں ایک مرتبہ کیا تھا۔

سلوانوس۔ کس وقت؟

لوسیا۔ جب شہزادی کے دلدادگان کی فہرست اس کے سامنے پیش کی جا رہی تھی۔

سلوانوس۔ اس وقت اس نے میرے نام پر کیا توجہ دی ہوگی۔

لوسیا۔ وہ تمہارا نام لیکر صرف مسکرا دیں۔

سلوانوس۔ میری تسکین قلب کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

لوسیا: میرا خیال ہے شہزادی صاحبہ کا حصول دشوار ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانوس۔ یہ ناممکن ہے میری زندگی کا مدار شہزادی کے حصول پر ہی ہے۔

لوسیا: مگر شہزادی کا ملنا...۔

سلوانوس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا، "تم اسکی فکر نہ کرو۔

لوسیا: مگر آپ کی تشریف آوری کا مقصد؟"

سلوانوس۔ ایک خاص غرض سے ہے؟

لوسیا: فرمایئے۔

سلوانوس۔ پری پیکر شہزادی کا نظارۂ جمال کئے عرصہ ہوگیا ہے۔ اگر تم مہربانی کرو تو میری آرزوئے دید پوری ہو سکتی ہے۔

لوسیا: "یہ ناممکن ہے۔

سلوانوس: ایسی دل شکن بات نہ کہیئے۔

لوسیا: سوچیئے میں کیسے آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔

سلوانوس۔ تم شہزادی کی رازدار ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کس وقت اور کہاں جاتی ہے پاس سے نہ سہی دور ہی سے اسے دکھلا دو۔

لوسیا: میں ایسی جرأت نہیں کر سکتی۔

سلوانوس۔ ناامید ہوگیا۔ مگر فوراً ہی اس کا چہرہ بشاش ہوگیا۔ اس نے ایک خوبصورت چاندی کی صندوقچی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالی اور اسے کھول کر اس میں سے ایک ہار نکالا جو نہایت خوبصورت اور بہت زیادہ قیمتی تھا۔

لوسیا نے للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ سلوانوس نے لوسیا سے دریافت کیا، "یہ ہار کیسا ہے؟

لوسیا: نہایت اچھا ہے۔

سلوانوس۔ تمہیں پسند ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوسیا۔ بہت زیادہ پسند ہے۔

سلوانوس نے ہار اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔" تو پھر یہ تمہاری نذر ہے"

لوسیا نے مشکورانہ نظروں سے دیکھ کر کہا" شکریہ۔"

سلوانوس۔ لوسیا مجھ پر مہربانی کرو۔ مجھے اس شعلہ رو کو ایک نظر دکھا دو۔

لوسیا۔ ایک شرط پر۔

سلوانوس۔ کس شرط پر۔

لوسیا۔ جس جگہ میں تمہیں چھپا کر کھڑا کر دوں وہیں کھڑے رہو۔ جوش محبت میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھو جو تمہاری رسوائی اور میری بد اعتمادی کا سبب بن جائے۔

سلوانوس۔ اطمینان رکھو میں بڑے ضبط و تحمل سے کام لوں گا۔

لوسیا۔ تو سنو شہزادی ابھی یہاں آنے والی ہے۔ اسی کمرہ میں بیٹھے گی جس میں تم اور ہم دونوں بیٹھے ہیں۔

سلوانوس کا چہرہ چمک اٹھا۔ اس نے کہا" میں عمر بھر مشکور رہوں گا تمہارا۔"

لوسیا اٹھ کھڑی ہوئی اس نے کہا" اچھا تو جلدی کرو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

سلوانوس اٹھا لوسیا بھی چلی۔ سلوانوس اس کے پیچھے چلا۔ دونوں کمرہ سے نکل کر غلام گردش میں آئے اور وہاں سے کئی کمروں میں ہوتے ہوئے ایک مختصر کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ اس کمرہ کے عین پشت پر واقع تھا۔ جس میں ابھی تھوڑی دیر ہوئے یہ دونوں بیٹھے تھے۔ لوسیا نے کہا" تم یہاں اس دریچہ کے پاس بیٹھ جاؤ میں اس کمرہ کے دروازوں کے پردے کھولے دیتی ہوں جس سے کمرہ میں ایسا اندھیرا ہو جائے گا کہ شاہزادی اور کسی کو اس کے برابر والے کمرہ سے یہاں کوئی چیز نظر نہ آئے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانوس۔ بڑی مہربانی ہوگی۔

لوسیا نے جلدی جلدی پردے چھوڑ دیئے اور دریچہ کے پردہ کو اس طرح چھوڑا جس سے اس میں جھری رہ گئی۔ سلوانوس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ابھی سے اپنی آنکھیں دریچہ پر لگادیں جس سے وہ بآسانی دوسرے کمرے میں دیکھنے لگا۔ لوسیا وہاں سے چلی گئی۔ اور بعجلت دوسرے کمرے میں پہنچی۔ فوراً ہی اسے معلوم ہوا کہ شہزادی آگئی ہے اور اس کے محل میں داخل ہو رہی ہے۔ وہ جلدی سے دوڑی اور دروازہ کے اوپر شہزادی کا استقبال کیا۔

شاہزادی ہیلن کے ساتھ اس وقت بھی کئی سہیلیاں اور کنیزیں تھیں۔ وہ سب پری رخسار تھیں۔ اُن کے جھرمٹ میں شہزادی بالکل ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے ستاروں میں چاند۔ ہیلن نہایت ہی خوبصورت تھی اس کا چہرہ گول آنکھیں بڑی سرمگیں اور غزالِ چین کی آنکھوں سے کہیں زیادہ دلکش تھیں۔ جسم سڈول۔ خدوخال رخسارے آتشناک تھے۔ دانت ہموار اور در ناسفتہ کی طرح سفید تھے۔ اس کے لبوں پر ہر وقت تبسم کھیلتا رہتا تھا۔ اس کے چہرہ میں کچھ ایسی دلکشی تھی کہ جو ایک نظر دیکھ لیتا تھا۔ مدہوش ہو جاتا تھا۔

لوسیا ہیلن اور اس کی پری جمال سہیلیوں اور کنیزوں کے ساتھ صحن اور غلام گردش کو طے کر کے اس کمرہ میں آئی جس میں سلوانوس اور لوسیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی بیٹھی تھی۔

ہیلن ایک کوچ پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں خوبصورت پرندوں کے پروں کی پنکھی تھی۔ اور وہ خود ہی اپنے رخساروں پر پنکھی جھلنے لگی۔

اگرچہ قدرے خنکی تھی۔ لیکن شہزادی ہیلن کو آتشِ حسن سے پسینہ پر پسینہ چلا آرہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوانوس دریچہ میں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس شمع حسن کی روح نواز صورت دیکھ کر کچھ کھو سا گیا۔ اور محو و بے خود ہو کر ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھنے لگا۔

تیئسواں باب

حسینوں کا چہل

شہزادی نہایت تمکنت اور شان کے ساتھ کوچ پر نیم دراز تھی۔ وہ ایسا چُست مگر دلفریب لباس پہنے ہوئے تھی کہ اس کے سڈول بازو۔ بھرا ابھرا سینہ اور بروج شباب یعنی ثمر جوانی سب نظر آ رہے تھے اور ہر چیز دیکھنے والے کو کھلی معلوم ہو رہی تھی۔ گردن اور سینہ کا کچھ حصّہ کھلا ہوا شہابی رنگ کی صراحی معلوم ہو رہا تھا

لوسیا نے مسکرا کر کہا۔ ”شہزادی! آج تو اس قدر گرمی بھی نہیں ہے کہ پسینہ آ جائے اور پنکھی جھل جھل کر خشک کیا جائے۔“

شاہزادی نے لوسیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”گرمی نہیں ہے؟ مجھے تو بہت زیادہ معلوم ہو رہی ہے۔“

لوسیا ”جانتی ہو یہ گرمی کیسی ہے۔“

ہیلن ”میں تو سمجھتی ہوں کہ آفتاب میں آج کچھ حدت بڑھ گئی ہے۔“

لوسیا۔ یہ بات نہیں ہے۔ آتش حسن سے آپ کو گرمی معلوم ہونے لگی ہے۔

ہیلن یہ سُن کر مسکرانے لگی۔ اس کے پرنور چہرہ پر روشنی کی لہریں دوڑنے لگیں اور وہ پیکر نور معلوم ہونے لگی۔

سلوانوس دریچے کے آئینے میں سے اس حور وش کو دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں وہ اسے دیکھتا تھا۔ ہوس دید اور بڑھتی جاتی تھی اور وہ دل کی پیاس بجھانے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے اس شعلہ رو کو برابر دیکھ رہا تھا۔

ہیلن کو بالکل بھی معلوم نہ تھا کہ کوئی مرد قریب ہی سے اسے دیکھ رہا ہے اگر اسے ذرا بھی علم ہو جاتا تو آفت آجاتی۔ بیباک دیکھنے والے کو سخت سزا ملتی ہے اور جو سازش دید میں شریک سمجھا جاتا اس پر بھی آفت آتی ہے۔

لوسیا نے کہا: گلاب کے پھولوں میں نزہت اور وہ شادابی کہاں ہے جو آپ کے پھول سے رخساروں میں ہے۔ حضرت مسیح کی قسم اس چاند سے چہرہ کو دیکھنے والا مبہوت رہ جاتا ہے۔

ایک اور سہیلی نے کہا: آپ نے چاند سے مناسبت دی۔ حضور کے چہرہ کو چاند روشن ہے۔ لیکن اس کی روشنی میں دلکشی نہیں ہے۔ گلاب کا شاداب پھول اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کچھ زیادہ دلفریبی نہیں ہے۔ میں سوچا کرتی ہوں کہ شہزادی کے چہرے کو کس چیز سے تشبیہ دوں۔ لیکن ابھی تک میری سمجھ میں کوئی ایسی چیز ہی نہیں آئی ہے۔

دوسری سہیلی نے مسکرا کر کہا: یہ آفتاب حسن ہیں۔

پہلی سہیلی۔ نہیں بلکہ پیکر نور ہیں۔

دوسری سہیلی۔ گرمی نور سے پسینہ پر پسینہ چلا آرہا ہے۔

پہلی سہیلی نے ہنس کر شہزادی کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے حضور دیکھئے کمبخت پسینہ بہہ بہہ کر بروج شباب تک پہنچ گیا ہے۔ ذرا پسینہ پونچھ ڈالیئے دیکھئے سہ

گرمیِ حسن سے سینہ سے پسینہ پونچھو　　　بہے جاتے ہیں جوانی کے ثمر پانی میں

ہیلن نے پنکھی کوچ پر رکھ کر کہا: میں نے پنکھی کیا۔ تم سب کو ایک بات ہاتھ آ گئی۔ لگیں تعریفوں کے پرے باندھنے۔

لوسیا۔ حضور! حقیقت تو یہ ہے کہ ہم آپ کے حسن کی تعریف کر ہی نہیں سکتے کہ خدا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کس قدر حسین تم کو بنایا ہے۔

ہیلن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ایسی اور عورت پیدا ہی نہیں ہوئی "

لوسیا "میرا یہی خیال ہے۔

پہلی سہیلی۔ ابھی تک تمہارا خیال ہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ شہزادی پر سیکڑوں وہ شہزادے فریفتہ ہیں جو ایک نظر انھیں دیکھ چکے ہیں۔

دوسری سہیلی۔ یہی بات ہے صرف دیکھنے والے ہی گرویدہ نہیں ہیں بلکہ جنہوں نے نہیں دیکھا ہے وہ ہوس دید میں مرجاتے ہیں۔

لوسیا۔ اور بیچارہ سلوانوس....

پہلی سہیلی۔ اس کا بُرا حال ہے۔

لوسیا۔ غریب کی حالت نہایت ہی خراب ہے۔ اگر شہزادی نے اسے تسلّی نہ دی تو اندیشہ ہے کہیں وہ جان شیریں نہ کھو بیٹھے۔

شہزادی۔ میں اب سمجھی۔

لوسیا۔ کیا سمجھا حضور نے؟"

شہزادی۔ تم سب سلوانوس سے ملی ہوئی ہو اس لئے اس کی حالت زار بیان کر رہی ہو۔

پہلی سہیلی۔ حضرت مسیح کی قسم مجھ سے نہ سلوانوس ملے ہیں۔ نہ انھوں نے اپنی کیفیت بیان کی ہے۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ ان کی حالت خراب ہوتی جارہی ہے۔

لوسیا۔ میں نے انھیں ضرور دیکھا ہے۔ مگر وہ جانتے ہیں کہ میں حضور کے دامن سے وابستہ ہوں۔ اس لئے انھیں مجھ سے کچھ کہنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔ البتہ میں نے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ ان کی کیا کیفیت ہے۔

ہیلن۔ ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلی سہیلی۔ ہاں ہو گی۔ اب حضور کس کس کا خیال کریں۔

ہیلن۔ دیکھو اب لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ مجھ سے بھی کہا جا رہا ہے کہ میں بھی ساتھ چلوں؟

لوسیا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے طرابلس فتح کر لیا ہے۔

ہیلن۔ یہ صحیح ہے اور اب وہ افریقہ کے مشہور اور خوبصورت شہر سبیطلہ کی طرف بڑھتے آ رہے ہیں۔

لوسیا۔ لیکن، شہزادی صاحبہ! کیا آپ واقف نہیں ہیں کہ مسلمان کس قدر وحشی غیر متمدن اور جابر و ظالم ہیں۔

ہیلن۔ خوب جانتی ہوں۔ لیکن اسقف اعظم بھی چاہتے ہیں

لوسیا۔ مگر حضور انکار کر دیں۔

ہیلن۔ یہ ناممکن ہے۔ شہنشاہ کا بھی یہی منشار ہے۔

لوسیا۔ جب تو جانا ہی پڑے گا۔

ہیلن۔ ضرور جانا پڑیگا۔ عیسائیوں کی متواتر شکستوں سے اسقفِ اعظم اور حضور شہنشاہ نے یہ مشورہ کیا ہے کہ میں بھی میدان جنگ میں چلوں۔

لوسیا نے مسکرا کر کہا "میں اب سمجھی۔ گویا اسقف اعظم اور حضور شہنشاہ کا یہ خیال ہے کہ میدان جنگ میں آپ کی موجودگی سے عیسائیوں کو ڈھارس رہے گی اور ہر بہادر ملک و قوم پر مر مٹے گا۔ لیکن فرار کے ننگ کو گوارہ نہ کرے گا"

ہیلن۔ اب جو کچھ بھی ان کا خیال ہو۔

پہلی سہیلی۔ ان کا یہی خیال ہوگا۔ اور یہ ہے بھی ٹھیک بات۔ جب لشکر کو معلوم ہوگا کہ افریقہ کی حور شہر سبیطلہ کے حُسن کی دیوی حُسن جمال کا مہر تاباں فوج کے ساتھ موجود ہے اور جانباز سپاہیوں کی سرفروشانہ جد و جہد دیکھ رہی ہیں تو ہر شخص

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی قوت سے زیادہ لڑے گا۔ اور یقین واثق ہے کہ مسلمانوں کو شکست دیکر عیسائی مصر و شام فتح کر لیں گے۔

لوسیا۔ لیکن وحشی مسلمانوں کی صورت حضور شہزادی صاحبہ اور ہم کیسے دیکھ سکیں گے۔

دوسری سہیلی۔ میں تو ان کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر فنا ہو جاؤں گی۔

ہیلن۔ خیر یہ بات تو نہیں ہے۔ مسلمان بھی انسان ہیں مگر ہاں وہ وحشی ہیں اور اس لیے ان کی صورتیں ضرور ڈراؤنی ہوں گی۔ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ میں ان وحشیوں کے سامنے جاؤں۔

لوسیا۔ تو آپ حضور شہنشاہ سے کیوں یہ بات نہیں کہہ دیتی ہیں۔

ہیلن۔ ذرا اس میں سُبکی سمجھتی ہوں۔ اور تمام سننے والے یہ خیال کریں گے کہ میں مسلمانوں سے ڈر گئی ہوں۔

ہیلن کے حسن و جمال کے ساتھ ساتھ اس کی دلیری اور بہادری کی بھی شہرت تھی۔

لوسیا نے کہا۔ "لیکن اگر حضرت مسیح مدد نہ کریں اور میدان جنگ میں دوسری صورت واقع ہو گئی۔ تب کیا ہوگا۔

ہیلن۔ حضور شہنشاہ اور حضرت اسقف اعظم کا خیال ہے کہ اگر میں لشکر کے ساتھ رہوں گی تو عیسائیوں کو شکست ہرگز نہ ہوگی۔

لوسیا۔ کیا محترم اسقفِ اعظم بھی تشریف لے جائیں گے۔

ہیلن۔ ہاں وہ بھی بہت پادریوں کے ساتھ چل رہے ہیں۔

لوسیا۔ جب تو چلئے کچھ ہرج نہیں ہے۔

دوسری سہیلی۔ اس لئے کہ حضرت اسقفِ اعظم کی موجودگی سے خیر و برکت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نازل ہو گی۔ اور مسلمانوں پر خدا اور اُس کے بیٹے کا قہر و غضب ٹوٹ پڑے گا۔

لوسیا۔ بات تو ٹھیک کہی تم نے۔ اگر حضرت اسقفِ اعظم مسلمانوں کو بددعا دے دیں تو وہ یقیناً فنا ہو جائیں گے۔

ہیلن۔ میرے دل کو بھی کچھ اس خیال سے تقویت ہے اور اسی وجہ سے میں نے جانے کی حامی بھر لی ہے۔

دوسری سہیلی۔ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسقفِ اعظم یہ چاہتے ہیں کہ حضور شہزادی صاحبہ کی شہرت دنیا جہان میں ہو جائے۔ اور ساری عیسائی دنیا میں یہ مشہور ہو کہ شہزادی ہیلن کی وجہ سے افریقیوں کی فتح ہوئی۔

لوسیا۔ یہی بات ہے حضرت اسقفِ اعظم کو شہزادی صاحبہ سے بڑی محبت ہے۔

ہیلن۔ اس کا مجھے بھی اعتراف ہے۔ وہ کبھی کسی کے پاس نہیں جاتے مگر میرے پاس دوسرے تیسرے دن آتے رہتے ہیں۔ میں ان کے تقدس کی قائل ہوں اچھا اب لوسیا تم بھی تیار ہو جاؤ۔ اور اپنی سہیلیوں کو بھی تیار کر لو اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ ہمیں فتح دے۔

لوسیا۔ میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گی۔ لیکن حضور کچھ افسردہ خاطر ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟۔

ہیلن۔ میرا دل مسلمانوں کے مقابلے میں جانے سے گھبراتا ہے۔ نہ معلوم کیوں؟

لوسیا۔ شاید اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی وحشیانہ جور و جبر کی داستانیں بڑے شد و مد سے سُننے میں آرہی ہیں۔

ہیلن۔ یا اس وجہ سے کہ عیسائیوں کی شکست کا اندیشہ ہے۔

پہلی سہیلی۔ اس کا مطلق اندیشہ نہ کیجئے۔ حضرت اسقفِ اعظم کی موجودگی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عیسائیوں کی شکست ہونا ناممکن ہے۔

ہیلن۔ خدا کی ذات سے یہی توقع ہے اچھا اب میں جارہی ہوں مجھے آئے بہت کافی دیر ہو چکی ہے۔

یہ کہتے ہی ہیلن اٹھی۔ اور چلی۔ اس کی سہیلیوں اور کنیزوں کی پلٹن اس کے پیچھے روانہ ہوئی۔ وہ لوسیا کے قصر سے نکل کر اپنے ایوان کی طرف چل پڑی۔ لوسیا وہیں رہ گئی۔

چوبیسواں باب

پرجوش عیسائیوں کی روانگی

جب شہزادی رخصت ہو گئی تب لوسیا سلوانوس کے پاس آئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ اب تک دریچہ کے پاس بیٹھا جھانک رہا ہے۔ اسے تعجب ہوا کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے اس نے بلند آواز سے کہا۔ "سلوانوس! اب کیا دیکھ رہے ہو تم؟"

سلوانوس۔ اس کی آواز سن کر چونکا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ لوسیا کو دیکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر دریچہ کی طرف دیکھنے لگا۔

لوسیا کو خیال ہوا کہ شاید اس کے کمرۂ خاص میں کوئی اور لڑکی آ گئی ہے۔ اور سلوانوس اسے دیکھنے میں محو ہو گیا۔ وہ بڑھ کر اس کے قریب جا کھڑی ہوئی اور اس نے جھانک کر آئینہ میں سے دوسرے کمرے میں دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا کمرہ خالی پڑا تھا۔ اس نے سلوانوس کو دیکھا۔ وہ برابر جھانک رہا تھا۔ لوسیا کو سخت حیرت ہوئی۔ اس نے اس کے شانے پر اپنا نازک ہاتھ رکھ دیا۔

سلوانوس پھر چونکا اس نے پھر لوسیا کو دیکھا۔ اس وقت وہ مسکرا رہی تھی اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا یہ سلوانوس! کیا دیکھ رہے ہو؟"

سلوانوس نے آہستگی سے جواب دیا۔ شاہزادی کو۔ لوسیا! چپ رہو کہیں وہ خبردار نہ ہو جائے؟"

لوسیا کو اندیشہ ہوا کہ اس کے حواس نہ جاتے رہے ہوں۔ اس نے کہا: "کہاں ہے شہزادی؟"

سلوانوس۔ تمہارے کمرے میں بیٹھی ہے۔

یہ کہتے ہی اس نے پھر جھانکا۔ لیکن اس مرتبہ فوراً اپنی نظر ہٹالی اور لوسیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "وہ تو چلی گئیں۔

لوسیا نے ہنس کر کہا: "اب چلی گئیں؟ انھیں گئے عرصہ ہوا۔"

سلوانوس۔ کیوں دھوکا دیتی ہو مجھے۔ میں تو انھیں ابھی تک دیکھ رہا تھا۔

لوسیا۔ اور میں انھیں رخصت کر کے تمہارے پاس آئی تھی۔

سلوانوس۔ پھر وہاں کون بیٹھا تھا۔

لوسیا۔ تمہارے تخیل نے اس گل اندام کی تصویر کو پیش نظر رکھا۔

سلوانوس۔ شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن پری جمال لوسیا! میں تمہارا مشکور ہوں بہت زیادہ شکر گزار۔ میں نے آج تک اتنے قریب سے اس رشک قمر کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُف کس قدر حسین وجمیل ہے وہ۔ اس کا چہرہ کس قدر دلکش۔ چہرہ کا رنگ کتنا سُرخ وسفید۔ آنکھیں کس قدر پیاری۔ مژگان کس قدر رسیلی۔ ابرو کیسے بانکے۔ ماتھا کیسا روشن۔ سر کے بال کتنے گھونگھریالے اور سنہرے جیسے ریشم کے لچھے اور....

لوسیا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: بس کیجیے، بس۔ اس کی کس کس چیز کی تعریف کیجیے گا۔

سلوانوس۔ تعریف ناممکن ہے۔ اس آسمانی پری کے عضو کی تعریف کرنا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسانی طاقت سے باہر ہے اس کی آنکھیں حضرت مسیح کی قسم میں نے ایسی پیاری ایسی دلفریب اور دلکش آنکھیں آج تک کبھی نہیں دیکھی ہیں۔ اور ان سے جو روشنی خارج ہو رہی تھی۔ نور سحر سے زیادہ دیدہ زیب تھی۔ اور جب وہ مسکراتی تھی تو سفید دانتوں کی چمک سے بجلی سی کوند جاتی تھی....

لوسیا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا! "معاف کیجیئے میرے خیال میں آپ اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں۔"

سلوانوس۔ حواس۔ ہاں حُسن کی دیوی کو دیکھ کر میرے حواس جاتے رہے تھے۔ سوچتا ہوں جسے اس کی ہم نشینی نصیب ہوگی وہ کتنا خوش قسمت ہوگا۔

لوسیا۔ وہ جنگ پر جا رہی ہیں۔

سلوانوس۔ مجھے معلوم ہے۔ میں بھی جا رہا ہوں۔ اور شاید تم بھی چلوگی۔

لوسیا۔ میں تو شہزادی کے دم کے ساتھ ہوں۔ جہاں وہ تشریف لیجائیں گی میں بھی جاؤں گی۔

سلوانوس۔ یہ اچھا ہے اگر تم وہاں ہوگی تو شاید میں اس شعلہ رُخ کو بار بار دیکھ سکوں گا۔

لوسیا۔ اب یہ بات مشکل ہے میں جب تک شہزادی ... رہی برابر ڈرتی رہی اگر تمہاری موجودگی کا اسے ذرا بھی شک ہو جاتا تو میری خیر نہ تھی۔

سلوانوس۔ مگر شبہ ہی کیوں ہو جاتا۔

لوسیا۔ اچھا اب میں شہزادی کے پاس جا رہی ہوں۔

سلوانوس۔ جاؤ میں بھی رخصت ہوتا ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھا اور ایک مرتبہ اور لوسیا کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد لوسیا بھی قصر شاہی کی طرف چلی گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سبیطلہ کے باشندوں کو اتوار کا بڑا انتظار تھا۔ آخر اتوار بھی آ گیا۔ صبح کو شاہی گرجہ میں لوگوں کا جم غفیر پہنچ گیا۔ تھیوڈوس نے گرجہ کو کئی روز پہلے سے آراستہ و پیراستہ کرنا شروع ...... کر دیا تھا۔ اس روز وہ نوعروس کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس کی آرائش دیکھ کر لوگ نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ اس گرجہ میں زیادہ آدمی نہ آ سکتے تھے۔ بہت تھوڑے آدمی اندر آ سکے۔ جو اندر آ گئے انھوں نے نماز پڑھی اور جو باہر رہ گئے وہ نماز نہ پڑھ سکے۔

تھیوڈوس نے لوگوں کو جوش دلانے کے لئے ایک لمبی تقریر کی۔ اس کا ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں نے خداوند کے مولود مسکن پر قبضہ کر لیا ہے۔ یروشلم (بیت المقدس) جیسا پاک مقام وحشی عربوں کے ماتحت ہے۔ خدا کے بیٹے کو اس سے بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اسے مسلمانوں کے ناپاک قدموں سے پاک کرو۔ جو اس لڑائی میں مارے جائیں گے وہ شہید ہوں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔

عیسائیوں میں بڑا جوش و خروش پھیلا۔ تھیوڈوس نے ایک بڑی سیاہ لکڑی کی صلیب نکالی۔ اس کے اوپر کے ٹکڑے پر خون کے مثبت کا نشان (+) بنا ہوا تھا اور اس کے گرد جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

تھیوڈوس نے صلیب ہاتھ میں لے کر کہا "اس صلیب میں اس مقدس لکڑی کا تختہ لگا ہوا ہے جس پر خدا کے بیٹے کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اور یہ سُرخ نشان حضور کے پاک خون کا ہے۔ عیسائیو! روؤ۔ خوب جی کھول کر روؤ۔"

تمام عیسائیوں نے رونا شروع کر دیا۔ خود تھیوڈوس بھی رونے لگا۔ دیر تک سب روتے رہے۔ آخر جب گریہ و زاری کا جوش کم ہوا تو تھیوڈوس نے برکت کا ہاتھ جرجیر کی طرف بلند کیا۔

اب سب لوگ گرجہ سے باہر نکلے۔ اگرچہ لشکر سبیطلہ سے ادھر مقیم تھا لیکن نماز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑھنے کے لئے تمام سپاہی شاہی گرجہ کے سامنے آ گئے تھے۔ اور ان کا سامان بیس ہزار لشکر کے ساتھ دن نکلتے ہی روانہ کر دیا گیا۔

شہنشاہ جرجیر شاہی محل میں گیا اور شاہانہ لباس زیب تن کر کے بر آمد ہوا اس کے ساتھ اس کی پری جمال بیٹی سیلین بھی تھی۔ اس وقت شہزادی نے جو لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اس میں سنہری لیس لگی ہوئی تھی۔ اور سارے لباس میں جواہرات کے ٹکڑے بڑی کاریگری سے آویزاں کیئے گئے تھے۔ جو جھلملا رہے تھے۔ اس کے نازک سر پر نیم دائرہ کا نہایت خوبصورت تاج تھا۔ اس کے لباس زیورات اور تاج نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کی صورت ایسی چمکنے لگی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ آج وہ بے نقاب تھی۔ اور اس کے حُسن کی شعاعیں ماہ ہلال کو منور کر رہی تھیں۔ ہزاروں نگاہیں اس کے عجیب اور حسین و جمیل چہرہ پر پڑ رہی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں پادریوں کی ایک جماعت آئی جو چاندی کی انگیٹھیاں ہاتھوں میں لئے ہوئے تھی۔ ان انگیٹھیوں میں بخورات جل رہے تھے۔ اور ان کی خوشبو سے فضا معطر ہو رہی تھی۔ پادری آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے جاتے تھے۔ انھوں نے پہلے بادشاہ کو باری باری دھونی دی اور پھر شہزادی کو۔ اس کے بعد وہ چلے۔ اُن کے پیچھے بادشاہ اور شہزادی چلی گرجہ کے احاطہ کے باہر لشکر کمر بستہ کھڑا تھا۔ اور راستہ کے دونوں کناروں پر تماشائیوں کا ہجوم تھا۔

جب بادشاہ گرجہ کے دروازے پر آیا تو تھیوڈوس نے اس کے اور شہزادی کے گلے میں سونے کے ہار ڈالے۔ ان ہاروں میں یاقوت۔ زمرد۔ لال اور ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ تھیوڈوس نے صلیب ایک سرخ رنگ کی بادشاہ کے سینہ پر۔ اور دوسری شہزادی کے گداز سینہ پر لگا دی۔ گویا سینٹ کی جانب سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان دونوں مجاہدوں کو تمغہ دیا گیا تھا۔ اب تھیوڈوس بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔
جوں ہی لوگ تماشائیوں اور لشکر کے قریب پہنچے سب لوگ ان کی تعظیم کے لئے جھک گئے۔ چونکہ تمام لشکر گھوڑوں پر سوار تھا اس لئے سارے سوار جھکتے چلے گئے۔ سب سے پہلے بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا لشکر نے نقل و حرکت کی۔ گھوڑے بڑھے اور شاہی سواری روانہ ہوئی جب تقریباً پچیس ہزار سوار چلے گئے تب شہزادی کی رتھ آئی۔ یہ وہی مطلا و مذہب رتھ تھی جس پر شہزادی اکثر سوار ہوا کرتی تھی اس میں اس وقت پچاس گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان گھوڑوں پر شہزادی کی حسین و جمیل کنیزیں سوار تھیں۔
شاہزادی ہیلن رتھ میں بیٹھ گئی۔ رتھ چلی۔ اس کے بعد عقب میں اس کی سہیلیوں کی رتھیں روانہ ہوئیں۔ اور ان کے پیچھے کنیزوں کی سواریاں چلیں ان کے بعد پھر لشکر روانہ ہوا۔ پھر پچاس ہزار لشکر روانہ ہو چکا تب پادریوں کی جماعت خچروں پر سوار آئی ایک کوتل خچر ساتھ تھا۔ جس پر نہایت بیش قیمت زین کسا ہوا تھا۔ اس خچر پر تھیوڈوس سوار ہو گیا۔ اس کے پیچھے پادریوں کی سفید پوش جماعت چلی۔ اور پادریوں کے بعد بقیہ لشکر روانہ ہوا۔ اور شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں سے گذرا ہر راستہ اور ہر بازار میں لوگوں کا اژدھام تھا۔ ہر سڑک انسانوں سے لبریز تھی۔ اور ہر مکان اور ہر دکان کی چھت پر عورتیں۔ لڑکیاں اور بچے پٹے پڑے تھے۔ جو شخص بھی تماشہ دیکھنے آیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں پھول تھے۔ بادشاہ اور شاہزادی دونوں پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی خصوصاً شاہزادی کی رتھ پھولوں سے بھر گئی تھی۔
نہایت خوش آیند فوجی باجے بجائے جا رہے تھے۔ سبطبلہ والے پرشور نعرے لگا رہے تھے۔ تمام شہر ان آوازوں سے گونج رہا تھا۔ جب لوگوں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادشاہ کے سینہ پر صلیب آویزاں دیکھی تو ان میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ اور جب شاہزادی کو دیکھا تو دیوانے ہو کر چلانے لگے۔

شاہزادی تکیہ کا سہارا لیئے اس طرح بیٹھی تھی کہ اس کا گداز سینہ اُبھرا ہوا تھا اور سُرخ صلیب ہر شخص کو صاف نظر آ رہی تھی۔ شاہزادی کے سینہ پر صلیب دیکھتے ہی عورتوں اور مردوں میں جوش آ گیا تھا۔ مگر یہ جوش صرف ہانڈی کا اُبال تھا۔ عورتوں اور مردوں میں سے لشکر کے ساتھ جانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ جوش و خروش کا دعویٰ صرف زبانی تھا۔

چونکہ ایک لاکھ کا لشکر تھا اس لیئے دوپہر کے بعد تک سبیطلہ کی سڑکوں اور بازاروں سے گذرتا رہا۔ جب اس لشکر کا آخری سپاہی بھی گذر گیا تب عیسائیوں نے کہا۔ "ہمارا یہ عظیم الشان لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا"۔

اس طرح سے جرجیر ایک لاکھ اور بیس ہزار لشکر جرار لیکر مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیئے سبیطلہ کے قلعہ سے نکل کر روانہ ہوا۔

پچیسواں باب

شوخ سلمیٰ

اسلامی لشکر طرابلس سے سبیطلہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اور جس ترتیب سے زویلہ سے طرابلس کی جانب بڑھا تھا۔ اُسی ترتیب سے طرابلس سے سبیطلہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ سب سے آگے ابن عمر پانچ ہزار مجاہدین لے کر چلے۔ ان کے بعد ابن عباس ابن جعفرؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تین ہزار جانبازان اسلام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے سرور ایک ہزار شیرانِ اسلام کے ساتھ خواتین عرب کی معیت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں چلے۔ اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن سعد باقی تمام لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے ان کے ساتھ زویلہ کا فرمان روا ارسانوس بھی تھا۔

ایک سردار دوسرے سے تین چار میل کے فصل سے روانہ ہوا تھا۔ اسلامی لشکری نہایت ہی جوش و شان سے کوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی کو یہ فکر نہ تھی کہ دشمنوں کے ملک میں چند ہزار مسلمان بے شمار دشمنانِ اسلام کے سامنے جا رہے ہیں۔ انھیں جہاد کا شوق و شغف تھا۔ اس لئے سر ہتھیلیوں پر لئے افریقہ جیسے خطرناک ملک میں بے شمار دشمنوں کے مقابلہ میں بڑی بے خوفی سے چلے جا رہے تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ موت کا وقت۔ طریقہ۔ جگہ سب کچھ اس خدا نے جس نے انھیں پیدا کیا ہے۔ مقرر کر دیا ہے یعنی قسمت میں لکھ دیا ہے اور جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت، کسی ایک بات کو بھی نہیں بدل سکتی۔ اسی لئے ... انھیں کوئی فکر نہ تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کی زندگی اور موت خدا کے لئے تھی وہ جانتے تھے دنیا چند روزہ ہے۔ اور یہ "سجن المومنین" یعنی مسلمانوں کے لئے جیلخانہ" ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو۔ اس جیل خانہ سے باہر نکل کر اس جگہ پہنچ جائیں جہاں کوئی فکر کوئی پریشانی، کوئی تکلیف اور کوئی غم نہیں ہے۔ وہ جگہ جنت الفردوس ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا "دار المحن" ہے یہاں خوشی اور بے فکری کا نام بھی نہیں ہے۔ ہر وقت انسان کو ہجوم غم و آلام سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ کوئی بھی خدا کا بندہ خوش نظر نہیں آتا۔ لیکن دنیا کے طالب پھر بھی اس کی طلب میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ تکلیفیں۔ اذیتیں اور غم اٹھاتے ہیں لیکن دنیا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا کے طلبگار بزدل ہوتے ہیں۔ وہ موت سے ڈرتے ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن نہیں جانتے کہ موت ایک لمحہ بھی نہیں ٹل سکتی۔ مسلمان نہ موت سے ڈرتا ہے نہ زندگی کی خواہش کرتا ہے۔ بلکہ ہر مسلمان اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان جنت الفردوس کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہ زندگی سے شہادت کی موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ غرض مسلمان بڑی بے فکری سے اندرون ملک میں گھستے چلے جا رہے تھے اور افریقہ کے اس حصہ کو طے کر رہے تھے۔ جو اپنی گوناں گوں بوالعجبیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

ایک روز اسلامی لشکر ایک وسیع میدان میں فروکش تھا۔ سرور جس جگہ ٹھہرے تھے وہاں چند درخت کھڑے تھے۔ ان کے پتے تقریباً چار انچ مربع اور نہایت صاف و شفاف تھے۔ درخت بہت بلند اور تناور تھے۔ سرور کا خیمہ ایک درخت کے نیچے تھا۔ ان کے غلام نے آگ جلا کر کھانا تیار کرنا شروع کر دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے اور گرمی درخت کی شاخوں اور پتوں تک پہنچی تو ان سے ترشح شروع ہو گیا۔ اور ننھی ننھی پھوار سی پڑنے لگی۔ سرور ان کا غلام اور دوسرے لوگ جو وہاں بیٹھے تھے یہ کیفیت دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے ساون کے مہینہ میں پھوار پڑ رہی ہو۔ کئی آدمیوں نے درخت کے نیچے سے نکل کر آسمان کی طرف دیکھا۔ مطلع صاف تھا۔ نہ گھٹا تھی نہ بادل تھا۔ لیکن درخت کے نیچے برابر بارش ہو رہی تھی۔ سرور نے آگ بجھوا دی۔ تھوڑی ہی دیر میں ترشح بند ہو گیا۔ یہ بات دیکھ کر مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اس درخت میں یہ خاصیت ہے کہ جب اس کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے تو پھوار پڑنے لگتی ہے۔ اور اچھا خاصہ ساون کا سا لطف آجاتا ہے۔

مسلمان عربستان کے رہنے والے تھے۔ وہاں کوئی ایسا درخت نہ تھا۔ انھیں بڑی حیرت تھی۔ سرور کے غلام نے درخت سے ہٹ کر آگ روشن کر کے کھانا تیار کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ درخت افریقہ میں "درخت گریہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اور قدرت نے اس میں یہ خاصیت پیدا کی ہے کہ جب اس کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے تو وہ رونے لگتا ہے۔ اور اس کے پتوں اور شاخوں سے پانی کی پھوار برسنے لگتی ہے۔

اس روز شام کو سرور نے سویرے ہی کھانا کھایا۔ اور عشاء سے پہلے ہی سرا پردہ کی طرف گئے۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نکلا ہوا چمک رہا تھا۔ چاندنی نے سفید چادر پھیلا رکھی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک خیمہ سے چند قدم آگے بڑھی ہوئی ایک عربی دوشیزہ کھڑی ہے۔ انھیں خیال ہوا کہ وہ کوئی اور لڑکی ہے۔ لیکن جب ذرا غور سے دیکھا تو پہچان لیا وہ سلمیٰ تھی۔ سرور آہستہ آہستہ دبے قدموں اس گل رُخ کی طرف بڑھے اور اس کے پاس پہنچکر انھوں نے آہستہ سے اس کے نازک کندھے پر ہاتھ رکھا۔

سلمیٰ نہ معلوم کس خیال میں مستغرق تھی۔ وہ ڈر کر اُچھل پڑی اور فوراً ہی پیٹی میں سے خنجر کھینچا اور جوش میں آکر پلٹی۔ اس طرح جیسے وہ حملہ کرنے والی ہے۔ لیکن جوں ہی اس نے گھوم کر دیکھا تو اسے سرور نظر آئے وہ مسکرا کر بولی۔ "جا ئیے بچ گئے آپ" اس کی صورت چاندنی کے عکس میں جگمگا رہی تھی۔ سرور نے کہا۔ "جی کیوں نہیں ڈر کر تو اچھل پڑیں۔"

سلمیٰ "اس کا مجھے اعتراف ہے۔ آپ کے اچانک آکر کندھے پر ہاتھ رکھنے سے میں ڈر گئی تھی۔ لیکن فوراً ہی مجھے جوش و غصہ آگیا۔"

سرور نے قطع کلام کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "اور تم نے ان نازک ہاتھوں میں خنجر لے کر ڈرانا چاہا۔"

سلمیٰ نے کہا۔ "نہ صرف ڈرانا بلکہ وار کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ مگر خیریت ہوئی آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر نظر پڑ گئی اور آپ بچ گئے۔
سرور نے اس سیم تن کے رُخ زیبا پر نظریں گڑا کر کہا "ورنہ تم مجھے مار ڈالتیں"
سلمیٰ سہم گئی۔ اس نے کہا "خدا نہ کرے لیکن آپ نے ایسی غلطی کیوں کی؟"
سرور۔ دراصل میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم بہادر بھی ہو۔
سلمیٰ نے مسکرا کر کہا "آپ کیوں سمجھتے۔ آپ تو بس اپنے ہی کو بہادر سمجھتے ہیں"
سرور۔ مگر میں بہادر نہیں ہوں۔
سلمیٰ۔ جسقدر آپ بہادر ہیں میں خوب جانتی ہوں۔
سرور۔ جب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔
سلمیٰ۔ آپ شاید طرابلس فتح کر کے اترا گئے تھے۔
سرور۔ اور شاید تم کچھ مجھ سے خفا ہو گئی ہو۔
سلمیٰ۔ خفا۔۔۔۔ لیکن یہ تو بتائیے آپ یہاں اس وقت آئے ہی کیوں تھے؟
سرور۔ میں ایک بات کہنے آیا تھا۔
سلمیٰ۔ کیا؟
سرور۔ میرے خیمے کے پاس ایک عجیب و غریب درخت ہے۔
سلمیٰ۔ کیا بات ہے اس درخت میں؟
سرور۔ جب اس کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے تو اس کے پتوں اور شاخوں میں سے پانی برسنے لگتا ہے۔
خوب عجیب بات ہے یہ تو۔
سرور۔ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو۔
سلمیٰ نے شوخ نگاہوں سے دیکھ کر کہا "مہربانی کیجیے۔ میں سمجھ گئی"
سرور نے اس کے رُخ روشن پر نگاہیں جما کر کہا "کیا سمجھا ہے تم نے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمٰی۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلوں۔"

سرور۔ مگر تم.....

سلمٰی نے قطع کلام کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "مجھے فرصت نہیں ہے۔"

سرور۔ لیکن یہاں کھڑی ہوئی تم کیا کر رہی تھیں؟۔

سلمٰی۔ میں چاندنی کو دیکھ کر لطف اُٹھا رہی تھی۔

سرور۔ مگر اس درخت کا نظارہ تمہیں حیران کر دے گا۔

سلمٰی۔ جی میں آپ کے ساتھ چلوں اور کوئی لڑکی دیکھ لے تو مفت میں بدنام ہو جاؤں۔ یہی چاہتے ہیں نا آپ۔

سرور اس میں بدنامی کیا ہوگی۔ آخر تم میری.....

سلمٰی نے ذرا تیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "خوب میں گویا آپ کی شاید کنیز ہوں

سرور اس خوف سے کہ سلمٰی بگڑ گئی ہے ڈر گئے۔ انھوں نے جلدی سے کہا۔

"کنیز نہیں۔ تم میری راحت روح یعنی ذریعۂ راحت ہو۔"

سلمٰی۔ لیکن آپ اپنا حق کیا جتا رہے تھے۔

سرور۔ میں یہی تو کہہ رہا تھا مگر تم خفا ہو گئیں۔ ناخوشی کو دور کر دو سلمٰی۔

انھوں نے یہ فقرہ کچھ ایسی عاجزی کے لہجہ میں کہا کہ شوخ و شریر سلمٰی پگھل گئی اس نے کہا۔ "میں ناخوش نہیں ہوں۔"

سرور نے اطمینان کا سانس لیکر کہا۔ "خدا کا شکر ہے۔"

سلمٰی ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کے ہموار دانتوں کی سفید لڑیاں نظر آنے لگیں۔ بالکل موتیوں کی طرح شفاف تھیں۔ سرور کی نگاہوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔

سلمٰی نے کہا۔ "میرا تنہا آپ کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ تم فضول ڈرتی ہو۔

سلمیٰ۔ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو جانتے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خیمہ کے اندر سے آواز آئی بیٹی سلمیٰ۔

یہ اس کے باپ حبیب نے اسے آواز دی تھی۔ سلمیٰ گھبرا گئی۔ اس نے جلدی سے سرور سے کہا "ابا جان آواز دے رہے ہیں کہیں وہ یہاں نہ آجائیں"

یہ کہتے ہی وہ چلی۔ مگر دو ہی قدم چلی تھی کہ حبیب خیمہ سے باہر نکل آئے۔ انھیں دیکھتے ہی سلمیٰ کا چہرہ فق ہوگیا اور سرور بھی گھبرا گئے۔ اب اتنا موقع ہی نہ رہا تھا کہ وہ کسی طرف کھسک جاتے۔

حبیب نے پہلے سلمیٰ اور پھر سرور کو دیکھا۔ انھوں نے ذرا تیز لہجہ میں کہا "سلمیٰ! خیمہ کے اندر جاؤ۔ سرور یہاں تم کیسے آئے۔

سلمیٰ چلی گئی سرور نے بڑھ کر انھیں سلام کیا اور کہا "میں آپ سے یہ کہنے آیا تھا کہ میرے خیمہ کے پاس دو درخت کھڑے ہیں جن کی یہ خاصیت ہے کہ جب ان کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے۔ تو وہ برسنے لگتے ہیں۔ میں سلمیٰ سے یہی بات کہہ رہا تھا۔

حبیب۔ یہ ملک عجیب ہے۔ یہاں گوناگوں عجائبات ہیں۔ مگر تمہارا سلمیٰ سے باتیں کرنا مناسب نہیں ہے۔

سرور۔ آئندہ میں احتیاط رکھوں گا۔

حبیب۔ مجھے خوشی ہے کہ تم فاتح طرابلس کہلاتے ہو۔ لیکن جب تک افریقہ کی جنگ کا خاتمہ نہ ہو جائے اور سلمیٰ کا ہاتھ شرعی طور پر تمہارے ہاتھ میں نہ دیدیا جائے اس وقت تک اس سے باتیں کرنے کی کوشش نہ کرو۔

سرور۔ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

حبیب۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں زیادہ سے زیادہ عزت، شہرت اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دولت عطا کرے۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ سرور کو بڑا افسوس ہوا کہ اس نے سلمیٰ سے گفتگو کرنے کی کوشش ہی کیوں کی کہ حبیب ناخوش ہو گئے اس سے وہ اپنی نگاہوں میں آپ ہی حقیر ہو گئے۔ چند لمحہ وہ اسی جگہ کھڑے یہ سوچتے رہے کہ حبیب سلمیٰ کو بھی سرزنش کرینگے ان کی وجہ سے اس معصوم کو بھی ندامت اٹھانا پڑے گی۔ انھوں نے چاہا کہ خیمہ میں جا کر حبیب سے کہہ دیں کہ سلمیٰ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ خطا خود ان کی ہے۔ مگر ان کی ہمت نہ پڑی۔ آخر پشیمان ہوتے ہوئے وہاں سے اپنے خیمہ کی طرف چل پڑے۔

چھبیسواں باب

افریقہ کے عجائبات

اسلامی لشکر کا یہ طریقہ تھا کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی سبیطلہ کی طرف روانہ ہو جاتا اور دوپہر کو کسی مناسب جگہ قیام کر دیتا جن جنگلوں۔ پہاڑی دامنوں اور ریگ زار سے یہ رسالہ گذرا۔ ان میں عجیب عجیب باتیں دیکھیں ایسی جو کبھی سُننے میں بھی نہ آئی تھیں۔ گھنے جنگلوں میں ایسے انسان دیکھے جو مادر زاد برہنہ تھے جنہیں افریقی بن مانس کہتے تھے اور جو درختوں پر گھونسلے بنا کر رہتے تھے۔ یہ بڑے ہی نڈر ہوتے ہیں۔ انسانوں کو مار کر کھا جاتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ لگے رہتے تھے۔ تاکہ موقع پا کر کسی کو لے بھاگیں۔ لیکن ایک مسلمان بھی ان کے قابو میں نہ آیا۔ نہ مسلمانوں نے ہی انھیں مارنا یا ستانا مناسب سمجھا۔

ایک درخت کی ایک مرتبہ مسلمانوں نے شاخیں تراشیں ان میں سے خون

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاری ہو گیا۔ مسلمانوں کو تعجب ہو گیا۔ ارسانوس نے بتایا کہ اس درخت کا نام لوہبراُہے اس کا بھی یہی خاصہ ہے کہ جب اس کی کوئی شاخ تراشی جاتی ہے تو خون بہنے لگتا ہے۔

ایک سفید رنگ کا درخت دیکھا۔ جس کی لمبی لمبی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور جو اس قدر نرم تھیں کہ رسی کی طرح انھیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل افریقہ ان درختوں کو خاص طور پر بوتے ہیں۔ اور ان کی نرم شاخوں سے پلنگ بُنتے ہیں جو کئی کئی سال تک چلتے ہیں۔

ایک اور سفید رنگ کا تناور درخت دیکھا۔ اس کی شاخیں نہایت خوبصورت تھیں۔ مسلمانوں کو اچھی معلوم ہوئیں اور کئی مجاہدین نے کچھ شاخیں تراشنی چاہیں لیکن بڑی بڑی تیز کلہاڑیوں نے اس پر مطلق اثر نہیں کیا۔ جب وہ زور سے کلہاڑی مارتے تھے تو وہ اُچٹ جاتی تھی۔ ارسانوس کچھ دیر تو دیکھتے رہے۔ آخر بولے "یہ درخت کاکرد کہلاتا ہے۔ لوہے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس پر کلہاڑیوں کا اثر کیا ہو سکتا ہے۔ آرے اور ریتی کا بھی کچھ بس نہیں چلتا۔ ہم افریقی لوگ اس کی شاخیں لوہے کے لٹھوں کے بجائے چھتوں میں لگاتے ہیں۔

ایک روز اسلامی لشکر ایک دریا کے کنارے فروکش تھا مسلمانوں نے دیکھا کہ دریا کے پانی میں چھوٹے چھوٹے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ اور ان کے اُوپر متعدد چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کے قسم کی کوئی چیز رکھی ہے۔ مسلمان انھیں دیکھنے کے لئے پانی میں گھس گئے۔ جب وہ درختوں کے قریب پہنچے تو نہایت چمکدار تیتریاں ان کے اوپر سے اُڑیں اور دریا میں جاگریں۔ جب غور سے مسلمانوں نے دیکھا تو ان کی سمجھ میں آیا کہ

یہ مچھلیاں نہایت خوبصورت اور بالکل سفید تھیں۔ ان کے پر اس قسم کے تھے جو تھوڑی بہت پرواز اور تیرنے کا خوب کام دیتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں نے دیکھا کہ درختوں پر جو گھونسلے بنے ہیں ان میں انڈے رکھے ہیں۔ کسی میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی نظر آئے۔ مجاہدین نے انڈوں کو چھیڑا اور نہ بچوں کو ہاتھ لگایا صرف انھیں دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔

اتفاق سے وہاں ارسانوس آ گئے۔ انھوں نے کہا۔" مسلمانو! خدا نے اس ملک افریقہ کو دنیا کا عجائب خانہ بنایا ہے جس قدر عجائبات یہاں ہیں شاید ہی کسی ملک میں ہوں گے۔ لیکن تمام عجوبہ چیزوں میں نہایت ہی عجیب جو چیز ہے وہ یہی درخت ہے۔ اس کی صفات تو میں پھر بتاؤں گا۔ لیکن تم اس کی شاخیں تراش لاؤ مگر ذرا موٹی موٹی لانا۔"

مسلمانوں نے بہت سی موٹی موٹی شاخیں تراش لیں۔ ارسانوس نے کہا۔ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر ڈالو۔"

مسلمانوں نے کنارے پر آ کر دو دو انگلی کے ٹکڑے کر ڈالے۔ ارسانوس وہیں بیٹھ گئے۔ انھوں نے کہا۔" انھیں پکاؤ۔"

کئی مسلمان ہنڈیا اٹھا لائے چولھے بنائے۔ پانی میں ان ٹکڑوں کو ڈالا۔ آگ جلائی اور پکانے لگے۔

وہ یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ جوں جوں لکڑیاں پکتی جاتی تھیں نرم ہوتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب وہ بالکل تیار ہو گئیں تو مچھلی کے گوشت کی طرح ملائم ہو گئی تھیں۔

ارسانوس نے کہا۔" اب انھیں کھاؤ اور تھوڑی سی مجھے بھی دو۔

مسلمانوں نے چند ٹکڑے اسے دیئے اور خود بیٹھ کر کھانے لگے۔ ابن جعفر ابن عبداللہ اور سرور بھی موجود تھے۔ انھوں نے بھی کھانا شروع کیا۔

وہ یہ دیکھ کر سخت متحیر ہوئے کہ ان لکڑیوں کا مزہ تازہ گوشت کا تھا۔ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گوشت بھی مچھلی کا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھُنی ہوئی مچھلی کھا رہے ہیں۔

سردار نے ارسانوس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "نہایت ہی عجیب قسم کا درخت ہے یہ۔"

ارسانوس نے کہا۔ "جیسا یہ عجیب ہے۔ ویسی ہی عجیب خاصیتیں بھی رکھتا ہے ماب سنئے۔ اگر دس پندرہ روز متواتر اس کی لکڑیاں کھائی جائیں تو بڈھے جوان، اور جوان نوجوان بن جاتے ہیں۔ چہرہ کی جھُریاں دُور ہو جاتی ہیں۔ سفید بال جھڑ جاتے ہیں۔ اور سیاہ نکل آتے ہیں۔ اگر دانت گر گئے ہوں تو وہ دوبارہ نکل آتے ہیں۔ طاقت از سر نو عود کر آتی ہے۔ بڑھاپا اکثر دور ہو جاتا ہے۔ بارہا یہ بھی تجربہ ہوا ہے کہ جب کوئی آدمی مرنے لگتا ہے اور اسے اس درخت کی پتلی شاخوں کا شوربہ پلایا جاتا ہے تو وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔"

یہ باتیں سن کر مسلمانوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اگلے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی لشکر نے پھر کوچ کیا۔ اور ایک ریگستان میں جا کر ٹھہرے۔ اس ریگ زار میں دُور دُور تک درختوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور اگر کہیں درخت کھڑے بھی تھے تو دُور دُور اور وہ بھی ایک ایک دو دو۔

مسلمانوں نے وہیں بیابان میں قیام کر دیا۔ جب رات ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ سامنے روشنی کا مینار کھڑا ہوا ہے۔ جس میں سیکڑوں شاخیں ہیں اور ہر شاخ عجیب قسم کی سفید روشنی سے چمک رہی ہے۔

اس روشنی کو دیکھ کر مسلمانوں کو بڑا تعجب ہوا۔ انھوں نے اِدھر اُدھر نگاہیں اُٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ ہر طرف روشنی کے مینارے سے جگمگا رہے ہیں وہ بڑے

لے ہم نے اس باب میں جو لکھا ہے وہ کتاب افریقہ کے عجائبات سے اخذ کر کے ناظرین کی دلچسپی کے لئے لکھا ہے۔ (صادق صدیقی۔ سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متعجب و حیران تھے کہ الٰہی یہ روشنی کہاں سے پیدا ہوئی۔ پھر روشنی بھی صاف اور بجلی کی روشنی کی طرح سفید تھی۔

مسلمان دوڑ کر ان روشنی کے میناروں کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو درخت تھے۔ جن کے ننھے شاخیں اور پتّے سب روشن ہو رہے تھے۔ مسلمان قدرت خدا کا یہ کرشمہ دیکھکر نہایت ہی متحیر ہوئے۔ اکثر مسلمانوں نے کہا "خدائے کردگار کوئی نہیں جانتا کہ تو نے کس ملک میں کیا کیا عجائبات پیدا کئے ہیں۔ تیری شان عجیب ہے اور تیری قدرتیں نرالی ہیں۔"

جب مسلم مجاہدین ان روشنی کے درختوں کو دیکھ آئے تو خواتین عرب نے بھی دیکھنے کی خواہش کی۔ عبداللہ بن سعد نے سرور کے نام حکم دیا کہ وہ تمام عورتوں کو اپنے ہمراہ لیجاکر دکھلائیں۔ چنانچہ انھوں نے عورتوں کو کہلا بھیجا کہ جو روشنی کے درختوں کو دیکھنا چاہتی ہیں وہ چلیں۔ سب عورتیں تیار ہوکر سرایہ دہ سے نکل آئیں حبیب بھی اپنی پریزاد بیٹی سلمیٰ کو لیکر آ گئے۔ اور سرور کے پاس آکر کہا "چلو سرور ہم تم تینوں ساتھ چلیں گے۔"

سرور کو اب تک شرم وندامت دامن گیر تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ حبیب ان سے کچھ خفا ہو گئے ہیں، اسی لیے انھیں ان کے خیمہ پر جانے اور ان سے کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر اب جبکہ حبیب حور وش سلمیٰ کو اپنے ساتھ لیکر خود ان کے پاس آئے۔ اور ان کے ساتھ چلنے کی استدعا کی تو وہ خوش ہو گئے انھوں نے کہا چلئے۔

خواتین عرب کے غول آگے چلے۔ سرور ہتھیار لگا کر ان کے پیچھے ہوئے اور سرور کے ساتھ حبیب اور سلمیٰ روانہ ہوئے۔ جب عورتیں درخت کے پاس پہنچیں تو اس کی روشنی دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمام درخت اور درخت کی تمام شاخیں اور پتے نور کے بنے ہوئے ہیں۔ نہایت ہی سفید اور تیز روشنی ان میں سے نکل رہی ہے۔ اور اس عجیب روشنی نے دور تک تمام میدان روشن کر رکھا تھا۔

جو عورتیں درخت کے پاس جاکر کھڑی ہوئیں۔ درخت کی روشنی سے ان کے چہرے چمکنے لگے۔ خصوصاً حور وش سلمیٰ کا چہرہ بقعۂ نور بن گیا۔ سرور کی نظر اتفاقاً اس کے رُخِ روشن پر پڑ گئی تو اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے درخت نے سلمیٰ کے حُسن سے کسب ضیا کی ہے۔

جبکہ سرور اس حور جمال کو دیکھ رہے تھے۔ اس کی ہوشربا نگاہیں بھی ان سے دو چار ہوگئیں۔ وہ ان کی گستاخانہ نظریں اور گرم نگاہیں دیکھکر شرما گئی۔

حبیب حیرت سے درخت کو دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا "سرور! واقعی یہ اسرار قدرت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے خدا نے ان درختوں کو کس قدر روشنی عطا کی ہے۔ اور کیسی عجیب اور پیاری روشنی ہے"

سرور حُسن کی گہرائیوں میں غوطہ کھا رہے تھے۔ وہ چونکے انھوں نے کہا۔ حقیقت یہی ہے کہ خدا کے بیشمار عجائبات ہیں سے یہ بھی ایک عجوبہ ہے"

تھوڑی دیر اس درخت اور اس کی عجیب و غریب روشنی کو دیکھکر یہ سب واپس لوٹے۔ عورتیں آگے چلیں اور سرور حبیب اور سلمیٰ پیچھے پیچھے روانہ ہوئے حبیب نے کہا "خدا کی قسم کیسے کیسے عجائبات قدرت ہیں"

سرور۔ اور ابھی کیا ہے۔ ہم نے تمام افریقہ دیکھا ہی کہاں ہے۔ نہ معلوم اور کیا کیا اسرار قدرت یہاں پنہاں ہیں۔

حبیب۔ یہی بات ہے۔

سلمیٰ۔ اس درخت کی روشنی کیسی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ اور جس چیز پر اس درخت کی روشنی پڑتی ہے۔ وہ بھی جگمگا اٹھتی ہے۔

حبیب۔ بالکل صحیح کہا تم نے میں نے دیکھا تھا تمہارا چہرہ بھی جگمگانے لگا تھا۔

سلمٰی نے شوخ نگاہوں سے سرور کو دیکھا اور مسکرانے لگی۔ سرور نے کہا بچوں اور لڑکوں کی صورتیں کیسی دلفریب ہو گئی تھیں۔

حبیب۔ ہاں۔ میں نے اپنی سلمٰی کو بھی دیکھا تھا۔ اس کی صورت بھی چمک اٹھی تھی۔

اب سرور کے مسکرانے کی باری تھی۔ وہ سلمٰی کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ سلمٰی نے شرما کر سر جھکا لیا۔

جب عورتیں سراپردہ میں داخل ہو گئیں۔ اور حبیب اور سلمٰی بھی چلے گئے۔ تب سرور بھی اپنے خیمہ پر آ گئے۔ اور دوسرے دن صبح کی نماز پڑھتے ہی اس لشکر نے آگے کوچ کر دیا۔

ستائیسواں باب

اسلامی سفیر

اسلامی لشکر کوچ و قیام کر کے ایک روز ایک نہایت ہی وسیع اور پربہار سبزہ زار میدان کے کنارہ پر مقیم ہوا۔ یہ میدان ہر طرف حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے چپہ چپہ پر سرسبز گھاس کھڑی لہلہا رہی تھی۔ ہزاروں منتفرق درخت کھڑے تھے۔ کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔

یہ میدان ہموار نہیں تھا۔ بلکہ کہیں ٹیلے تھے کہیں گھاٹیاں تھیں کہیں طشتری کی طرح اتھلا تھا۔ اور کہیں کٹورا نما۔ یہ کیفیت اس کے کناروں تک تھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیچ میں ڈیڑھ دو میل مربع حصہ بالکل ہموار تھا اس وسیع میدان کو ایک ہی دریا کی کئی شاخیں سیراب کرتی تھیں۔

مسلمان اس کے کنارے پر دور تک خیمہ زن تھے۔ تمام اسلامی لشکر وہاں جمع ہو گیا تھا۔ اس جگہ سے شہر سبیطلہ صرف دو منزل کے فاصلہ پر تھا۔

ہم بیان کرتے آئے ہیں کہ اس لشکر کے ساتھ زویلہ کا حکمران ارسانوس آ بھی تھا اس کے ہمراہ اس کے ڈھائی سو سپاہی تھے۔ جو عیسائی تھے۔ ان میں سے کئی سواروں کو ارسانوس نے جاسوسی پر مامور کر دیا تھا۔ جو جرجیر اور اس کے لشکر کی خبریں روز لاتے رہتے تھے۔ سب سے آخری خبر جو وہ لائے تھے۔ وہ یہ تھی کہ جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار کا عظیم الشان لشکر لے کر چل پڑا ہے۔ اور صبح شام ہی میں اس میدان میں آنے والا ہے۔

مسلمان کل انتیس ۲۹ ہزار ہی تھے۔ اور دشمن ان سے چہار گنا تھے۔ جو بڑے جوش و خروش سے انہیں پامال کرنے کے لیئے آ رہے تھے لیکن مسلمانوں پر ان کی کثرت اور اپنی قلت کا مطلق بھی اثر نہ ہوا جس بے فکری سے بڑھ کر یہاں تک آئے تھے۔ اسی بے فکری سے اب بھی مقیم تھے۔ اور عیسائیوں کے آنے کا انتظار کر رہے تھے آخر سہ شنبہ (منگل) کے روز دوپہر کے وقت عیسائی لشکر نمودار ہوا جو بڑے کر و فر کے ساتھ آ رہا تھا۔ جس کا لا متناہی سلسلہ اُفق تک ڈوبا ہوا تھا۔

عیسائی دستے نہایت شان کے ساتھ آ آ کر میدان میں پھیلتے جاتے تھے۔ اور ڈیرے خیمے نصب کر کر کے فروکش ہوتے جاتے تھے۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لیئے ایک تہائی میدان ان سے لبریز ہو گیا۔ خیموں، چھولداریوں اور سائبانوں کا عظیم الشان شہر آباد ہو گیا۔

دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی عبداللہ بن سعد امیر عسکر اسلامیہ نے مسلمانوں سے کہا "شیر دل مجاہدو! دشمن اپنی پوری قوت، پورے ساز و سامان اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پورے جاہ و حشم کے ساتھ تمہیں کچل ڈالنے کے لئے آیا ہے۔ جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ گویا ایک مسلمان کے مقابلہ میں صرف چار عیسائی ہیں۔ یہ تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ ہم وہی ہیں جو یرموک[1] کے مشہور مقام پر ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار دشمنوں سے لڑ چکا ہے۔ خدا کی مدد اور اس کا فضل شامل حال ہے تو انشاء اللہ ہم عیسائی لشکر کے پرخچے اڑا دیں گے جو ہمیں پامال کرنے آیا ہے مگر قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے بموجب ایک سفارت شہنشاہ افریقہ کی خدمت میں صلح کے سلسلہ میں بھیجوں۔ اس عرصہ میں تم تیاریاں مکمل کر لو۔ اور ہر وقت ہوشیار رہو تاکہ دشمن تمہیں غافل سمجھ کر کسی وقت تم پر یورش نہ کر دے۔ ہر دستہ کے کچھ نہ کچھ آدمی رات بھر جاگتے اور لشکر کے گرد گشت لگاتے رہیں۔"

مسلمانوں نے ان تمام باتوں پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ امیر لشکر نے اسی وقت سرور ابن عباس اور عبداللہ ابن جعفر طیار سے کہا کہ تم تینوں جرجیر کے دربار میں جاؤ۔ اور اسے اور اس کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر نہ مانیں تو جزیہ دینے پر آمادہ کرو۔ گفتگو سختی سے نہ کرنا بلکہ مسلمانوں کے اخلاق کے بموجب نہایت نرمی اور بڑے حلم سے کرنا۔ تم ابھی روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہاری واپسی کا منتظر رہوں گا

یہ تینوں نوجوان تھے۔ قریشی تھے۔ اور بڑے جلیلۃ القدر صحابہ کے بیٹے تھے۔ نہایت بہادر۔ نڈر۔ اور گفتگو کرنے میں بیباک تھے۔

---

[1] یرموک دمشق کے قریب ایک چشمہ تھا جس میدان سے یہ چشمہ بہتا تھا۔ اس کا نام بھی یرموک ہی تھا اس خونریز جنگ کے واقعات دیکھنے ہوں تو ہمارا مشہور ناول "فتح یرموک" ملاحظہ کریں۔

(صادق صدیقی۔ سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تینوں اپنے اپنے خیمہ پر پہنچے اور مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اس وقت انھوں نے پورا عربی لباس پہن رکھا تھا۔ عربی ہتھیار لگا رکھے تھے۔ پشت پر ڈھال اور ڈھال پر ترکش لٹک رہا تھا۔ جب تینوں سوار ہو کر چلے تو ارسانوس انھیں راستہ میں ملا۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا آپ جرجیر کے پاس جا رہے ہیں؟"

ابن عباس نے کہا۔" ہاں ہم تینوں شہنشاہ افریقہ کی ہی خدمت میں جا رہے ہیں۔"

ارسانوس۔ اور شاید صلح کا پیغام لے کر۔

ابن عباس۔ صلح کا پیغام یا درخواست لیکر نہیں بلکہ ترغیب دینے۔

ارسانوس۔ مگر آپ جرجیر سے واقف نہیں ہیں۔ وہ تحریص اور ترغیب میں نہ آئے گا۔

ابن عباس تحریص دینا ہمارا کام نہیں ہے البتہ ترغیب دینا ضرور ہمارا کام ہے۔

ارسانوس۔ میں عرض کروں جرجیر نہایت ہی مدبر، مغرور اور سرکش بادشاہ ہے۔ اس وقت اس کے جھنڈے کے نیچے ایک لاکھ بیس ہزار بہادر اولوالعزم اور آزمودہ کار افریقی عیسائی موجود ہیں۔ وہ لشکر کی کثرت پر پھولا ہوا ہے۔ تمہاری قلت دیکھ کر اسے یقین ہو گیا ہوگا کہ وہ ضرور تمہیں شکست دے کر بھگا دے گا۔ اس لئے وہ کسی ترغیب کو بھی منظور نہ کرے گا۔

ابن عباس۔ ہم خود اس بات کو جانتے ہیں۔

ارسانوس۔ پھر آپ کیوں سبک سر ہونے کے لئے اس کے پاس جا رہے ہیں۔

دراصل ارسانوس نہیں چاہتا تھا کہ صلح ہو جائے۔ وہ اس فکر میں تھا کہ جنگ ہو اور کسی صورت سے وہ خورشید ہیلن کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اسے شاید خوف تھا کہ کہیں یہ مسلمان جرجیر سے دب کر صلح کر کے افریقہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس چلے جانے پر رضامند نہ ہو جائیں اسلئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسلامی سفارت عیسائی شہنشاہ کے پاس جائے۔

لیکن یہ بات اسے معلوم نہ تھی کہ مسلمان اپنے خلیفہ کا حکم ماننا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں اور خلیفہ نے انھیں صلح کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ ابن عباس نے کہا "ہمارے خلفاء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اوّل دشمنوں کو صلح کی دعوت دینے کا حکم دیتے رہے ہیں۔ اور جب دشمن نہ مانے تب لڑائی کی اجازت دیتے تھے۔ ہمارے موجودہ خلیفہ نے بھی یہی حکم دیا تھا کہ پہلے ہم صلح کی دعوت دیں جب نہ مانے تب جنگ شروع کر دیں۔"

ارسانوس۔ بہتر ہے کہ آپ کوشش کرلیں لیکن اُمید ہے کہ آپ ایسی باتیں نہ کریں گے۔ جن سے اسلام اور مسلمانوں کی اہانت ہو۔

ابن عباس۔ اطمینان رکھئے ایسا نہ ہوگا۔ کوئی مسلمان بھی ایسی گفتگو نہیں کیا کرتا جس سے یہ واضح ہوسکے کہ وہ ڈر یا دب گیا ہے۔

ارسانوس۔ مجھے معلوم ہوا کہ لشکر کے ساتھ رشک قمر شاہزادی بھی آئی ہوئی ہے۔ وہی غیرت حور جس کے حسن و جمال جہاں آرا کا شہرہ سارے جہاں میں ہے۔

ابن عباس۔ سنا تو ہم لوگوں نے بھی یہی ہے۔

ارسانوس۔ مجھے میرے جاسوسوں نے بتایا ہے کہ سبیطلہ کا اسقف اعظم بھی معہ مقدس جماعت کے آیا ہے۔ شاہزادی اور اسقف اعظم کے آنے کی وجہ سے عیسائیوں کا جوش و خروش بڑھا ہوا ہے۔ انھیں یہ بالکل یقین ہے کہ فتح ان کی ہوگی کیونکہ آج تک مہم میں اسقف اعظم شریک نہیں ہوئے تھے۔

ابن عباس۔ مگر فتح و شکست خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ارسانوس۔ خیال یہ ہے کہ آپ کو حسن کے جال میں پھنسانے کے لئے شاہزادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو بنا سنوار کر دربار میں بٹھایا جائے گا۔ اور پھر آپ کو بلا کر گفتگو کی جائے گی۔

ابن عباس۔ ابھی عیسائیوں نے مسلمانوں کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ کوئی مسلمان بھی حسن و خوبصورتی کا متوالا ہو کر اعلان دین حق سے باز نہیں رہ سکتا گویا کسی مسلمان پر بھی کسی رشک منور کے حسن و جمال کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

ارسانوس۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن میں نے آپ کو ان باتوں سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔

ابن عباس۔ نہایت اچھا کیا آپ نے۔

ارسانوس۔ ممکن ہے تھیوڈوس اسقفِ اعظم مذہبی مباحثہ شروع کر دے۔

ابن عباس۔ یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو بہت جلد عیسائی اسقف اعظم زچ ہو جائے گا۔ یہ کہکر ان تینوں نے اپنے گھوڑے عیسائی لشکر کی طرف بڑھا دیئے۔ جب وہ لشکر کے قریب پہنچے تو عیسائیوں کے محافظ دستہ نے انھیں روک دیا اور ان کے افسر نے ان سے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں اور کس لئے آئے ہیں؟"

ابن جعفر نے کہا۔ ہم اسلامی سفیر ہیں۔ تمہارے شہنشاہ سے صلح کے متعلق گفتگو کرتے آئے ہیں"

افسر نے تمسخرانہ لہجہ میں کہا۔ بس لشکر دیکھتے ہی ڈر گئے۔ ایسا تھا تو افریقہ پر چڑھ کر آئے ہی کیوں تھے۔"

ابن جعفر کو طیش آگیا۔ انھوں نے کہا۔ یادہ گوئی مت کرو۔ ورنہ تمہارا سر ٹھوکریں کھاتا ہوگا۔ ہمارا قاعدہ ہے کہ ہم اتمام حجت کیلئے صلح کی ترغیب دیا کرتے ہیں اگر کوئی نہیں مانتا تو پھر ہماری تلواریں انھیں سیدھا کر دیتی ہیں۔"

جب افسر نے ابن جعفر کو جوش و غضب میں بھرا ہوا دیکھا تو ڈر گیا۔ اس نے کہا۔ آپ خفا نہ ہوں میں ابھی اطلاع کرائے دیتا ہوں۔

چنانچہ اس نے کئی سواروں کو دوڑا دیا۔ اور ان تینوں غازیانِ اسلام سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ گھوڑوں سے نیچے اتر کر آرام کریں۔ بادشاہ کا خیمہ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اتنی دور آنے جانے اور شہنشاہ سے اجازت طلب کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔

ابن جعفر نے کہا: "تمہارا شکریہ۔ تم نے مناسب مشورہ دیا ہے۔" اور وہ تینوں گھوڑے سے اتر کر ایک درخت کے سائے میں زمین پر اس طرح بیٹھ گئے کہ اگر ان پر کوئی شخص حملہ کرنا چاہے تو وہ فوراً خبردار ہو جائیں۔ اس طرح بیٹھ کر وہ اپنے طلب کئے جانے کا انتظار کرنے لگے۔

اٹھائیسواں باب

اسلامی شیر عیسائی شہنشاہ کے دربار میں

تینوں اسلامی سفیر نہایت آرام سے بیٹھے ان سواروں کا انتظار کر رہے تھے جو ان کی اطلاع بادشاہ کو کرنے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سوار واپس آئے اور انھیں ساتھ لیکر چلے جب وہ لشکر میں داخل ہوئے اور انھوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو جس طرف اور جہاں تک نظر گئی سپاہیوں کا سیلاب نظر آیا۔ عیسائی لشکر نہایت قاعدہ سے مقیم تھا میلوں لمبا سلسلہ چلا گیا تھا۔ خیمے لائن سے نصب تھے اور خیموں کے سامنے سائبان کھنچے ہوئے تھے۔ گھوڑے خیموں کے پیچھے تھے اور گھوڑوں کے پاس چھولداریاں تھیں۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی سفیروں کے آنیکی اطلاع سارے عیسائی لشکر میں ہو گئی تھی کیونکہ ہر طرف سوار زرہ بکتریں پہنے۔ ہتھیار لگائے اونچی جگہوں پر پرے سے جمائے کھڑے تھے۔ غالباً انھوں نے مسلمانوں پر اپنا رعب ڈالنے کے لئے فوجی نمائش کی تھی مسلمان ان سواروں کے دستوں کو دیکھتے ہوئے چلتے رہے۔ پندرہ میل قطاریں عبور کرنے کے بعد وہ ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچے۔ یہاں انھیں مارقوس شاہ جرجیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا سپہ سالار تین چار ہزار سواروں کے ساتھ کھڑا ہوا ملا۔ اس نے ان اسلامی سفیروں کا استقبال کیا۔ یہ سب ریشمیں لباس اور سونے اور جواہرات کے زیورات پہنے ہوئے تھے وہ ان تینوں مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ اب جس دستے کے قریب سے بھی یہ لوگ گذرے اس میں سوار نہایت فوق البھڑک وردیاں پہنے اور عمدہ گھوڑوں پر سوار کھڑے نظر آئے۔ خیمے بھی نہایت شاندار و خوبصورت تھے۔ سائبان بھی اچھے تھے اور جس قدر سامان خیموں کے اندر رکا نظر آتا تھا وہ بھی بیش قیمت تھا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک درباری خیمہ کے سامنے جا کر رکے۔ یہ خیمہ نہایت عالیشان اور بڑا ہی خوبصورت تھا۔ اتنا وسیع تھا کہ اس میں دس ہزار سے زیادہ کرسیاں آجاتی تھیں۔ اس درباری خیمہ کے چاروں طرف بے شمار سوار قطار در قطار کھڑے تھے۔ جو اعلیٰ قسم کی وردیاں پہنے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔

دارخیمہ پر پہنچکر پہلے مارقوس گھوڑے سے اترا پھر سفرائے اسلام اترے۔ اب مارقوس نے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا: ہم عیسائیوں کا یہ خوبی آئین ہے کہ جب کسی بادشاہ یا شہنشاہ کے حضور میں جاتے ہیں تو ہتھیار اتار ڈالتے ہیں۔ لہٰذا مہربانی کر کے آپ بھی ہتھیار ڈال دیئے

سرور نے کہا: آپ کا قانون آپ کے لئے ہے۔ دوسری قوموں کے واسطے نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں اتار سکتے۔

مارقوس۔ مگر آپ کو اس میں خوف کیا ہے؟

سرور۔ خوف کچھ نہیں۔ لیکن یہ بات عقلمندی سے بعید ہے۔ اگر تم نے بے وفائی کی تو ہم نہتے کیا کر سکتے ہیں۔

مارقوس۔ لیکن ہتھیار ہونے پر بھی تم تین آدمی کیا کر سکتے ہو؟

سرور۔ کچھ نہیں۔ لیکن کم سے کم تمہارے ایک ہزار آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس ہنسا۔ اُس نے کہا "تم مسلمان کس قدر زیادہ بول لیتے ہو"
سرور نے سنجیدگی سے کہا۔ اگر صلح نہ ہوئی تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ تم سچ کہتے تھے یا جھوٹ"

مارقوس تو آپ ہتھیار نہیں اتاریں گے۔

سرور۔ بیشک ہم ہتھیار کبھی نہ دیں گے۔

مارقوس۔ اچھا آپ ٹھہریں میں شہنشاہ سے عرض کر لوں" وہ خیمہ کے اندر گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آکر کہا" چلئے شہنشاہ نے آپ کو ہتھیار بندہی باریاب ہونے کی اجازت دیدی"

مارقوس کی رہبری میں سفیر خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ خیمہ کے اندر کا حصہ نہایت ہی بیش قیمت کپڑے کا ہے۔ قسم قسم کی خوبصورت جھالریں لٹکی ہوئی ہیں اور خوب آراستہ و پیراستہ ہے۔ فرش ریشمی قالینوں کا ہے اور قالینوں پر کرسیاں پڑی ہوئی ہیں۔ کرسیوں پر درباری زرق برق بھڑک لباس اور حسب حیثیت زیورات پہنے ہوئے نہایت شان سے بیٹھے تھے۔ خیمہ کے عین بیچ میں ایک تخت بچھا ہوا تھا۔ اور اس تخت پر ہرقل نہایت تمکنت کیساتھ بیٹھا تھا اسکے برابر ہی اس کی ماہ وش بیٹی شاہزادی ہیلن ملکہ تخت پر ہی بیٹھی تھی ہرقل زرق برق شاہی لباس اور جواہرات کے زیورات پہنے بیٹھا تھا۔ سر پر نہایت درخشاں تاج تھا۔ چند کمسن حسین لڑکیاں پیچھے کھڑی مگس رانی کر رہی تھیں۔ لیکن شاہزادی ہیلن نے جو لباس اس وقت زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ نہایت ہی دلفریب تھا وہ بھی سونے اور جواہرات کے زیورات سے لدی ہوئی تھی۔ لباس اور زیورات کی ضو نے اس کے چاند سے زیادہ روشن چہرے کو اسقدر جگمگا دیا تھا کہ اس کے برق پاش رُخ مصفا پر نگاہیں نہ ٹھہرتی تھیں۔ وہ بھی بڑی شان شجاعت کیساتھ بیٹھی تھی۔ اس کے پیچھے اس کی خادمائیں کھڑی مکھیاں جھل رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جونہی مسلمان خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ تمام عیسائیوں کی نگاہیں ان پر پڑیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی سفیر بھڑکیلے لباس پہنے ہونگے۔ مگر جب ان کی سادہ اور سفید عبائیں عباؤں پر ڈھیلی ڈھالی چادروں سروں پر نیلے رنگ کے عمامے، اور عماموں کے اوپر رومال پڑے ہوئے دیکھے تو کمال متحیر ہوئے۔

مارقوس سفیروں کو لیکر بڑھتا رہا اور شہنشاہ جرجیر کے تخت کے سامنے جاکر رُکا اُس نے کہا۔ مسلمانوں! تم افریقہ کے شہنشاہ کے حضور میں آگئے ہو زمین بوس ہو کر سلام کرو۔"

ابن عباس نے کہا۔" زمین بوس ہونے سے سجدہ کی شان پیدا ہوتی ہے۔ اور سجدہ سوائے خدا کے کسی اور کو نہیں کیا جاسکتا۔ جو انسان۔ انسان کو یا کسی اور چیز کو سجدہ کرتا ہے وہ کافر ہے۔"

درباری ابن عباس کی یہ بیباکانہ گفتگو سُن کر بڑے متعجب ہوئے جرجیر نے کہا۔ رہنے دو اگر یہ سلام نہیں کرتے تو تم بھی انہیں مجبور نہ کرو۔ یہ تہذیب و شائستگی سے عاری ہیں۔"

ابن عباس نے کہا۔" اے شاہ افریقہ! ہم نے تمہاری تہذیب تمہارا تمدن اور تمہاری شائستگی دیکھ لی۔ تم بادشاہ ہو کر اپنے آپ کو عام انسانوں سے افضل و بہتر سمجھتے ہو اسی لیئے خدا بن کر اونچے تخت پر بیٹھے ہو اور چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں سجدہ کریں۔ لعنت ہے ایسی تہذیب پر۔ ہمارے امیرالمومنین جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلیفہ ہیں جن کا نام سُن کر ہی سلاطین عالم کانپ جاتے ہیں۔ کبھی عام آدمیوں سے [illegible] نہیں بیٹھتے۔ بادشاہ رعایا کا محافظ ہوتا ہے اور محافظ کو عرفِ عام میں خادم کہتے ہیں۔ اس طرح بادشاہ رعایا کا خادم ہوا نہ کہ خدا۔ نعوذ باللہ۔

اس برجستہ اور دلیرانہ گفتگو کا اثر عیسائیوں پر کافی ہوا جرجیر کچھ برہم ہو گیا مگر اس نے ضبط کر کے کہا۔ خیر یونہی سہی لیکن وہ تمہاری تہذیب ہے اور یہ ہماری اب یہ بتاؤ کہ تم کس لیئے آئے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب ابن جعفر نے کہا۔ اے بادشاہ! ہم آئے تھے صلح کا پیغام لیکر لیکن تمہاری شان و تمکنت دیکھ کر ہمیں مایوسی ہوئی ہے۔ جو شخص اپنے رتبے کو عام انسانوں سے زیادہ سمجھے اس کی عقل و خرد میں شبہ ہی ہوتا ہے۔ ہمیں امید نہیں کہ تم سنجیدگی سے ہمارے امیر عسکر کے پیغام پر غور کرو گے۔ مگر پھر بھی ہمیں اپنا فرض ادا کرنا ہے اس لئے تمہارے سامنے اپنے سردار کا پیغام ضرور پہنچا دیں گے۔

جرجیر کو ان کی یہ گفتگو ناگوار گزری۔ وہ غضبناک ہو گیا۔ اور سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ تم فضول باتیں نہ کرو جو پیغام تمہیں دینا ہے دو۔

سردار نے کہا۔ وہ پیغام مجھ سے سنیئے۔ ہمارے امیرالمومنین نے جو شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں۔ ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم جنگ ہونے سے پہلے آپ کو صلح کی ترغیب دیں چنانچہ ہم ان کے حکم کی تعمیل کے لیئے آپ کے پاس آئے ہیں۔

جرجیر۔ لیکن آپ صلح کی شرائط تو پیش کریں۔

سردار۔ صبر سے سنئے۔ میں بیان کر رہا ہوں۔ صلح صرف دو شرطوں پر ہو سکتی ہے پہلی تو یہ کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ۔ تمہاری املاک اور تمہاری حکومت بدستور تمہارے پاس رہے گی۔ اور تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

یہ سن کر جرجیر کو بڑا طیش آیا۔ تمام درباری بھی نہایت برہم ہوئے۔ اور غصہ بھری نگاہوں سے سفیروں کو دیکھنے لگے۔

جرجیر نے درشت لہجے میں کہا۔ کیا تم ایک عیسائی شہنشاہ سے اس بات کی توقع رکھتے ہو؟

ابن جعفر نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری تمکنت اور تمہارا فخر و غرور دیکھ کر میں سمجھ گیا تھا کہ تم صلح و آشتی کی طرف راغب نہ ہو گے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرجیر۔ جانتے ہو تم نے کیسی سخت بات میرے حضور میں کہی ہے۔ اگر تم سفیر نہ ہوتے تو ایسی سزا دیتا کہ دنیا سن کر تھرا جاتی۔

ابن عباس۔ یہی زعم ہے۔ جو عیسائیوں سے ان کی سلطنتیں چھنوا رہا ہے۔

جرجیر۔ مہربانی کر کے سخت لہجہ میں گفتگو نہ کیجئے۔

سرور۔ آپ بھی درشت لہجہ میں بات نہ کریں۔ آپ نہیں جانتے کہ ہم ان شیروں کی اولاد ہیں جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے پُرعظمت و ہیبت ناک درباروں میں نہایت صفائی سے گفتگو کی ہے۔ ہم ڈرنے والے نہیں جیسا کہو گے ویسا سُنو گے ۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

جرجیر۔ میں بھی احتیاط رکھوں گا۔

سرور۔ ایک بادشاہ کو متحمل مزاج ہونا چاہیئے۔ اچھا اگر تم مسلمان ہونا نہیں چاہتے ہو تو جزیہ دو۔ یہ کوئی ذلت آمیز ٹیکس نہیں ہے بلکہ حفاظت کے صلہ میں لیا جاتا ہے۔

جرجیر کو پھر غصہ آیا بگڑ گیا۔ اُس نے کہا: میں اس بات کو بھی منظور نہیں کر سکتا؟

سرور۔ لیکن سوچیئے ان دونوں باتوں سے انکار کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ آپ جنگ کرنے پر ہی تُلے ہوئے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ بندگان خدا کا خون بہے

جرجیر۔ جو کچھ بھی تم سمجھو۔ بس تمہاری یہی دو شرطیں ہیں۔

سرور۔ جی ہاں۔

جرجیر۔ مجھے دونوں منظور نہیں ہیں۔

سرور۔ تب تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دیگی۔

جرجیر۔ مگر میں تم پر شفقت و مہربانی کرتا ہوں۔ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مصر پر حملہ نہ کروں گا۔

سرور۔ ہمیں آپ کی شفقت و مہربانی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم پر ہمارا خدا مہربان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ اور اسی کی مہربانی چاہتے ہیں۔ آپ مصر پر تو اس وقت حملہ کر سکیں گے جب ہمارے ہاتھوں سے بچ جائیں۔

جرجیر کو پھر غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ اچھا اب اس گفتگو کو بند کر دیجیئے۔ مجھے طیش آ رہا ہے۔

ابن عباس۔ مگر ایک وقت ایسا آئے گا جب تم اس وقت کی گفتگو کو یاد کر کے پچھتاؤ گے۔

سرور۔ ہم نے اپنے خلیفہ کے حکم کے بموجب اپنے سپہ سالار کا پیغام آپ تک پہنچا دیا۔ آپ نے اسے رد کر دیا۔ اب خدا اس کی مدد کرے گا جو حق پر ہو گا۔

جرجیر۔ میں بہت جلد میدان جنگ میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔

سرور۔ بہت خوب ہم انتظار کریں گے۔

جتنے عرصہ گفتگو جاری رہی۔ مسلمانوں نے نظر اٹھا کر بھی شاہزادی ہیلن کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ جب سے افریقہ میں داخل ہوئے تھے۔ اسی وقت سے اس کے حسن و جمال کی تعریفیں سنتے چلے آتے تھے۔ البتہ آتے ہی ایک سرسری نظر سب کے ساتھ اس پر بھی ڈال لی تھی۔

جب گفتگو ختم ہو گئی تو تینوں سفیر چلے۔ خیمہ سے باہر نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔

انیسواں باب

پُر لطف گفتگو

ارسانوس کو یہ فکر ہو گیا تھا کہ کہیں اسلامی سفیر جرجیر سے مصالحت نہ کریں۔ اس لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ کچھ متذبذب اور پریشان تھا۔ وہ اپنے خیمہ پر نہیں گیا بلکہ ادھر ادھر گھومتا اور سفیروں کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔

آخر سفیر واپس ہوئے۔ اس نے دیکھا وہ جھپٹ کران کے پاس پہنچا اور دریافت کیا: "کیسے مصالحت ہوگئی؟"

ابن عباس نے جواب دیا "نہیں۔ تمہارا خیال صحیح تھا جرجیر کو اپنے لشکر کی کثرت پر فخر و ناز ہے۔ اس نے مصالحت سے انکار کردیا۔"

ارسانوس کے چہرے سے مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اس نے کہا۔

"میں پہلے ہی جانتا تھا کہ مغرور و متکبر جرجیر ہرگز صلح نہ کرے گا۔"

اب اطمینان سے ارسانوس خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ اور سفیر امیر عسکر حضرت عبداللہ بن سعد کے پاس پہنچے اور انھیں اپنی اور جرجیر کی گفتگو سے آگاہ کردیا۔

عبداللہ نے کہا۔ "میں نے خود بھی سمجھ لیا تھا کہ جرجیر ہرگز ہماری شرائط میں سے کوئی شرط قبول و منظور نہ کرے گا۔ لیکن ہم نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کردی، اتمام حجت ہوگئی۔ اب ہمیں تیار رہنا چاہیئے۔ نہ معلوم کس وقت اور کس طرف سے دشمن حملہ کردے۔"

اسی وقت عبداللہ نے تمام افسروں اور سرداروں کے پاس کہلا بھیجا کہ سررشتہ فوج ہر وقت جنگ و پیکار کے لئے مستعد رہے۔ اور رات کو حفاظت و نگرانی کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔

سرور جب اپنے خیمہ پر آئے تو معلوم ہوا کہ حبیب نے انھیں بلایا تھا انھیں فکر ہوئی کہ نہ معلوم کیوں انھیں طلب کیا گیا ہے۔ وہ اسی وقت سراپردہ کی طرف چل پڑے اور حبیب کے خیمے کے سامنے جا کر ٹھہرے۔ اور سوچنے لگے کہ آواز دیں یا نہیں۔ ابھی اسی فکر میں تھے کہ دروازہ کا پردہ اٹھا۔ اور ایک حسین چہرہ کی جھلک نظر آئی۔ یہ حور وش سلمی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ جو جھانک رہی تھی۔ سرور نے حسن مجسم کو دیکھ کر کہا۔ "مجھے عم بزرگوار نے بلایا تھا۔"
"ذرا ٹھہریئے۔" سلمیٰ نے کہا اور خیمہ کے اندر چلی گئی۔ فوراً ہی حبیب کی آواز آئی: "سرور اندر چلے آؤ۔"

سرور جھجکتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ مسلمانوں کے خیموں کی طرح اس خیمہ میں بھی کسی قسم کی آرائش کا سامان نہ تھا۔ قناتوں پر یا تو ہتھیار لٹک رہے تھے یا مشکیزے اور جو اور کھجوروں کے تھیلے۔ فرش سیاہ کمبل کا تھا۔ حبیب چوب کے سہارے سے بیٹھے تھے۔ ان سے کچھ فاصلہ پر دوسری طرف حور وش سلمیٰ بیٹھی تھی۔ سرور نے نہایت ادب سے حبیب کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیکر کہا: "سرور بیٹھو" سرور سر جھکا کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ حبیب نے کہا: "مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم سفارت پر بھیجے گئے تھے:"

سرور۔ جی ہاں، میں ابن عباس اور جعفر کے ساتھ گیا تھا۔

حبیب۔ اسی لئے میں نے کہلا دیا تھا کہ تم جب آؤ تو میرے پاس چلے آؤ کیونکہ مجھے وہاں کے واقعات معلوم کرنے کا بڑا شوق پیدا ہو گیا تھا۔

سرور۔ میں بھی خبر پاتے ہی چلا آیا۔

حبیب۔ تم نے اندازہ کیا۔ کس قدر لشکر ہے عیسائیوں کا؟

سرور۔ عیسائی لشکر کی تعداد تو جاسوسوں کے ذریعہ سے پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔ ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ میں نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو جہاں تک بھی نظر گئی عیسائیوں کا سیلاب نظر آیا۔

حبیب۔ جرجیر کو دیکھا تھا۔

سرور۔ اسی سے گفتگو ہوئی تھی۔

حبیب۔ کس عمر کا آدمی ہے۔

سرور۔ چالیس پینتالیس سال کی عمر ہوگی۔ قوی الجثہ اور تندرست آدمی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبیب۔ کیا گفتگو ہوئی؟"

سرور نے تمام گفتگو جو ہوئی تھی سُنادی۔ حبیب نے کہا: "میں خوب جانتا تھا کہ جرجیر ہرگز ہماری شرطوں میں سے کوئی شرط نہ مانے گا۔ جبکہ اس کے پاس سوا لاکھ لشکر ہے۔ وہ کیسے مان جاتا۔ سُنا ہے اس کے ساتھ اس کی لڑکی بھی آئی ہے۔

لڑکی کا ذکر سُنتے ہی حور وش سلمیٰ نے سرور کی طرف دیکھا۔ سرور نے جواب دیا۔

جی ہاں۔ اس کی لڑکی بھی اس کے ساتھ ہے؛

حبیب۔ بڑی بہادر بتائی جاتی ہے۔

سرور۔ مگر اس کے چہرہ اور جسم سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔

حبیب۔ کیا نحیف الجثہ ہے وہ؟

سرور۔ کچھ ایسی نحیف الجثہ بھی نہیں ہے۔ میں نے تو اس کے بدن میں لوچ دیکھا ہے۔

حبیب۔ شاید وہ حسین زیادہ ہے۔

سرور۔ بیشک بڑی خوبصورت ہے۔

سلمیٰ کے چہرے پر رشک کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔

حبیب نے دریافت کیا: کیا وہ بھی دربار میں موجود تھی؟

سرور نے جواب دیا: جی ہاں۔ وہ اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھی تھی ایک تو ہے ہی وہ حسین۔ دوسرے ریشمین چست لباس پہنے تھی۔ اور سارے لباس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ جو جھلملا رہے تھے۔ زیورات بھی جواہرات کے تھے ان کی ضو سے اس کی صورت اور بھی جگمگا رہی تھی۔

حبیب۔ عیسائیوں میں پردہ نہیں ہے۔ ارسانوس نے مجھے بتایا تھا کہ ہزاروں بہادر عیسائی تو محض شاہزادی کی وجہ سے لڑنے آئے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ ایسا ہی میں نے بھی سنا ہے۔

حبیب۔ شاید کل جرجیر میدان میں آ جائے۔

سرور۔ اس نے کہا تو کچھ ہے نہیں مگر میرا خیال بھی یہی ہے۔

کچھ دیر اور گفتگو کر کے سرور چلے آئے چونکہ احتمال تھا کہ کہیں عیسائی شبخون نہ ماریں اس لیے ہر دستہ فوج میں سے کچھ لوگ گشت و نگرانی پر مامور تھے۔ اگرچہ سراپردہ لشکر کے عین وسط میں تھا۔ مگر سپہ سالار کے حکم بموجب سرور نے بھی گشت شروع کر دیا تھا۔ صرف سو سواروں کو ساتھ لیکر وہ سراپردہ کے گرد گھوم رہے تھے۔

طریقہ یہ تھا کہ سراپردہ سے ذرا فاصلہ پر پہرہ والے پھرتے رہتے تھے مگر مل کر نہیں متفرق ہو کر۔ سرور گشت کرتے ہوئے جب ایک مرتبہ حبیب کے خیمہ کے سامنے پہنچے تو انھوں نے کسی کو وہاں پھرتے ہوئے دیکھا۔

چاند نکلا ہوا چمک رہا تھا۔ چاندنی چٹک رہی تھی۔ رات کا قدرتی سکوت ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ اگرچہ ابھی زیادہ رات نہ گئی تھی۔ لیکن سراپردہ کی عورتیں اور بچے آرام کرنے لگے تھے۔ اس لیے خاموشی کا تسلط ہو گیا تھا۔

سرور اس سایہ کی طرف تیزی سے جھپٹے جو انھیں نظر آیا تھا۔ ان کے بڑھتے ہی سایہ پیچھے ہٹنے لگا۔ یہ بڑھے کچھ دور چل کر سایہ کھڑا ہو گیا اور جب سرور اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ سلمیٰ کھڑی ہے۔ سرور نے کہا: "تم ہو سلمیٰ!"

چاند کی روشنی میں سلمیٰ کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن ہو رہا تھا۔ اس نے لمبی لمبی انگلیاں اٹھائیں۔ اور انگشت شہادت اپنے ہونٹوں پر رکھ کر آہستگی سے کہا۔ آہستہ بولیے۔

سرور اس حور وش کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کہا: "تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ بھی شب ماہ کی سیر کا لطف اُٹھا رہی تھی۔

سرور۔ تمہیں چاندنی رات بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

سلمیٰ۔ جی ہاں کہیئے۔ شاہزادی کو آپ نے دیکھا ہے۔

سرور۔ ہاں دیکھا ہے۔

سلمیٰ۔ بہت زیادہ خوبصورت ہے وہ۔

سرور۔ بیشک خوبصورت ہے۔

سلمیٰ۔ اسے دیکھنے ہی کے لئے آپ وہاں گئے ہوں گے۔

سرور۔ مجھے اس کے دیکھنے کا اشتیاق نہ تھا۔

سلمیٰ۔ مگر دیکھنے کے بعد.....

سرور نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ دوبارہ دیکھنے کی آرزو پیدا نہ ہوئی۔

سلمیٰ مگر وہ حسین ہے۔ بیحد حسین۔

سرور۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن میری نگاہوں میں تم اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اگر وہ ماہ افریقہ ہے تو تم نیر عرب ہو۔

سلمیٰ نے مسکرا کر سرور کو دیکھا۔ سرور نے کہا "کیا تمہیں یقین نہیں آیا میری بات کا؟"

سلمیٰ نے شوخی کے لہجہ میں کہا "اگر تم کہو تو میں یقین کر لوں"۔

سرور۔ میرے کہنے سے نہ کرو۔

سلمیٰ۔ بس ناخوش ہو گئے آپ۔

سرور۔ مجھے ناخوش ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سلمیٰ۔ مجھ سے غلطی ہوئی سرور معاف کرو۔

سرور یہ فقرہ سُن کر نہایت خوش ہوئے۔ انھوں نے کہا "سلمیٰ! میں تم سے کسی حالت میں بھی ناخوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ۔ چاندنی کا لطف اٹھا رہی تھی۔

سرور۔ یہ بات نہیں ہے۔

سلمیٰ۔ اور کیا بات ہے۔

سرور۔ تم معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ میرے دل پہ شاہزادی کے حُسن کا کوئی اثر تو نہیں ہوا ہے۔

سلمیٰ۔ آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ شاہزادی نہایت ہی حسین ہے

سرور۔ اگر تم سچ پوچھو تو میں نے اسے اچھی طرح دیکھا بھی نہیں ہے۔

سلمیٰ۔ تو آپ اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔

سرور۔ نہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

سلمیٰ۔ تو یہ آپ نے کس پر احسان کیا ہے؟

سرور۔ اس کا فیصلہ تو تم ہی خوب کر سکتی ہو۔

سلمیٰ نے ہنستے ہوئے کہا " میں تو آپ کو بہت سیدھا سمجھتی تھی۔"

سرور۔ معاف کرنا تم نے ہی مجھے ایسا بنا دیا ہے۔

سلمیٰ ذرا اور ۔ ۔ ۔ کوشش کرو بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ یہ کہتے ہی وہ ہنستی ہوئی چلی۔ سرور نے کہا " ذرا ٹھہرو سلمیٰ "

سلمیٰ رک گئی۔ بولی۔ کہئے کیا کہنا ہے؟"

سرور۔ اس روز والد بزرگوار نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا تھا۔

سلمیٰ۔ بالکل بھی نہیں۔

سرور۔ خدا کا شکر ہے (سوچ کر) مگر وہ تمہیں کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔

سلمیٰ۔ کیوں؟

سرور۔ تم جیسی نازنین کو کیسے کوئی کچھ کہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ نے شوخی سے ہنستے ہوئے کہا: "اچھا اب زیادہ بڑھ چلے ہیں آپ!" اور "السلام علیکم" کہا اور تیزی سے چلدی۔ سرور کھڑے دیکھتے ہی رہ گئے۔

تیسواں باب

خونریز جنگ

جس روز سفیر واپس آئے اس کے دوسرے ہی دن جبکہ مسلمان صبح کی نماز پڑھکر فارغ ہوئے تھے کہ عیسائی لشکر میں نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ نقاروں کی مہیب صداؤں کی گونج نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ عیسائی میدانِ جنگ میں آنیوالے ہیں۔ عبداللہ نے فوراً سواروں کو دوڑا کر تمام سرداروں کے پاس حکم بھیجدیا۔ کہ اپنی اپنی فوجوں کیساتھ میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں۔

جس سردار کو اطلاع ہوتی گئی اپنی فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیکر خود بھی تیار ہونے لگا۔

جب آفتاب طلوع ہوا تو عیسائی لشکر میدان میں آ آ کر ادھر ادھر پھیلنے لگا۔ اور ان کی ہر فوج میں باجے بجنے لگے۔

تھوڑی دیر میں غازیانِ اسلام کے دستے بھی میدان میں جا جا کر عیسائیوں کے سامنے صف بستہ ہونے لگے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں سارا لشکر میدان میں پہنچ گیا۔ عبداللہ نے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ میمنہ پر ابن عمر میسرہ پر ابن عباس ساقہ پر حضرت حسن میسرہ کے بازو پر حضرت حسین میمنہ کے بازو پر ابن جعفر کو متعین کیا۔ قلب میں وہ خود ٹھہرے۔ سرور کو حکم دیا کہ وہ سرایردہ کی نگرانی اور حفاظت بھی کرتے رہیں اور جس طرف مسلمانوں پر شدید یورش دیکھیں ان کی مدد کریں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرجیر نے تمام لشکر سے مسلمانوں پر حملہ کرنا اپنی سبکی خیال کیا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان تیس ہزار کے قریب ہیں۔ اس لئے اس نے صرف ساٹھ ہزار عیسائیوں کو میدان جنگ میں لا کھڑا کیا اور انھیں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اس لشکر کے ساتھ چیدہ چیدہ جنگجو سردار تھے۔ مارقوس سپہ سالار تھا اور وہ خود بھی تھا۔

اپنے بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی عیسائی لشکر سیلاب کی طرح بڑھنا شروع ہوا ہزاروں بیرقیں اور سیکڑوں عَلم ہوا میں لہراتے ہوئے بڑھے۔

عبداللہ نے جلدی سے گھوڑا بڑھا کر صفوں کے سامنے گشت لگایا اور مجاہدین اسلام کو مخاطب کر کے کہا: "شیرانِ اسلام! دُشمن اپنے لشکر کی کثرت کے زعم میں طوفانی موجوں کی طرح بڑھا آ رہا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ اور مسلمان خاموش چٹانوں کی طرح ایسے طوفان کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ نصاریٰ کی کثرت کا مطلق خیال نہ کرو۔ وہ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے بزدل ایسے انسان ہیں جن سے خدا اس وجہ سے ناخوش ہو گیا ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا ہے۔ مذہب کو ہنسی اور کھیل بنا لیا ہے۔

بہادران اسلام!! تم خدا کے پرستار ہو۔ عیش و عشرت سے متنفر ہو جفاکش ہو۔ خدا کے لئے مرتے اور خدا کے لئے جیتے ہو۔ خدا تم سے خوش ہے وہ تمہارا حامی و مددگار ہے اس نے ہمیشہ تمہاری مدد کی ہے۔ انشاءاللہ اب بھی مدد کرے گا۔

اے مجاہدین اسلام!! جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حوریں شہیدوں کے استقبال کے لئے دروازوں پر آ کھڑی ہوئی ہیں۔ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اپنی جبلی شجاعت سے جنت الفردوس میں داخل ہونے کا استحقاق پیدا کرو۔

اے اسلام کے مایہ ناز فرزندو! جوہر شجاعت دکھانے کا وقت آ گیا ہے شمشیر آبدار کے ہاتھ دکھاؤ۔ قوت بازو کو صرف کرو۔ بیدھڑک دشمنوں پر جا ٹوٹو۔ دشمنوں پہ یہ ثابت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دو کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ اور اس کا مقابلہ کرتا کوہ بے ستون کو کاٹ کر جوئے شیر کالانا ہے۔

اس مختصر تقریر کو سُن کر مسلمانوں کے دلوں میں جوش و ولولہ کا طوفان اُمنڈ آیا ہے۔

مجاہدین کا چہرہ جوشِ شجاعت سے چمک اٹھا۔

اس عرصہ میں عیسائی لشکر اسلامی لشکر کے قریب آ گیا تھا عیسائی تلواریں سُونتے گھوڑوں پر سوار جوش شجاعت سے جھومتے چلے آ رہے تھے۔ چونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی اس لئے ان کی صفیں میلوں لمبی تھیں۔

مسلمان بھی ان کے برابر ہی برابر پھیل گئے تھے۔ جب عیسائی بہت ہی قریب آ گئے تب عبداللہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ تب مسلمان اپنی اپنی جگہ پر سنبھل گئے اور غیظ و غضب بھری نگاہوں سے عیسائیوں کو دیکھنے لگے۔

عیسائی بڑے جوش و خروش سے اس طرح بڑھے چلے آ رہے تھے جیسے وہ آتے ہی مسلمانوں کو قتل کر ڈالیں گے۔

اب عبداللہ نے دوسرا نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں نے فوراً ہی بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں سنبھالیں۔

چونکہ عیسائی برابر بڑھے چلے آ رہے تھے۔ اس لئے مسلمانوں سے صرف چند ہی قدم کے فاصلہ پر رہ گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر عبداللہ نے تیسرا نعرہ لگایا۔ اس مقدس نعرہ کی تکرار تمام لشکر نے کی اور اُن کے نعرہ کی تکرار سے سارا میدان گونج اُٹھا۔

نعرہ لگاتے ہی مسلمان شیروں کی طرح جھپٹے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ اور کچھ اس زور قوت سے حملہ آور ہوئے کہ عیسائی جو بڑے جوش و خروش کے ساتھ بڑھتے آ رہے تھے گھبرا کر ٹھٹھک گئے اور ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے مسلمانوں نے جلدی جلدی وار کر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کی پہلی صف میں سیکڑوں نہیں ہزاروں بہادروں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔
لیکن عیسائی بھی جلد ہی سنبھل گئے اور انھوں نے بھی جوش و طیش میں آکر مسلمانوں پر نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔

جب شیرانِ اسلام نے اپنے کچھ بھائیوں کو شہید ہوتے دیکھا تو ان کے جوش و غضب کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے اس تیزی اور دلیری سے بڑھ کر حملے شروع کیے کہ عیسائی گھبرا گئے ہر مسلمان بپھرا ہوا شیر بن گیا اور عیسائیوں کو اس طرح قتل کرنے لگا جیسے وہ بے جان پتلے ہوں مسلمانوں نے عیسائیوں کی پہلی صف تمام و کمال قتل کر کے بچھا دی۔ اور دوسری صف میں بھی سیکڑوں عیسائیوں کو مار کر اس میں رخنے ڈال دیئے۔ اور اس طرح بہت سے مسلمان تیسری صف میں جا لوٹے۔

اسطرح جنگ کی آگ بھڑک کر دور تک جا پہنچی اور اس کے شعلے انسانوں کو جلانے لگے۔ چونکہ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اس لئے سفید آبدار تلواریں ہر طرف بلند ہو رہی تھیں کچھ تلواریں جو انسانوں کو کاٹ چکی تھیں۔ خون آلودہ تھیں۔

جب عیسائیوں نے دیکھا کہ مسلمان جوش و خروش سے انھیں قتل کر رہے ہیں اور ان کی تلواروں سے بچنا مشکل ہے۔ تو وہ بھی جانیں دینے اور جانیں لینے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ بھی پُر غضب ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور اس دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ مسلمانوں کی صفوں کو توڑنے لگے۔ پھر فریقین ایک دوسرے پر نہایت شدت سے حملہ کرنے لگے۔ تلواریں اپنا جوہر دکھانے لگیں۔ سر اولوں کی طرح گرنے لگے۔ اور کٹے ہوئے درختوں کی طرح دھڑوں پر دھڑ گرتے گئے۔

جوں جوں آفتاب اونچا ہوتا جاتا تھا۔ جنگ کی آگ تیزی سے بھڑکتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت ہوا تو لڑائی عین شباب پر پہنچ گئی تھی۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کی بہت سی صفیں ٹوٹ چکی تھیں اور عیسائی مسلمانوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس کر جنگ کر رہے تھے۔ اور متخاصمین کچھ ایسے لڑائی میں مصروف تھے کہ نہ ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ نہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ تنہا ہیں۔ یا ان کے اور ساتھی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ سب اپنے اپنے حال میں گرفتار تھے اور اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

لڑنے والوں پر کچھ ایسی محویت طاری تھی کہ وہ یہ بھی نہ دیکھتے تھے کہ دشمنوں پر حملے کر رہے ہیں یا دوستوں پر گویا دوست و دشمن کی پہچان ہی باقی نہ رہی تھی۔

حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں ایک ہاتھ میں ڈھال اور ایک میں تلوار لئے کچھ ایسے جوش میں آ آ کر لڑ رہے تھے کہ عیسائی ہرچند انھیں بڑھنے سے روکنا چاہتے تھے مگر وہ نہ رکتے تھے۔ انھوں نے صفوں پر صفیں الٹ دیں تھیں کشتوں کے پشتے ڈال دیئے تھے۔ وہ ایک دو آدمیوں پر حملہ ہی نہ کرتے تھے بلکہ گروہوں یا صفوں پر ٹوٹتے تھے۔ اور جب تک اس گروہ یا صف کا خاتمہ نہ کر ڈالتے تھے دم نہ لیتے تھے۔

دونوں ہاشمی نوجوان شیروں کی طرح ڈکارتے اور دشمنوں کو چیرتے پھاڑتے پھر رہے تھے۔ جس طرف نکل جاتے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گرا دیتے تھے۔ جن لوگوں پر حملہ کرتے تھے انھیں بے سر ہی کر کے چھوڑتے تھے۔

چونکہ وہ نوعمر تھے اس لئے عیسائی انھیں ناتجربہ کار سمجھ کر ان پر حملہ کرتے تھے مگر جب ان کے حملے کو روک کر اپنے وار کرتے اور انہیں تیغوں کی باڑھوں پر رکھ لیتے تھے تو عیسائی گھبرا کر ادھر ادھر دبنے لگتے تھے لیکن وہ آل ابو طالب انھیں بچنے ہی نہ دیتے تھے اور جھپٹ جھپٹ کر جلد جلد حملہ کر کر کے انھیں ٹھکانے لگا دیتے تھے۔

عیسائی غصہ میں بھر بھر کر حملے کرتے تھے۔ پیچ و تاب کھا کھا کر تلواریں مارتے تھے۔ مگر اب تک بھی ان شیروں میں سے کسی کا بھی کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ اور تو اور ان کے مبارک جسموں میں سے کسی کے تن اطہر پر تلوار کا ایک خط تک نہ آیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ان شیروں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے جس طرف نکل جاتے تھے . . . . دشمنوں کی لاشیں بچھاتے چلے جاتے تھے۔

آخر لڑتے لڑتے رن ڈھل گیا . . . . چونکہ ابھی تک تمام لشکر مصروف جنگ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے عبداللہ نے پچاس آدمیوں کو اذان دینے کا حکم دیا۔

جب آدمیوں نے ملکر اذان دی اور جب مسلمانوں نے سنی تو ان کا جوش اور بھی بڑھ گیا۔ اور وہ بھی تندہی سے جنگ کرنے لگے۔

جبکہ ہنگامہ دار وگیر بلند تھا عبداللہ تقریباً نصف لشکر لئے پیچھے ہٹے اور نماز کی تیاری کرنے لگے۔ انھوں نے بلند آواز سے کہا "مسلمانو! نماز ایسا فریضہ ہے جس کی معافی ہوش وحواس کی حالت میں بالکل نہیں ہے۔ باری تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر لڑائی کا خوف ہو تو پیدل یا سواری پر نماز ادا کرو۔ اے اسلام کے شیدائیو! نماز ہرگز نہ چھوڑنا۔ انسان نماز میں خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ مسلمان وہی ہے جو نماز پڑھتا رہے۔"

انھوں نے فرضوں کی نیت باندھی جب ایک رکعت پڑھ چکے تو وہ لشکر جو نماز پڑھ رہا تھا۔ سلام پھیر کر جلدی سے گھوڑوں پر سوار ہوا اور میدانِ جنگ میں پہنچکر "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" پکارنے لگا۔

اس آواز کو سنتے ہی وہ مسلمان جو لڑ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور جو لوگ نماز پڑھ کر آئے وہ آگے آگے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

اس طرح وہ آدھا لشکر جو اب تک لڑ رہا تھا پیچھے ہٹ آیا۔ اور جلدی سے دوسری رکعت میں شریک ہوگیا۔

چونکہ سفر اور جنگ میں نماز قصر ہو جاتی ہے یعنی چار فرض کے صرف دو فرض ہی رہ جاتے ہیں۔ اس لئے دوسری رکعت پڑھ کر یہ لوگ جلدی سے اُٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پھر میدان جنگ میں جا پہنچے۔ اور پھر خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ اور چار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھڑی دن رہے تک نہایت جوش و خروش سے لڑائی ہوتی رہی۔ آخر جرجیر نے اس وقت اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اور عیسائی پیچھے ہٹنے لگے۔

عبداللہ نے بھی اپنے لشکر کو لوٹنے کا اشارہ کیا۔ اور مسلمان بھی لوٹنے لگے۔

اس طرح عصر کے وقت جنگ بند ہو گئی اور بغیر فتح و شکست کا فیصلہ ہوئے دونوں فریق اپنے اپنے کیمپ میں چلے گئے۔

کچھ دیر کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں کے گروہ زخمیوں اور مردوں کو اُٹھانے کے لئے میدان جنگ میں پہونچے۔ پہلے زخمیوں کو اُٹھایا اور پھر مردوں کو معلوم ہوا کہ چھ ہزار عیسائی زخمی ہوئے ہیں۔ اور بیس ہزار مارے گئے ہیں۔ مسلمان دو سو زخمی تھے اور ایک سو تریسٹھ شہید ہوئے تھے۔

فریقین نے مردوں کو دفن کرنے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کا انتظام شروع کر دیا۔

اکتیسواں باب

عجیب لالچ

مسلمانوں کا خیال تھا کہ عیسائی دوسرے روز بھی لڑائی کیلئے میدان جنگ میں نکلیں گے کیونکہ ابھی صرف بیس ہزار مارے گئے تھے۔ اور ایک لاکھ موجود تھے۔ لیکن عیسائی اس روز صف آرا نہیں ہوئے۔ مسلمانوں نے بھی اپنی طرف سے پیش دستی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ عبداللہ بن سعد نے اعلان کر دیا کہ جب تک عیسائی میدان میں نہ نکلیں مسلمانوں کو بھی نہ نکلنا چاہیئے۔ البتہ ہوشیار اور مستعد ہر وقت رہنا چاہیئے تاکہ عیسائی ان کی غفلت سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں اور کسی وقت اچانک حملہ کر کے انھیں نقصان نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہونچا ہیں۔

چنانچہ مسلمان ہوشیار اور مستعد ہو گئے۔ اور وہ ہر قسم کی احتیاط کرنے لگے۔

ادھر عیسائیوں کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا تھا۔ چونکہ آدھا عیسائی لشکر شریک جنگ ہوا تھا۔ اس لیے جو فوجیں لڑائی میں شریک نہ ہوئی تھیں ان کے سوا شریک جنگ ہونے والے فوجیوں سے مسلمانوں کی جنگ کے دل ہلا دینے والے واقعات سُن سُن کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔

خود مارقوس سپہ سالار اور جرجیر کے دلوں پر مسلمانوں کی قوت اور دلیری کا سکہ جم گیا تھا۔ اور ایک ہی روز میں بیس ہزار سپاہیوں کے مارے جانے اور چھ ہزار کے زخمی ہو جانے سے انھیں بڑی تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ انھیں اندیشہ ہو گیا تھا کہ اگر یہی جنگ اور جنگ میں کشتوں کی نوبت رہی تو مسلمان عیسائیوں کا خاتمہ کر ڈالیں گے۔

چنانچہ جرجیر نے دوسرے روز میدانِ جنگ میں نکلنے کی جرأت نہ کی۔ بلکہ اپنے لشکر میں اعلان کرا دیا کہ چونکہ گذشتہ روز کی لڑائی کی وجہ سے سپاہی تھک گئے تھے اس لئے دو چار روز آرام کریں۔

اس اعلان کرنے سے اس کا یہ منشاء تھا کہ لشکر والوں کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ اس پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی ہے۔

اس نے شام کے وقت مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ تمام چھوٹے بڑے افسروں، پادریوں مارقوس اور تھیوڈوس کو طلب کیا۔ جب وہ سب آ گئے تو اس نے کہا: مسیحی جانبازو! گذشتہ روز جو جنگ ہوئی ہے۔ اس میں عیسائیوں کو جس قدر نقصان پہنچا ہے تمہیں۔ سب کو معلوم ہے۔ میرا خیال تھا کہ ہمارا آدھا لشکر ہی مسلمانوں کیلئے کافی ہو گا۔ لیکن ہمارے سپاہیوں کی کم ہمتی نے کل کا معرکہ سر نہ کرنے دیا۔ آج ہم نے اسی لئے میدان میں نکلنا مناسب نہ کہ اگر آج بھی ہمارے سپاہیوں کی بزدلی سے کل ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسا واقعہ ہوا تو کہیں ہمارے لشکر کی ہمت پست نہ ہو جائے۔

جرجیر نے سانس لیا۔ لوگ نہایت اطمینان اور خاموشی سے اس کی گفتگو سُن رہے تھے

مارقوس نے کہا: اعلیٰ حضرت کو یاد ہوگا کہ میں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ سارے لشکر سے حملہ کیا جائے۔

جرجیر۔ ہاں مابدولت کو یاد ہے۔

مارقوس۔ اگر سارا لشکر مسلمانوں پر ایک دم ٹوٹ پڑتا تو کل ہی مسلمانوں کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔

جرجیر۔ ہم یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جتنے دور میں مسلمان لڑ رہے تھے وہاں کس قدر موت کی گرم بازاری ہو رہی تھی۔ کس طرح سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ میں نے مسلمانوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک لاکھ تو کیا دو لاکھ کے بھی قابو میں آنے والے نہیں۔

مارقوس۔ حضور والا کا یہ خیال اس وجہ سے ہو گیا ہے کہ ہمارے سپاہی اس بہادری کے ساتھ نہیں لڑ سکے جس کی توقع تھی۔

جرجیر۔ یہی بات تھی۔

مارقوس۔ میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔

جرجیر۔ کیا؟

مارقوس۔ اگر مسلمانوں کا بڑا سردار جوان کے لشکر کا سپہ سالار ہے اور جسے وہ امیر کے لقب سے موسوم کرتے ہیں کسی طرح مارا جائے تو مسلمان شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔ اور اس طرح بگڑی ہوئی بات بن جائے گی۔

تھیوڈوس۔ آپ نے وہ بات کہی جو میں کہنے والا تھا۔

جرجیر۔ لیکن کیا تم اس بات کو معمولی سمجھتے ہو؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس۔ معمولی نہیں بلکہ نہایت اہم ہے۔ مگر کوئی ایسا لالچ دیا جائے جس سے ہر سپاہی اور ہر افسر اسے قتل کرنے کے لئے جان تک لڑا دے۔

جرجیر۔ میں مسلمانوں کے سردار کو قتل کرنے والے کو قلعہ جم بطور جاگیر کے دیدوں گا جم کا قلعہ شہر سبیطلہ سے دو منزل آگے پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ اس کے گرد ونواح کا علاقہ نہایت سرسبز اور زرخیز تھا۔

تھیوڈوس نے کہا۔ نقدی یا جاگیر کا لالچ ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ہر سپاہی اور سردار اپنی جان لڑا دے۔

جرجیر۔ پھر اور ایسی کیا چیز ہے جسے انعام کے طور پر دیا جا سکے۔

تھیوڈوس۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے زبان کھولتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے۔

جرجیر۔ خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت ملک وقوم کی عزت کا سوال ہے بے خوفی سے کہو۔

تھیوڈوس۔ دراصل یہ جنگ محض ملک پر نہیں ہے بلکہ مذہبی لڑائی ہے عیسائیت اور اسلام کا سوال ہے مجھے مصر اور شام کے واقعات و حالات معلوم ہیں۔ وہاں جب سے مسلمانوں کا تسلط ہوا ہے۔ عیسائیت مٹتی جارہی ہے اسلام ترقی کر رہا ہے بیوقوف اور بزدل عیسائی مسلمان ہوتے جارہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہی کیفیت چند روز رہی تو ان دونوں ممالک میں ایک بھی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ مجھے یہ بھی خوف ہے کہ اگر حضرت مسیح نہ کریں۔ بد بخت وحشی مسلمانوں نے افریقہ کو بھی فتح کر لیا تو یہاں سے بھی عیسائیت رخصت ہو جائے گی۔

جرجیر۔ یہی خوف مجھے بھی ہے۔

تھیوڈوس۔ اس وقت عیسائیوں کو اپنی عزیز ترین چیزیں قربان کر دینی چاہئیں ملک، دولت۔ اولاد اور جانیں کسی چیز سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ دراصل یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عیسائیوں کے امتحان کا وقت ہے خدا اور خداوند اس عیسائی کو جنت میں داخل کریں گے جو اپنے پیارے مذہب کو بچانے کے لیئے سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاوے.....

تھیوڈوس کو جوش آگیا۔ اور اس نے تقریر کرنی شروع کر دی تھی۔ جرجیر اور تمام حاضرین نہایت خاموشی اور بڑی توجہ سے اس کی تقریر سن رہے تھے۔

اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: کون عیسائی نہیں جانتا کہ خداوند (حضرت عیسیٰ) خدا کا بیٹا ہے۔ (نعوذ باللہ) وہ جو کہہ دیتے تھے وہی ہو جاتا تھا۔ لیکن خدا نے ان کا امتحان لیا۔ اور بے رحم اور ظالم وسفاک یہودیوں نے خداوند کو کانٹوں کا تاج پہنا کر صلیب پر چڑھا دیا ہے۔

عیسائیوں کا یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں یا عیسائیوں نے کانٹوں کا تاج پہنا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور پھانسی دیدی۔ وہ دنیا جہاں کے عیسائیوں کے گناہوں کے کفارہ میں پھانسی دیئے گئے ہیں۔

عیسائیوں میں بھی اس قدر فرقے ہیں کہ شمار نہیں کیئے جا سکتے۔ لیکن دو فرقے قابلِ ذکر ہیں۔ ایک پروٹسٹنٹ اور دوسرا کیتھولک۔ ان دونوں فرقوں کے مذہبی اعتقادات میں بُعدالمشرقین ہے۔

عیسائی فرقوں میں کبھی اتفاق و اتحاد نہیں ہے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو فنا کرنے کی فکر میں دن رات مصروف رہتا ہے۔ لیکن جب کسی دوسرے مذہب والوں سے اور خصوصاً مسلمانوں سے کوئی معاملہ آپڑتا ہے تو عیسائیوں کے تمام فرقے ایک ہو جاتے ہیں۔

تھیوڈوس نے پھر کہنا شروع کیا۔ جبکہ خدا نے اپنے بیٹے کا بھی امتحان لیا تو اب ان کے بعد کون ایسا ہے۔ جس کا امتحان نہ لیا جا سکے۔ یہ ابتلا اور امتحان کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت ہے اس لئے ہم عیسائیوں کو اپنی ہر چیز قربان کر دینی چاہیئے۔"

جرجیر۔ آپ نے بالکل درست فرمایا۔ ہر عیسائی کو اپنی عزیز سے عزیز چیز بھی قربان کر ڈالنی چاہیئے۔ میرے خیال میں تم عیسائی اس کے لئے تیار ہو گے۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں۔ "ہم تیار ہیں۔"

تھیوڈوس۔ مجھے عیسائیوں سے یہی توقع ہے۔

جرجیر۔ لیکن ذکر تھا اس انعام کا جس کے خیال سے ہر عیسائی لڑائی میں جان لڑا دے۔

تھیوڈوس۔ میں اسی کو بیان کرنے والا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں۔

جرجیر۔ میں ناخوش نہ ہوں گا۔ وہ میرے خاندان ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتی ہو۔

تھیوڈوس۔ اعلیٰ حضرت روشن ضمیر ہیں آپ نے وہ بات معلوم کر لی ہے جو میں عرض کرنے والا ہوں۔

جرجیر۔ آپ بلا کسی جھجھک کے کہیں۔

تھیوڈوس۔ عالی مرتبت شہنشاہ! آپ اعلان کر دیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا آپ اس کے ساتھ شاہزادی ہیلن کی شادی کر دیں گے۔

جرجیر۔ یہ بات سن کر ششدر رہ گیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ اور عیسائی بادشاہ اس قدر مغرور تھے کہ سوائے شاہوں کے اور آدمیوں کو حقیر اور کمتر سمجھا کرتے تھے

تھیوڈوس جرجیر کو خاموش اور شش و پنچ میں دیکھ کر سمجھ گیا کہ جرجیر کو یہ بات منظور نہیں ہے۔ اس نے اس کی طبیعت کو گرمانے کے لئے کہا۔ "یہ مشورہ میں نے بغیر سوچے سمجھے نہیں دیا ہے۔ ایک تو حضور کا یہ ایثار حضور کو ساری دنیا میں دیندار مشہور کر دے گا۔ دوسرے ہر پیادہ۔ ہر سوار۔ ہر افسر اور ہر سردار جی توڑ کر لڑے گا مسلمانوں کی صفیں چشم زدن میں الٹ جائیں گی۔ کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور عیسائی انھیں یقیناً ہزیمت دیدیں گے۔

جرجیر۔ آپ یہ سب کچھ درست فرما رہے ہیں، لیکن میری حمیت اور خاندانی شرافت مجھے ہچکچا رہی ہے۔ اس کے علاوہ شاہزادی کی منظوری بھی حاصل کرنی ضروری ہے۔

تھیوڈوس مطلق نہ ہچکچائیے۔ یہ ثواب کا کام ہے۔ دل مضبوط کر کے اعلان کر دیجیے۔ اول تو یہ کہنا ہی مشکل ہے کہ جب مسلمان کثرت سے مارے جائیں گے تو ان کا سردار میدان جنگ میں جما رہیگا۔ ممکن ہے وہ بھاگ جائے یا کسی ذریعہ سے یہ خبر سُنکر کہ ہر عیسائی اس کے سر کا خواہاں ہے وہ گوشہ نشین ہو جائے ایسی صورت میں بھی مسلمانوں کی شکست یقینی ہے۔ رہا شاہزادی کی منظوری کا سوال اسے میں حاصل کروں گا۔

جرجیر۔ بیشک یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کا سردار ڈر کر ہی بھاگ جائے اور اس کے بھاگتے ہی مسلمان بھی بھاگ کھڑے ہوں۔

تھیوڈوس۔ جی ہاں یہ بہت اغلب ہے۔

جرجیر نے جوش میں آکر کہا: اچھا تو میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائیگا۔ میں اس کے ساتھ اپنی پری جمال بیٹی شاہزادی ہیلن کی شادی کر دونگا اس بات کا مطلق خیال نہ کروں گا کہ وہ کوئی معمولی سپاہی ہے۔ یا اعلیٰ افسر۔[1]

یہ بات سُنکر وہ تمام لوگ خوش ہو گئے جو وہاں موجود تھے خصوصاً تھیوڈوس کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کہا: قوم کو آج اعلیٰ حضرت کی دینداری کا ثبوت مل گیا۔ اب فتح یقیناً عیسائیوں کی ہے۔"

---

[1] از تاریخ اسلام جلد اوّل صفحہ ۹۶ مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس نے کہا: "آج تک یہ اپنا کو کسی بادشاہ نے نہیں کیا ہے۔ جو سُننے گا عزت و حرمت سے حضور انور کا نام لے گا:"

جرجیر: تم سب اس بات کو جانتے ہو کہ میری بیٹی مجھے کس قدر عزیز و محبوب ہے اور کیسے کیسے شاہزادے اس کے خواہاں ہیں۔ مگر میں نے اسے نیلام چڑھا دیا ہے اور اس کی قیمت مسلمانوں کے سردار کا سر ہے جو کاٹ لائے گا اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا۔ تمام لشکر میں اس اعلان کی منادی کرا دو؟

مارقوس نے: "بہتر ہے" کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بادشاہ بھی اپنے خیمہ کی طرف چل دیا اور جو لوگ جمع ہوتے تھے وہ بھی چلے گئے۔

بتیسواں باب

جوروش ہیلن کا تدبر

تھیوڈوس درباری خیمہ سے نکل کر جس وقت چلا تو نہایت خوش تھا۔ ایسا خوش جیسے اُس نے کوئی قلعہ فتح کر لیا ہو۔ وہ مسرت و تفکر کے دریا میں غوطے کھاتا شہزادی کے خیمہ کی طرف جا رہا تھا۔

غالباً اس کا یہ ارادہ تھا کہ جس طرح اس نے جرجیر کو سمجھا بجھا کر اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا۔ اس کے ساتھ شہزادی ہیلن کی شادی کر دی جائے۔ اسی طرح شہزادی کو بھی اس بات پر آمادہ کر کے خود اس سے بھی یہ اعلان کرا دے کہ وہ اسی کے ساتھ شادی کرے گی جو مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا۔

چنانچہ وہ شاہزادی کے خیمہ پر جب پہنچا تو تمام پہرہ والے سپاہی اس کے سامنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جُھک گئے۔ اور ایک نے جلدی سے اُٹھ کر خادمہ کو اطلاع دی کہ اسقف اعظم آئے ہیں خادمہ نے شاہزادی سے کہا۔ وہ ان کی عقیدت مند تھی۔ جلدی سے اٹھ کر ان کی پیشوائی کے لئے لپکی۔

تھیوڈوس جب خیمہ کے اندر داخل ہوا تو شاہزادی دروازے کے قریب آچکی تھی۔ وہ جلدی سے اسقفِ اعظم کے سامنے دو زانو کھڑی ہو کر اس کے جُبّہ کے لمبے دامن کو اپنے نازک ہاتھوں میں اُٹھا کر چُومنے لگی۔ تھیوڈوس نے اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلا کر اسے برکت دی۔ اور پھر آہستہ سے اس کے خوبصورت سر پر اپنا ہاتھ رکھدیا۔ شاہزادی اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اور اسقفِ اعظم کی کمر میں جو لمبی تسبیح اڑسی ہوئی تھی اس کے دانوں سے کھیلتی ہوئی بولی۔" بڑی مہربانی کی آج آپ نے۔ آپ کی تشریف آوری میرے لئے باعثِ صد ہزار افتخار ہے۔"

تھیوڈوس نے اس کے نرم و نازک مگر سُرخ و سفید رخساروں پر نظریں جما کر کہا۔ میں ایک خاص بات کہنے کے لئے آیا ہوں۔"

ہیلن نے کوچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" چلئے۔ اور فرمایئے۔ کیا ارشاد ہے۔"

تھیوڈوس ہیلن کے ساتھ چلنے لگا۔ اس وقت شاہزادی نے سفید ریشم کا ڈھیلا لباس پہن رکھا تھا جو نہایت ہی دلفریب معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ سفید لباس کے ہم رنگ ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ اس کے رخساروں اور گالوں پر سُرخی زیادہ تھی اس لئے سفیدی میں شہابی رنگ جھلک رہا تھا۔

ہیلن اور تھیوڈوس دونوں ایک ہی کوچ پر جا بیٹھے تھیوڈوس نے کہا۔ شہزادی تم اس قدر خوبصورت ہو کہ میں نے اس پیرانہ سالی کے باوجود آج تک تمہاری جیسی پیاری صورت والی رشکِ قمر لڑکی نہیں دیکھی۔"

ہیلن مسکرانے لگی۔ اس نے شوخی کی نگاہوں سے تھیوڈوس کو دیکھکر کہا۔" آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اس خیال کا شکریہ۔"

تھیوڈوس۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس قدر تم حسین ہو اور جس درجہ تمہارے بےمثال حُسن کی دنیا جہاں میں شہرت ہے اس سے زیادہ تمہاری دینداری حب الوطنی اور مذہب پرستی کا بھی شہرہ ہو جائے۔ اور میں نے اس کا انتظام بھی کر دیا ہے۔

ہیلن۔ یہ بات تو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا انتظام کیا ہے آپ نے؟

تھیوڈوس۔ میں نے وہ تدبیر کی ہے جس سے ان بدبخت مسلمانوں کو چُن چُن کر قتل کر ڈالا جائے۔ کیا آپ میری اس کام میں مدد کریں گی؟

ہیلن نے آسمانی پریوں کی طرح مسکرا کر کہا: ضرور مدد کروں گی۔

تھیوڈوس۔ مجھے یہی توقع تھی آپ سے۔ سُنئیے مسلمانوں کا قتل کر ڈالنا اور فنا کر دینے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے انھیں کسی ایسے انعام کا لالچ دینا ضروری ہے۔ جس کے حصول کے لئے وہ دل و جان سے سعی کریں۔

ہیلن۔ بالکل ٹھیک ہے۔

تھیوڈوس نے شہزادی کے سُرخ و سفید رخساروں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے اور شہنشاہ جرجیر نے ان کے لئے وہ انعام تجویز کیا ہے جس کو حاصل کرنے کیلئے ہر جانباز عیسائی اپنی جان تک لڑا دے گا۔

ہیلن۔ اور وہ کیا چیز ہے مقدس باپ۔

تھیوڈوس۔ شاہزادی! وہ چیز تم ہو۔

"میں ہوں؟" شاہزادی نے حیرت بھری نظروں سے تھیوڈوس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تھیوڈوس نے سنجیدگی سے کہا: ہاں شہزادی صاحبہ وہ تم ہی ہو۔ آج ہر عیسائی کو تم سے دیدہ یا نادیدہ محبت ہے۔ عیسائی دنیا تمہیں چاہتی ہے جس وقت عیسائیوں کو معلوم ہوگا کہ تمہیں انعام میں دینے.....!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ پہلے بات بتایئے!

تھیوڈوس۔ پوچھو۔

ہیلن۔ یہ انعام کیسے اور کسے دیا جائے گا۔

تھیوڈوس۔ معاف کرنا میں اس بات کو بیان کرنا ہی بھول گیا تھا۔ اعلیٰ حضرت شہنشاہِ معظم نے یہ طے کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے سپہ سالار اعظم کا سر کاٹ لائے گا اس کی شادی تمہارے ساتھ کیجائے گی۔

ہیلن یہ بات سن کر کچھ متفکر ہوئی۔ اس نے سر جھکا لیا۔ اور کچھ سوچنے لگی۔ تھیوڈوس اسے دیکھتا رہا۔ اُسے خیال ہوا کہ شاید شاہزادی کچھ کہے گی لیکن جب وہ دیر تک بھی نہ بولی تب تھیوڈوس ہی نے کہا: کس فکر میں پڑ گئیں شاہزادی!

اب ہیلن نے اپنا سر اٹھا کر تھیوڈوس کو دیکھتے ہوئے کہا: یہ فیصلہ حضور بادشاہ سلامت نے کیا ہے۔

تھیوڈوس۔ کیوں۔ کیا تمہیں اس رائے میں اختلاف ہے؟

ہیلن۔ اختلاف ہونا ہی چاہیئے۔

تھیوڈوس۔ کیوں!

ہیلن۔ اس لئے کہ شاہی خاندان کی لڑکی کی شادی عام عیسائیوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

تھیوڈوس۔ اس بات کو تمام عیسائی جانتے ہیں۔

ہیلن۔ پھر انھوں نے کیسے اس بے عزتی کی بات کو گوارہ کر لیا۔

تھیوڈوس۔ محض اس لئے کہ بقائے ملک و قوم کا انحصار اسی بات پہ ہے۔

ہیلن۔ لیکن مقدس باپ! یہ تو بڑے ننگ و عار کی بات ہے۔

تھیوڈوس۔ بیشک ہے۔ لیکن اپنے ملک کی خاطر۔ اپنی قوم کی خاطر اور اپنے قابل احترام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باپ کی خاطر۔ تم یہ بات قبول کرلو۔

ہیلن۔ میں ہم چشموں میں سبک سر ہو جاؤں گی۔

تھیوڈوس۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اور عزت بڑھے گی جب دنیا میں تمہاری شہرت ہوگی اور شاہزادیاں تم پر رشک کریں گی۔

ہیلن۔ لیکن شہنشاہ ہرقل اعظم نے اس بات کو کیوں گوارہ نہیں کیا۔

تھیوڈوس۔ وہ ضرور گوارہ کر لیتے۔ ان کے کوئی شاہزادی نا کتخدا نہ تھی۔

ہیلن۔ مگر شہنشاہ ایران نے بھی اس بات کو اچھا نہ سمجھا۔ حالانکہ ان کے کئی دوشیزہ لڑکیاں تھیں۔

تھیوڈوس۔ یہ سچ ہے اور چونکہ انھوں نے نسلی فخر کیا۔ اسی لئے ان کی سلطنت تباہ ہو گئی۔ اور وہ خانماں خراب ہو کر جلا وطنی کی حالت میں ہے۔

یہ اشارہ شاہ ایران یزدجرد[1] کیطرف تھا۔ جس بادشاہ نے بلا وجہ مسلمانوں سے جنگ مول لی۔ اور آخر اپنا سارا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں دیکر فرار ہو گیا اور حضرت عثمانؓ ہی کے عہد خلافت میں ۳۱ھ میں مقام آکسس پر جلا وطنی کی حالت میں مارا گیا۔

ہیلن۔ لیکن میرا دل اس ذلت کو گوارہ نہیں کرتا

تھیوڈوس۔ میری بھولی بیٹی! یہ ذلت نہیں عزت ہے۔

ہیلن۔ غالباً آپ ہی نے بادشاہ سلامت کو یہ مشورہ دیا ہوگا۔

تھیوڈوس۔ یہ سچ ہے شہزادی!! اس سے میرا اور حضور بادشاہ سلامت کا یہ منشاء

---

[1] اس بادشاہ نے جو لڑائیاں مسلمانوں سے لڑی ہیں اگر ان کا مفصل حال دیکھنا ہو تو ناول "ایران کی حسینہ" ملاحظہ فرمایئے۔ (صادق۔ صدیقی۔ سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ عیسائیوں میں ایسا سرفروشانہ جذبہ پیدا ہو جائے جس سے وہ مسلمانوں کے پرخچے اُڑا دیں۔ اور انہیں شکست دیکر بھگا دیں گے ہیلن نے تھیوڈوس کی طرف دیکھ کر کہا۔ شکست دیکر بھگا دیں گے۔

تھیوڈوس۔ ہاں مقصد یہی ہے۔ اسلامی سپہ سالار کے سر کی شرط بھی اسی وجہ سے لگائی گئی ہے اور خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کا سپہ سالار جب یہ سُنے گا کہ اس کے سر پر بازی لگائی گئی ہے اور عیسائی بھی جی توڑ کر لڑیں گے تو وہ بھاگ جائے گا۔

ہیلن کے چہرہ پر رونق آگئی ہے اس نے کہا "یہ بات میری سمجھ میں اب آئی ہے!"

تھیوڈوس، تو کیا تم اسے منظور کرتی ہو۔

ہیلن۔ جب بادشاہ سلامت اس کی منظوری دے چکے ہیں۔ پھر میری منظوری کی کیا ضرورت ہے۔

تھیوڈوس۔ اس معاملہ کا تعلق براہِ راست تم سے ہے۔ اس لئے تمہاری منظوری بھی ضروری ہے۔

ہیلن۔ کیا اس کام میں کچھ ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔

تھیوڈوس۔ بہت زیادہ ثواب ملے گا شاہزادی۔

ہیلن۔ تب مجھے منظور ہے۔

تھیوڈوس۔ خوش ہو گیا۔ اس نے کہا "اب یقیناً عیسائی جان و دل سے لڑیں گے۔ اور فتح پا کر ہی لوٹیں گے"

ہیلن۔ حضرت مسیح ایسا ہی کریں۔

تھیوڈوس۔ اب جو آئندہ جنگ ہو گی اس میں تمہیں بھی شرکت کرنی پڑیگی۔

ہیلن۔ میں بڑی خوشی سے شریک ہوں گی۔

تھیوڈوس۔ اُٹھا۔ شاہزادی نے حسب معمول دو زانوں ہو کر اس کے جبہ کو بوسہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا۔ تھیوڈوس نے اسے دعا دی اور خیمہ سے نکل کر ایک طرف روانہ ہوا۔

تینتیسواں باب

شیرانِ اسلام کا دبدبہ

تھیوڈوس اب بھی اپنے خیمہ میں نہیں گیا۔ بلکہ وہ ایک عالیشان خیمہ پر پہنچا۔ اور اندر داخل ہوا۔

اس خیمہ کے اندر رئیسانہ ساز و سامان تھے۔ اور ایک طرف کوچ پر مارقوس بیٹھا تھا۔ یہ خیمہ مارقوس ہی کا تھا۔ جیوں ہی اس نے تھیوڈوس کو دیکھا اس کی تعظیم کیلئے اٹھا اور اس کی طرف لپکا۔ اس کے پاس پہنچکر اس قدر جھکا کر سر زمین میں لگ گیا۔

اس طرح وہ سلام کر کے اُٹھا اور اسقف اعظم کے دامن کو بوسہ دیکر بولا۔ "زہے قسمت کہ ... حضور تشریف لائے۔"

تھیوڈوس نے کہا۔ "میں تمہیں دیکھنے اور تمہاری حالت کا اندازہ کرنے آیا تھا۔"

مارقوس۔ "میں بڑا ہی خوش قسمت ہوں۔ آئیے تشریف رکھیئے۔"

تھیوڈوس بڑھکر اس کوچ پر بیٹھ گیا جس پر مارقوس بیٹھا تھا اور مارقوس ایک کرسی ان کے پاس سرکا کر اس پر بیٹھ گیا۔

تھیوڈوس نے پوچھا۔ "کہیئے اب شاہزادی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

مارقوس نے کہا۔ "اس کی محبت میری رگ رگ میں بسی ہوئی ہے۔"

تھیوڈوس۔ "کیا تم اس کے خیال کو دل سے نہیں نکال سکتے۔"

مارقوس۔ "یہ اتنا ہی ناممکن ہے جتنا گوشت سے ناخن کا جُدا کرنا۔"

تھیوڈوس۔ "مگر اچھا ہوتا کہ تم اس رشک قمر کے خیال سے باز آجاتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس۔ میں اس بات کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

تھیوڈوس۔ لیکن شاہزادی کا حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔

مارقوس۔ میں جانتا ہوں۔ مگر اسے حاصل کرنے کے لئے میں اپنی جان تک دینے کے لئے تیار ہوں۔

تھیوڈوس۔ یہ سمجھ لو کہ محبت میں جانبازی ہی سے کامیابی ہوتی ہے۔

مارقوس۔ میں خوب جانتا ہوں۔ لیکن مجھے آپ کی وجہ سے بڑی تسلی ہے۔

تھیوڈوس۔ میں تمہارے کام سے غافل نہیں ہوں۔

مارقوس۔ میں جانتا تھا کہ حضور میرے لئے کوشش کر رہے ہوں گے۔

دفعتاً مارقوس کسی خیال سے خوش ہو گیا۔ اس نے دریافت کیا۔ حضور نے میرا ذکر اعلیٰ حضرت سے کیا تھا؟

تھیوڈوس۔ تمہارا ذکر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر تمہارا خیال کیا ہے؟

مارقوس۔ میرا خیال ہے کہ حضور نے ضرور جہاں پناہ سے میرا ذکر کیا ہو گا۔

تھیوڈوس۔ یہ حسن عقیدت ہے نجات ایسی ہی باتوں سے ہوتی ہے۔

مارقوس۔ مجھے جس قدر عقیدت حضور کے ذاتِ اقدس سے ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

تھیوڈوس۔ میں جانتا ہوں۔ اسی لئے میں تمہارے لئے کوشاں ہوں۔

مارقوس۔ تو حضور نے میرا ذکر شہنشاہ سے کس طرح کیا۔

تھیوڈوس۔ میں نے اعلیٰ حضرت سے تنہائی میں کہہ دیا تھا کہ شاہزادی پر سپہ سالار کا بیٹا مارقوس فریفتہ ہے۔

مارقوس۔ غالباً شہنشاہ یہ بات سن کر ناخوش ہوئے ہوں گے۔

تھیوڈوس۔ تمہارا خیال صحیح ہے۔ انھیں بڑا غصہ آیا اور جوش غضب سے ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی آنکھیں اُبل آئیں۔ مگر میں نے فوراً ہی کہا اس میں مارقوس کا کوئی قصور نہیں ہے خطا شاہزادی کے بڑھے ہوئے حسن کی ہے۔ وہ اس قدر حسین ہے کہ اسے دیکھنے والا اس کا شیدا ہو ہی جاتا ہے۔ تب بادشاہ کے قہر و غضب میں کمی ہوئی۔

مارقوس توجہ سے یہ گفتگو سُن رہا تھا۔ جب اس نے سنا کہ بادشاہ سخت برہم ہو گیا تھا تو فرطِ خوف سے اس کی روح کھنچنے لگی تھی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ اسقفِ اعظم نے بادشاہ کا غصّہ فرو کر دیا۔ تو جان میں جان آئی اور چہرہ پر کچھ تازگی دوڑ گئی۔

اس نے دریافت کیا: اس کے بعد کیا گفتگو ہوئی؟

تھیوڈوس۔ میں نے تمہاری اس قدر تعریف کی کہ شاہزادوں سے بھی بڑھا دیا۔ تمہاری بہادری کی توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے بادشاہ نہایت توجہ سے سُنتا رہا۔

مارقوس۔ بڑی مہربانی کی آپ نے۔

تھیوڈوس۔ جب میں نے سب کچھ کہکر حرفِ مطلب زبان سے نکالا تو پھر بادشاہ کو طیش آنے لگا۔ مگر میں نے جلد ہی پھر ٹھنڈا کر دیا اور کہا کہ مارقوس کا ہمسر شرافت دلیری اور اولوالعزمی میں کوئی شاہزادہ بھی نہیں ہے۔ وہ ہر طرح شاہزادی کے لئے موزوں ہے۔

مارقوس ہمہ تن توجہ بنا سُنتا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر رونق آ گئی تھی اس بات کا جواب سُننے کے لیئے وہ بے چین ہو گیا۔ جب اس سے نہ رہا گیا تو اس نے دریافت کیا۔ "پھر شہنشاہ نے کیا جواب دیا۔؟"

تھیوڈوس۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا واقعی مارقوس بہادر ہے۔

میں نے جواب دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ شہنشاہ نے کہا تب میں اس کا امتحان لونگا میں ڈرا کہ نہ معلوم بادشاہ کیا امتحان لے اس لیئے میں چپ ہو گیا۔

مارقوس نے جلدی سے کہا: آپ نے فوراً ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ میں ہر امتحان دینے کے لیئے تیار ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوڈوس نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: کیا یہ حقیقت ہے؟

مارقوس نے سینہ پہ ہاتھ مار کر کہا: بالکل حقیقت ہے۔

تھیوڈوس۔ تب میں نے غلط نہیں کہا۔

مارقوس۔ کیا کہا تھا آپ نے؟

تھیوڈوس۔ یہی کہ مارقوس ہر امتحان دینے کو تیار ہے۔

مارقوس۔ بہت اچھا کیا آپ نے۔

تھیوڈوس۔ بادشاہ نے کہا۔ میں مارقوس کو اپنی فرزندی میں لے لونگا بشرطیکہ وہ اسلامی سپہ سالار کا سر کاٹ لائے۔

یہ بات سنتے ہی مارقوس کے حوصلے پست ہو گئے۔ جوش و ولولے جو پیدا ہوئے تھے۔ وہ سرد پڑ گئے اس نے مری ہوئی آواز سے کہا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ لاؤں؟

تھیوڈوس۔ کیوں۔ کیا عشق و محبت کا دعوٰی سرد پڑ گیا؟

مارقوس۔ حضور نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اسلامی سپہ سالار کا سر کاٹ لانا آسان نہیں ہے۔

تھیوڈوس۔ امتحان معمولی اور آسان کاموں میں نہیں لیا جایا کرتا۔ ہمت نہ ہارو۔ ارادے بلند رکھو۔ خدا اور خداوند سے دعا مانگو کیا تعجب ہے کہ کامیاب ہو جاؤ۔

مارقوس۔ ناممکن ہے آپ نہیں جانتے کہ مسلمان کس مٹی سے بنے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ عام انسان لوہے کے بنے ہوتے ہیں۔ کمبخت مرنا جانتے ہی نہیں اور سردار، وہ تو بالکل فولاد کا ہوگا۔ اس کے سامنے جانا اور اسے قتل کر کے اس کا سر اتار لانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کسی شیر کے سامنے جا کر اس کی مونچھ کا بال اکھاڑ لینا۔

تھیوڈوس کچھ ناخوش ہو گیا۔ اس نے کہا اگر میں یہ جانتا کہ تم اس قدر کم ہمت ہو تو کبھی تمہارے معاملہ میں نہ پڑتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس۔ لیکن حضور یہ تو سوچیے کہ آپ تو مجھے بالکل موت کے مُنہ میں ڈھکیل رہے ہیں
تھیوڈوس۔ یہ کچھ نہیں تم پانچ ہزار۔۔ آزمودہ کار اور بہادر سواروں کو ساتھ لو اور سپہ سالار اسلام کی جمعیت پر حملہ کر کے ان صفوں کو درہم برہم کر ڈالو اور جب ہنگامہ دار وگیر بلند ہو پیچھے سے اس کا سر کاٹ لو۔

مارقوس۔ بالکل ناممکن ہے مسلمانوں کی ہزاروں آنکھیں ہوتی ہیں وہ آگے پیچھے اور ادھر ادھر یکساں دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ کام میری ہمت اور طاقت سے باہر ہے۔
تھیوڈوس۔ تب تمہیں شاہزادی کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے۔ تم نے یہ خیال کبھی نہ کیا کہ میری برکت تمہارے ساتھ ہوگی۔

مارقوس۔ آپ اسلامی سپہ سالار کو بد دعا دیکر کیوں نہیں مار ڈالتے۔
تھیوڈوس۔ یہی ہو گا۔ میں بد دعا کرونگا اور جس شخص کی طرف توجہ کرونگا وہ اس کا سر اُتار لائےگا۔ سنو مارقوس! میں نے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کر کے کہ اگر مارقوس مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ لائے تو اس کا عقد شاہزادی کے ساتھ کر دیا جائے۔ شہنشاہ سے دربار کرایا اور انھوں نے میرے کہنے سے سب کے سامنے یہ اعلان کیا کہ جو شخص سپہ سالار کا سر کاٹ لائےگا۔ اس کی شادی شہزادی کے ساتھ کر دی جائے گی۔ میرا منشاء یہ تھا کہ جب تم سپہ سالار اسلام کے پاس پہنچو گے تو میں اُسے بد دعا دونگا اور تمہاری طرف توجہ ڈال دوں گا۔ تم اُسے قتل کر ڈالو گے۔ لیکن تم اس کام پر آمادہ نہیں ہو اب میں کسی اور کو تیار کروں گا۔

یہ کہتے ہی تھیوڈوس اُٹھ کھڑا ہوا۔ مارقوس نے جلدی سے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ جب حضور کی توجہ ہوگی تو یقیناً میں بامراد ہوں گا۔"
تھیوڈوس خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "غنیمت ہے کہ تم نے وقت پر سمجھ لیا آج تیاری کرو۔ کل جنگ پھر ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس، بہتر ہے۔"
تھیوڈوس چلا گیا اور مارقوس بیٹھ کر بحرِ غم و فکر میں غوطے کھانے لگا۔

چونتیسواں باب

متفقہ فیصلہ کا احترام

مسلمانوں کو تعجب تھا کہ عیسائی اب بھی مسلمانوں سے تگنے سے زیادہ ہیں لیکن میدان جنگ میں نہیں آتے۔ یہ بات تو ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ وہ مسلمانوں سے ڈر گئے ہیں البتہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ کسی مکرو فریب کی فکر میں ہیں۔ وہ بھی ہر وقت ہوشیار رہنے لگے تھے۔

یہ بات عیسائی لشکر کو معلوم ہو گئی تھی کہ زویلہ کا حکمراں ارسانوس بھی کچھ لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے ہمراہ ہے۔ عیسائی اسے اور اس کے سپاہیوں اور افسروں کو ملک و ملت فروش کہتے ہیں۔

ارسانوس کے ساتھی کچھ زیادہ نہ تھے۔ دوسرے ان کا لباس عام افریقی عیسائیوں سے کچھ الگ ہی تھا۔ اس لئے مسلمان انھیں پہچانتے تھے۔

ایک روز سرور اپنے جائے قیام سے سالارِ اعظم حضرت عبداللہ بن سعد کے خیمہ کی طرف جا رہے تھے کہ انھیں دو عیسائی کچھ مشتبہ حالت میں کھڑے ملے۔ سرور نے عربی زبان میں ان سے دریافت کیا: "تم کون ہو؟"

وہ دونوں عیسائی عربی جانتے تھے۔ انھوں نے سرور کو کچھ خوف زدہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: "ہم زویلہ کے باشندے ہیں۔"

مگر سرور کھٹک گئے۔ انھیں اطمینان نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا: "لیکن تمہارا لباس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زویلہ والوں سے الگ ہے!"
ان دونوں عیسائیوں نے اپنے لباس پر نظر ڈالی۔ حقیقت میں ان کا لباس زویلہ والوں سے مختلف تھا اور سبیطلہ والوں سے ملتا تھا۔ ان کے چہرے زرد پڑ گئے لیکن اس پر بھی ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ "ہماری وردیاں خراب ہو گئی تھیں اور اس لئے ہم نے دو مردہ سپاہیوں کی پوشاک اُتار کر پہن لی ہے۔"
سرور نے ان کپڑوں پر غور سے نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: "مگر مقتول عیسائیوں کے لباس پر خون کے دھبے ہوتے ہیں اور تمہارے لباس پر نہیں ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"
اب عیسائیوں کے چہروں کی رنگت اور بھی فق ہو گئی۔ اور وہ سراسیمہ نظر آنے لگے۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔
سرور کو شبہ ہوا کہ وہ جاسوس ہیں۔ مگر محض شبہ کی بنا پر انھوں نے انھیں گرفتار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ انھوں نے کہا: "اچھا تم ارسانوس کے پاس چلو!"
ارسانوس کا نام سنتے ہی دونوں عیسائیوں کا خون خشک ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر سوائے تعمیل حکم کے اور چارہ ہی کیا تھا۔ دونوں سرور کے ساتھ ہو لئے اور سرور انھیں ساتھ لیکر ارسانوس کے خیمہ پر پہنچے۔
ارسانوس سرور سے خوب واقف ہو گیا تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ سرور نے دونوں عیسائیوں کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا۔
"کیا یہ عیسائی تمہارے لشکری ہیں؟"
ارسانوس نے انھیں غور سے دیکھکر جواب دیا "جی نہیں۔ کیا یہ میرے سپاہیوں میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟"
سرور۔ جی ہاں۔
ارسانوس۔ تب یہ جاسوس ہیں، یہ جھوٹ بول کر اپنی جانیں بچانا چاہتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ اچھا میں انھیں سالارِ اعظم کی خدمت میں لیئے جاتا ہوں۔
ارسانوس۔ چلئے۔ میں بھی چلوں۔

سرور اور ارسانوس دونوں عیسائیوں کو ساتھ لیکر چلے اور عبداللہ بن سعد کے خیمہ پر پہنچے۔ اس وقت وہ تنہا ہی اپنے خیمہ کے سامنے کمبل کے فرش پر بیٹھے تیروں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔

انھوں نے خندہ پیشانی سے ان لوگوں کا استقبال کیا۔ سرور نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی تم پر سلامتی ہو۔ رحمت ہو۔ اور خدا کی برکتیں نازل ہوں"۔

عبداللہ نے بھی سلام کا جواب دیا۔ سرور اور ارسانوس بیٹھ گئے عیسائی کھڑے رہ گئے۔ عبداللہ نے سرور سے مخاطب ہو کر کہا "کیسے آئے۔ یہ دونوں عیسائی کون ہیں؟"

سرور نے جواب دیا "یہ جرجیر کے جاسوس ہیں"

اس کے بعد انھوں نے وہ تمام روئداد سنادی جس طرح انھوں نے انھیں پکڑا تھا۔ اور جو انہوں نے کہا تھا۔ عبداللہ غور سے سنتے رہے سب کچھ سننے کے بعد انھوں نے کہا "عیسائیو! اقرار کرو۔ کیا تم جاسوس ہو؟"

ایک عیسائی نے کہا "ہمیں اعتراف ہے کہ ہم جاسوس ہیں لیکن اگر آپ ہماری جان بخشی کا وعدہ کریں تو آپ کو ایک ایسی بات بتائیں جو نہایت اہم ہے اور جس کا معلوم کرنا آپ کے لیئے ضروری ہے"

عبداللہ۔ اگر کوئی ایسی بات ہوگی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم دونوں کو رہا کر دوں گا لیکن اس شرط پر کہ پھر تم جاسوسی نہ کرو گے۔
جاسوس۔ یہ بات ہمیں منظور ہے۔
عبداللہ۔ اچھا بتاؤ وہ کیا بات ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاسوس۔ جرجیر نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا۔ اس کے ساتھ اپنی ناز آفرین بیٹی ہیلن کی شادی کر دے گا چونکہ شہزادی نہایت ہی خوبصورت ہے اور اس کے ساتھ شادی کرنے کی تمنا بڑے بڑے شاہزادوں کو ہے۔ اس لئے تمام عیسائیوں میں ایک عجیب جوش و جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔

ارسانوس نے کہا۔ بہت گہری چال چلی ہے جرجیر نے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس کی پری زاد بیٹی پر ہر عیسائی مفتون ہے۔ شاہزادی حاصل کرنے کے لئے ہر شخص اپنی جان لڑا دے گا۔"

عبداللہ نے مسکرا کر کہا۔ "یہ بڑی بزدلی کی بات ہے کہ شاہزادی کے ساتھ شادی کا لالچ دیکر عیسائیوں کو لڑنے مرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ خیر خدا بہتر کرے گا۔" جاسوس سے مخاطب ہو کر "چونکہ تمہاری اطلاع اہم ہے اس لئے میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ جاؤ میں نے تمہیں رہا کیا۔"

جاسوس نے بڑے ادب سے جھک کر سلام کیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ سردار اور ارسانوس بھی چل دیئے۔

اس روز عبداللہ عصر کی نماز پڑھکر واپس آئے تو ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن جعفرؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ان کے پاس آئے۔ ابن عمرؓ نے کہا۔ "یا امیر! دو جاسوس گرفتار ہو کر آج آپ کے سامنے پیش ہوئے تھے؟"

عبداللہ۔ ہاں آئے تھے اور انھوں نے ایک عجیب بات بتلائی۔

ابن عباس۔ اور وہ عجیب بات یہ ہے کہ جرجیر نے اپنی حسین و جمیل بیٹی کی بابت اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا اس کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی۔

عبداللہ۔ ہاں اس نے اپنے لشکر میں یہی اعلان کیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن جعفرؓ۔ لیکن آپ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔
عبداللہؓ۔ میں نے تو اسے بڑی مضحکہ خیز بات سمجھا ہے۔
حضرت حسنؓ۔ میں بھی اس بات کو مضحکہ خیز اور انتہائی بے حمیتی پر محمول کرتا ہوں جیسا یہ ملک عجیب ہے ایسے ہی اس ملک کے عیسائیوں کی باتیں بھی عجیب ہیں۔ مگر آپ نے اس کی گہرائی پر نظر نہیں ڈالی۔ جرجیر کے اعلان سے عیسائیوں کا جذبۂ جنگ کس قدر بڑھ گیا ہوگا۔
عبداللہؓ۔ میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ عیسائیوں کے دل بڑھانے کے لئے جرجیر نے ایسا اعلان کیا ہے۔
ابن عمرؓ۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر یہ اپنی نوعیت کا نہایت ہی نرالا اعلان ہے۔
عبداللہؓ۔ یہ سچ ہے۔ لیکن آپ صاحبان نے شاید اس بات کو بہت اہم سمجھا ہے
ابن عباسؓ۔ ہے ہی نہایت اہم بات۔
عبداللہؓ۔ بالکل خیال نہ کرو۔ خدا پر نظر رکھو۔ وہ بہتر کرے گا۔
ابن جعفرؓ۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر خدا نے ہی یہ حکم بھی دیا ہے کہ احتیاط کو اپنی چادر بناؤ۔
عبداللہؓ۔ بیشک ہمیں احتیاط ضرور کرنی چاہیئے۔
ابن عمرؓ۔ کیا احتیاط کریں گے آپ؟
عبداللہؓ۔ جس قدر احتیاط جنگ کے میدان میں ممکن ہے کی جائے گی۔
حضرت حسنؓ۔ لیکن ہم سب آپس میں یہ مشورہ کر کے آئے ہیں کہ آپ لڑائی کے وقت میدان جنگ میں نہ جائیں۔
عبداللہؓ نے حیرت بھری نظروں سے انھیں دیکھ کر کہا "یہ آپ صاحبان کا مشورہ ہے؟"
حضرت حسنؓ۔ جی ہاں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہؓ۔ لیکن یہ مشورہ تو مناسب نہیں ہے۔
ابن عباسؓ۔ کیوں مناسب نہیں ہے۔
عبداللہؓ۔ اگر میں ہاتھ پیر توڑ کر چھپا بیٹھا رہوں تو دنیا کیا کہے گی اور جہاد کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا۔

ابن عباسؓ۔ جب میدان جنگ میں آپ موجود ہیں تو جہاد کے ثواب سے محروم نہ رہیں گے۔ رہا دنیا کا خیال اس کی پرواہ نہ کیجئے۔

عبداللہؓ۔ لیکن مجھے شرم آئے گی کہ خدا مجھے لڑنے والوں سے پیچھے بیٹھا ہوا دیکھے یہ بات تو میرے اور میرے خاندان کے لئے بڑی ہی سبکی کی ہو گی۔

ابن جعفرؓ۔ مگر آپ از خود ایسا نہیں کر رہے بلکہ ہم آپ کو مجبور کر رہے ہیں۔
عبداللہؓ۔ لیکن آپ ایسا مشورہ ہی مجھے کیوں دیتے ہیں
ابن عمرؓ۔ اس لئے کہ جب عیسائیوں کو معلوم ہو گا کہ آپ میدانِ جنگ میں آئے ہی نہیں تو ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا اور وہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

عبداللہؓ کچھ سوچنے لگے۔ ابن عباسؓ نے کہا: ہم اس لئے آپ کو یہ مشورہ نہیں دے رہے کہ آپ کو شہادت کے عظیم ثواب سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ میدان جنگ میں ہوں گے تو عیسائی بڑے جوش و خروش سے لڑیں گے اور آپ کو شہید کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اندیشہ ہے اس سے مسلمانوں کو زیادہ صدمہ نہ پہنچ جائے۔ آپ میدان کارزار میں ہونگے ہی نہیں تو نہ عیسائیوں میں جذبہ جنگ رہے گا۔ نہ وہ جان توڑ کر لڑیں گے اور نہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔
عبداللہؓ۔ لیکن جب امیرالمومنین کو یہ بات معلوم ہو گی تب وہ کیا کہیں گے۔
حضرت حسنؓ۔ امیرالمومنین نے یہ حکم دیا تھا کہ کثرت رائے سے جو بات طے ہو اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر عمل کرنا۔ اور ہم سب نے اتفاق رائے سے یہ بات طے کی ہے کہ آپ میدانِ جنگ میں نہ نکلیں۔

عبداللہؓ۔ تب تو مجبوری ہے میں آپ کے متفقہ فیصلہ کا احترام کروں گا۔

ابنِ عمرؓ۔ ہم اس لیے آئے تھے۔ خیال یہ ہے کہ کل عیسائی میدان میں نکلیں گے۔

عبداللہؓ۔ یہی میرا بھی خیال ہے اب تم سب آج ہی سے تیاری شروع کر دو۔

"بہتر ہے" سب نے کہا اور اٹھ کر چلے گئے۔

پینتیسواں باب

گھمسان کی لڑائی اور غیبی امداد

یہ بات تمام عیسائی لشکر میں مشہور ہو گئی تھی کہ شہنشاہ جرجیر اپنی حور وش بیٹی شاہزادی ہیلن کی شادی اس شخص کے ساتھ کریں گے جو مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ کر لائے گا۔ ایک ادنیٰ سپاہی سے لیکر اعلیٰ افسر تک۔ کے دل میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں اور ہر شخص نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ وہ شاہزادی کو حاصل کرنے کے لئے انتہائی کوشش کرے گا۔

اس اعلان یا منادی نے عیسائیوں میں بڑا جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔ پست ہمت اور بزدل بھی حوصلہ مند اور بہادر بن گئے۔ ہر شخص نے اپنے ہتھیاروں اور زرہ بکتروں کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ اور لڑائی کے لیے ہر ممکن تیاری کر لی۔

دوسرے روز علی الصباح ہی جرجیر کے لشکر میں ہلچل شروع ہو گئی۔ لشکر ضرورت سے فراغت کر کے مسلح ہونے اور میدان جنگ میں جانے لگا۔

ہر دستہ کا ہر سردار یہ چاہتا تھا کہ سب سے آگے اس کا دستہ اور وہ خود رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تاکہ بڑھ کر مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ سکے۔

انھوں نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اپنی صفیں مرتب کرلیں میمنہ میسرہ۔ ساقہ اور قلب قائم کر لیے۔ جرجیر بھی قلب میں آ کھڑا ہوا۔ اور اس کے پاس ہی اس کی حسین وجمیل بیٹی بھی گھوڑے پر سوار ہو کر آ کھڑی ہوئی۔

اس وقت اس رشک قمر نے ہلکی گلابی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی جو فوجی قسم کی چست تھی۔ ایسی چست کہ اس کے سڈول اعضا نمایاں ہو رہے تھے۔ سینہ کا ابھار ظاہر ہو رہا تھا۔ اس کی اس وردی میں ہیرے جواہرات کی جھالریں ٹنکی ہوئی تھیں جو جھلملا رہی تھیں۔ ہاتھوں میں چاندی کی کہنیاں تھیں جو بازوؤں تک تھیں اور جن میں جواہرات نصب تھے۔ شانوں پر سونے کی زنجیریں تھیں۔ اور ان زنجیروں میں سینہ کی طرف سینہ بند اور پشت کی طرف پشت بند چاندی کے تھے۔ اور ان میں بھی جواہرات کے نقش ونگار ہو رہے تھے۔ سر کے گھونگھریالے ریشم کے باریک لچھوں سے زیادہ ملائم سیاہ بال سُرخ فیتہ میں باندھ کر اوپر سے زرنگار تاج اوڑھ لیا گیا تھا۔

وہ بھی مسلح تھی۔ اس کی پشت پر چھوٹی سی ڈھال تھی۔ ڈھال پر چاندی کا ترکش لٹک رہا تھا جس میں تیروں کی گڈیاں رکھی تھیں۔ ڈاب میں چھوٹی سی تلوار پڑی تھی۔ رکاب دار میں نیزہ لگا ہوا تھا۔ وہ شاہزادی تو تھی ہی لیکن اس وقت حوروں جیسی شان سے کھڑی تھی اس کے تجلی جمال سے قرب و جوار میں روشنی پھیل رہی تھی۔

شہنشاہ اور شاہزادی کے گرد شاہی رسالہ زرد بکتروں پر ریشمی لباس پہنے نہایت شان سے کھڑا تھا۔

مسلمان نماز پڑھتے ہی میدان جنگ میں آ آکر صف بستہ ہونے لگے۔ گذشتہ روز کی طرح آج بھی انھوں نے صف بندی کی۔ حضرت عبداللہ بن سعد اپنے خیمہ میں رہے اور انھوں نے حبیب کو علم دیکر اپنے جائے قلب میں ٹھہرنے کے لیے بھیج دیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ سپہ سالار کے قائم مقام ہو گئے۔

عیسائی لشکر میں فوجی باجے سُریلے انداز میں بجنے لگے۔ عیسائی بہادروں کے دلوں میں جوش و ولولہ کا طوفان اُمنڈ آیا۔ ہر شخص مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ لینے کے لیئے تیار ہو گیا۔

چونکہ اول روز کی لڑائی میں جرجیر دیکھ چکا تھا کہ تیس ہزار مسلمانوں نے ساٹھ ہزار عیسائیوں کا مقابلہ نہایت ...... بڑی دلیری سے کیا تھا اس لیئے آج وہ اپنا تمام لشکر لیکر میدان جنگ میں آ گیا۔ صرف پانچ ہزار سپاہی کیمپ کی حفاظت و نگرانی کے لیئے چھوڑ دیئے گئے تھے۔

شاہزادی کے ساتھ اس کی سہیلیوں اور کنیزوں کی جماعت بھی آئی تھی جو لشکرگاہ ہی میں شاہزادی کے عالیشان خیمہ کے قریب دوسرے خیموں میں ٹھہری ہوئی تھیں شہنشاہ جرجیر اپنے سواروں اور افسروں کو جوش و خروش دیکھ دیکھ کر نہایت ہی مسرور و محظوظ ہو رہا تھا۔ آج اس کے دل کو تسلی تھی۔ اور یہ اطمینان تھا کہ اس کے پُر جوش سپاہی حملہ کرتے ہی مسلمانوں کے ٹکڑے اُڑا لیں گے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ سپاہیوں کی اولوالعزمی اور جوش کی وجہ اس کا وہ اعلان تھا جو اس نے اپنی پری زاد بیٹی ہیلن کو انعام میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔

جبکہ لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو کر حملے کے لیئے بالکل تیار ہو چکا تھا اس وقت تھیوڈوسر پادریوں۔ راہبوں اور قسوں کی جمعیت لیکر لشکر کے آگے آ گیا تھا۔ بہت سے خادم ان مذہبی لوگوں کے آگے آگے آ رہے تھے جو چاندی کی چھوٹی چھوٹی انگیٹھیاں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے۔ اور انگیٹھیوں میں بخورات جل رہی تھیں ان کی تیز خوشبو سے فضا مہک اُٹھی تھی۔

یہ مذہبی جماعت لشکر کے آگے پہنچکر رُکی۔ تھیوڈوس نے اپنے دونوں ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُونچے اٹھا لیے۔ تمام پادریوں نے بھی اس کی تقلید کی اور وہ سب آہستہ آہستہ کچھ پڑھنے لگے۔ غالباً وہ مقدس انجیل کی آیتیں پڑھ رہے تھے۔ اصل انجیل کی نہیں کیونکہ وہ تو عرصہ ہوا گم ہو چکی تھی بلکہ اس انجیل کی جیسے یوحنا اور پوس نے لکھا تھا۔ کچھ دیر تک پڑھنے کے بعد انھوں نے رکوع کی شان سے اپنے سر جھکائے اور لشکر کی طرف پلٹ کر اپنے داہنے ہاتھ اٹھا اٹھا کر سپاہیوں کو برکت دی اور وہاں سے داہنی طرف ہٹ کر کیمپ کی طرف چلے گئے۔

ان کے ہٹتے ہی جرجیر نے مارقوس کو بلا کر حکم دیا کہ لشکر کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا جائے۔ چنانچہ سپہ سالار نے شاہی حکم کی تعمیل کی لشکر کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ عیسائی سواروں کی صفیں کوہ شکن موجوں کی طرح بڑھیں۔ انھیں بڑھتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے بھی بڑھنا شروع کر دیا۔

فریقین نہایت ضبط و انتظام مگر تیزی اور جوش و غضب کا طوفان دلوں میں لئے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ اور دونوں لشکروں کی پہلی صفوں والے جوانمردوں نے تلواریں سونت رکھی تھیں۔ صاف و شفاف تلواریں آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہی تھیں۔ آخر بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر ٹھہر گئے اور ٹھہرتے ہی نہایت زور اور پھرتی کے ساتھ تلواریں چلنے لگیں۔ ہر شخص بڑی جانبازی سے لڑنے لگا۔ ایک دوسرے کو فنا کر ڈالنے کے لئے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ دھڑ زمین پر گر گر کر گھوڑوں کے پاؤں سے پامال ہونے لگے خون کی چھینٹیں اڑنے لگیں۔ مار کاٹ شروع ہو گئی اور بہادر تلواروں کی رونمائی میں جان شیریں دینے لگے۔

مسلمان حسب عادت نہایت خاموش مگر پورے جوش و استقلال سے لڑنے لگے تھے۔ وہ بڑی پھرتی اور نہایت قوت سے حملے کر رہے تھے۔ لیکن آج جس بہادری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور جس جوش سے عیسائی لڑ رہے تھے مسلمانوں نے اس سے پہلے جنگ میں انھیں اس طرح لڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

تمام مسلمان حیران تھے کہ آج عیسائیوں میں ایسا جوش و جذبہ کیسے پیدا ہو گیا ہے اور کس چیز نے انھیں جوان ہمت بنا رکھا ہے۔ انھیں بالکل بھی علم نہیں تھا کہ پری زاد ہیلین حسن و جمال کے سحر آفرینی کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑی لڑنے والے جانبازوں کی شجاعت کا امتحان لے رہی ہے۔ اور اس کی موجودگی نے ہر سردار اور ہر افسر کے دل میں جانبازی کی رُوح پھونک دی ہے جس سے ہر عیسائی مرنے اور مارنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ جرجیر کے اعلان کا حال عام مسلمانوں کو معلوم نہیں ہوا تھا۔

اگرچہ مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور کمال چستی سے حملے کر کر کے عیسائیوں کو قتل و پسپا کرنا چاہتے تھے۔ مگر عیسائی جیسے مرنے کے لئے آئے ہی نہ تھے۔ آہنی تیلوں کی طرح نہایت پھرتی سے مسلمانوں کے وار روک کر خود بھی حملے کر رہے تھے اور جس طرح مسلمان عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے اسی طرح عیسائی بھی مسلمانوں کو شہید کر رہے تھے۔

چونکہ فریقین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لئے بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے اور جوں جوں دن چڑھتا جاتا تھا جنگ کی آگ بھڑکتی جاتی تھی۔ دونوں فریقوں کی پہلی صفیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اور دوسری صفیں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو رہی تھیں۔ تلواریں اس پھرتی کے ساتھ اٹھ رہی تھیں کہ جھکتی ہوئی معلوم نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ ایسا نظر آ رہا تھا جیسے تلواروں کا کھیت اُگا ہے۔

عیسائیوں کی صفیں نہایت لمبی تھیں۔ ان کا میمنہ میسرہ کے کئی میل کے فاصلہ پر تھا۔ مسلمانوں نے بھی اپنی صفیں اتنی ہی لمبائی میں پھیلا دی تھیں۔ جتنی لمبائی میں عیسائیوں کی پھیلی ہوئی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حقیقت یہ ہے کہ آج عیسائی بھی خوب داد شجاعت دے رہے تھے بڑی دلیری اور نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ دانت بھینچ بھینچ کر حملے کرتے تھے اور مسلمانوں کو قتل و لیپا کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

لیکن مسلمان بھی مضبوط چٹانوں کی طرح جمے کھڑے تھے اور اسی طرح عیسائیوں کے حملے کو روک رہے تھے جس طرح سمندر کی ساحلی چٹانیں طوفانی موجوں کو روکتی رہتی ہیں۔

چونکہ آج متخاصمین نہایت جوش و استقلال سے لڑ رہے تھے اس لئے باوجود ہولناک جنگ ہونے کے لوگ پھرتی اور تیزی سے نہ مر رہے تھے۔ بلکہ موت کی سرد بازاری تھی اور اس لئے جو دو دو صفیں صبح ہی سے مصروف جنگ ہوگئی تھیں۔ اس وقت جبکہ ایک نہائی دن چڑھ آیا تھا وہی لڑتے جا رہی تھیں۔

عیسائی چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو مارتے کاٹتے اور کچلتے ہوئے بڑھکر ان کے سپہ سالار تک پہنچ جائیں۔ اور ان کا سر کاٹنے کے لئے قسمت آزمائی کریں۔ انھیں علم نہیں تھا کہ آج اسلامی لشکر کے سپہ سالار میدان میں نکلے ہی نہیں لیکن چونکہ اسلامی علم قلب لشکر میں لہرا رہا تھا۔ اور عیسائی جانتے تھے کہ علم سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس لئے وہ جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور درمیانی صفوں کو چیر کر علم تک پہنچنے کی کوشش میں جانیں لڑا دیتے تھے۔

رفتہ رفتہ فریقین کا جوش ہیجان میں آگیا۔ اور انھوں نے بڑی قوت سے حملے کر کر کے صفوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ عیسائی مسلمانوں کی اور مسلمان عیسائیوں کی صفوں میں گھس گئے اور بڑی پھرتی سے جدال و قتال کرنے لگے۔

مسلمان اس فکر میں تھے کہ جو عیسائی ان کی صفوں میں گھس آئے ہیں انھیں ختم کر ڈالیں۔ لیکن آج عیسائی مرنے کے لئے نہ بڑھے تھے۔ بلکہ مارنے کے لئے بڑھ آئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ اس لیئے نہ قتل ہوتے تھے اور نہ پیچھے ہٹتے تھے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھ کر بڑا طیش آیا۔ انھوں نے سنبھل کر نہایت شدت سے حملہ کیا اس وقت ان کی ... پھرتی سے عیسائی کچھ گھبرا گئے۔ ان کی پیش قدمی رُک گئی اور وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے کے بجائے صرف مدافعت کرنے لگے۔

چونکہ عیسائی مسلمانوں میں زیادہ تعداد میں گھس آئے تھے۔ اس لئے ان کی کئی صفیں ٹوٹ چکی تھیں اور جس قدر صفیں ٹوٹ گئی تھیں مسلمان ان تمام صفوں میں پہنچ گئے تھے۔ اور بڑی پامردی اور جانبازی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ بڑی ہی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ سر اولوں کی طرح کٹ کٹ کر برس رہے تھے۔ دھڑوں پر دھڑ گر رہے تھے خون کے چشمے بہہ رہے تھے۔ انسانی زندگیوں کی کوئی قدر و قیمت ہی باقی نہ رہی تھی۔ بڑی بے دردی سے قتل ہو رہے تھے۔

ابن عمرؓ نہایت ہی دلیری اور بیباکی سے لڑ رہے تھے۔ جس صف پر حملہ کرتے تھے اسے الٹ دیتے تھے جس گروہ پر ٹوٹ پڑتے اس کا سھتراؤ کر ڈالتے تھے۔ انھوں نے بے شمار عیسائیوں کو قتل کر ڈالا تھا لیکن ابھی تک ان کا جوش کم نہیں ہوا تھا۔ نہ بازو سست ہوئے تھے۔ بڑی ہی پھرتی سے حملے کر کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہے تھے جس طرف سے نکل جاتے تھے لاشوں پر لاشیں گراتے چلے جاتے تھے۔ جو سامنے آجاتا تھا اُسے تہہ تیغ کر ڈالتے تھے۔ لیکن عیسائی بھی مرنے کے لئے اسلامی صفوں میں گھسے چلے آ رہے تھے اور مسلمان خصوصاً ابن عمرؓ انھیں موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔

اب دوپہر ڈھل گیا تھا۔ اور ظہر کا وقت آ چلا تھا۔ لڑائی اب بھی اسی زور شور اور جوش و خروش سے ہو رہی تھی جس طرح سے علی الصباح شروع ہوئی تھی۔

اس وقت جبکہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور مسلمان خاموشی مگر استقلال سے لڑائی میں مصروف تھے۔ اللہ اکبر کے پرشور نعرہ کی آواز آئی اس آواز کو سن کر مسلمان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور عیسائی دونوں نہایت متحیر ہوئے۔ اور نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔

چھتیسواں باب

خون آشام جدال و قتال

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی پشت کی جانب غبار بلند ہوا اور جب غبار کے بادل چھٹے تو شیرانِ اسلام گھوڑے دوڑاکر آتے نظر آئے سب سے آگے ایک خوبصورت نوجوان اسلامی علم ہاتھ میں لئے تیزی سے دوڑے آرہے تھے مسلمانوں نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ عبداللہ بن زبیر تھے۔ مسلمان سمجھ گئے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ نے ان کی مدد کے لئے عین وقت پر لشکر بھیجا ہے۔ اس لشکر کو دیکھکر تمام مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ انھوں نے اسے غیبی امداد سمجھا چنانچہ مسلمانوں نے خوش ہوکر "اللہ اکبر" کا پرشور نعرہ بلند کیا۔ عیسائی اس نعرہ کی آواز سُن کر گھبرا گئے۔ نیز جب عیسائیوں نے تازہ دم اسلامی لشکر کو آتے دیکھا تو وہ سہم گئے اور خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

چونکہ عیسائی دیکھ رہے تھے کہ مسلمان جن سے وہ مصروف جنگ تھے۔ وہی ان کے قابو میں نہ آتے تھے۔ نہ پیچھے ہٹتے تھے۔ اور اسی وقت ان کو مزید کمک پہنچ گئی تھی۔ اس لئے ان کا سارا جوش و ولولہ جاتا رہا تھا۔ اور اب انھیں موت کی بھیانک شکل نظر آنے لگی تھی۔

جب جرجیر نے نعرۂ تکبیر کی آواز سُنی تو اس نے اپنے رسالہ کے افسر سے کہا۔ ذرا دریافت تو کرو۔ مسلمانوں نے یہ نعرہ کس وجہ سے بلند کیا ہے۔ صبح سے انھوں نے کوئی نعرہ نہیں لگایا تھا۔ ضرور کوئی نئی اور خاص بات ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افسر دوڑ کر گیا اور ایک جاسوس کو بلا لایا۔ جاسوس نے بادشاہ کے پاس آتے ہی کہا "جہاں پناہ! تازہ دم مسلمانوں کا لشکر آیا ہے۔ مسلمانوں کو اس لشکر کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے اور انھوں نے خوش ہو کر اپنا قومی نعرہ بلند کیا ہے"

جرجیر نے دریافت کیا: "کس قدر لشکر آیا ہے مسلمانوں کا؟"

جاسوس: "شاید دس ہزار ہوگا۔"

جرجیر کے چہرہ پر افسردگی چھا گئی۔ وہ متفکر و متوحش ہوگیا۔ ہیلن نے اسے فکرمند دیکھ کر پوچھا "اباجان! مسلمانوں کا پہلا لشکر کس قدر تھا؟"

جرجیر نے جواب دیا "تیس ہزار"

ہیلن نے بھولے پن سے کہا "بس! پھر کیا فکر ہوا آپ کو۔ اب مسلمان چالیس ہزار ہو گئے ہیں اور عیسائی ایک لاکھ کے قریب ہیں۔ فکر بالکل نہ کیجیے۔ عیسائی مسلمانوں کو کاٹ کر ڈال دیں گے"

جرجیر نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "کاش ایسا ہی ہوتا۔ میری عزیز بیٹی! تو ان کمبخت مسلمانوں سے واقف نہیں ہے۔ پہلے میں بھی نہ جانتا تھا۔ یہ بڑے ہی جنگجو اور بہادر ہوتے ہیں۔ مرنا تو جانتے ہی نہیں۔ اگر میں پہلے سے یہ بات جانتا تو مصر و شام پر چڑھائی کا ارادہ ہی نہ کرتا۔ میں نے خود اپنے پیروں میں آپ کلہاڑی ماری ہے خود مسلمانوں کو اعلان جنگ دیا ہے اور خود ہی یہ مصیبت مول لی ہے۔ اب دیکھو انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ تو سچ کہہ رہی ہے کہ چالیس ہزار ایک لاکھ کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن مسلمان انسان نہیں ہیں۔ عیسائی ان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ کیا تو دیکھ نہیں رہی ہے کہ صبح سے وہ کس جوش و خروش اور دلیری سے لڑ رہے ہیں۔ اب انھیں مدد پہنچ گئی ہے ان کے دل بڑھ جائیں گے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جوش اور جرأت سے لڑیں گے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلی. لڑائی دیکھئے عیسائی بھی بزدل نہیں ہیں. یقین ہے ہزیمت مسلمانوں ہی کو ہوگی۔

جرجیر. خداوند تیری زبان مبارک کریں۔

اس عرصہ میں نیا اسلامی لشکر میدان کارزار کے قریب آگیا تھا. ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے دور ہی سے جنگ ہوتے دیکھ لی تھی کیونکہ تمام سوار بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں اور داہنے میں تلواریں لئے ہوئے تھے. اور حملہ کرنے کے ارادہ سے گھوڑے دوڑائے چلے آرہے تھے۔

ان نوواردوں نے آتے ہی نہایت شدت سے حملہ کر دیا. وہ عیسائی صفوں کے سامنے پھیل گئے. اور بڑے ہی جوش و خروش سے لڑنے لگے. انکی چمکتی اور مصفا تلواریں چشم زدن میں دشمنوں کے خون سے رنگین ہو کر خون کی بارش کرنے لگیں۔

انھوں نے نہایت پھرتی سے اور زور و قوت سے حملے کر کر کے عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا. ہر مجاہد اس طرح دشمنوں پر ٹوٹ کر گرا جیسے وہ خونریزی کا بڑا ہی حریص ہو. اور اسے خوف ہوا کہ کہیں عیسائیوں کا جلد خاتمہ نہ ہو جائے. اور وہ انھیں قتل کر کے اپنے حوصلے نہ نکال سکے۔

عیسائی بھی مقدور بھر جد و جہد کر رہے تھے. لیکن دفعتاً ان کی حالت میں نمایاں تبدیلی واقع ہوگئی تھی. یا تو ابھی تک بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے مسلمانوں کی صفیں توڑ کر ان میں گھس جانے تھے یا اب وار روکنے اور جانیں بچانے کی سعی کرنے لگے تھے. پھر بھی چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی. اس لئے ڈٹے ہوئے تھے اور مسلسل جدال و قتال میں مصروف تھے. لیکن مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ان کے حوصلے پست ہونے لگے ہیں. اب ان کے حملوں میں وہ گرماگرمی نہیں ہے جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلے تھی. چنانچہ مسلمانوں نے ہر محاذ پر سنبھل کر نہایت شدت سے حملہ کیا اور جلدی جلدی تلواروں پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ بڑھ بڑھ کر اور جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کر کے دشمنوں کے سر اڑانے لگے۔

ادھر تازہ وارد لشکر نے عیسائیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا اور جس مسلمان کے جو عیسائی سامنے آگیا. عام طور پر اس سے کہ وہ سپاہی تھا یا افسر قتل کر ڈالا گیا۔ عیسائی یہ کیفیت دیکھ کر اور بھی متوحش ہو گئے۔ چونکہ ہر طرف تلواریں ہی تلواریں نظر آ رہی تھیں اور سر کٹ کٹ کر گر رہے تھے اس لئے عیسائیوں کو ہر چیز میں موت کی جھلک نظر آ رہی تھی اور اس سے ان کے بہادر دلوں میں لرزہ طاری ہوتا جاتا تھا. اب نہ ان میں پہلا سا جوش باقی رہا تھا. نہ حوصلہ اور نہ استقلال اس فکر میں تھے کہ کسی طرح جنگ بند ہو جائے اور وہ جانیں بچا کر لے جا سکیں۔

لیکن ابھی تک ان کا شہنشاہ جرجیر اور اس کی پری زاد بیٹی ہیلن میدانِ جنگ میں کھڑے لڑائی دیکھ رہے تھے۔ نیز ابھی تک تمام لشکر نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔ اس لئے انھیں پیچھے ہٹنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

وہ آگے بڑھ کر اس امید و تمنا میں آئے تھے کہ مسلمانوں کی صفوں کو توڑ کر ان کے سپہ سالار کو قتل کر ڈالیں گے. اور ان میں سے کوئی ایک حسن و جمال کی ملکہ شاہزادی ہیلن سے شادی کرے گا۔ لیکن اب جبکہ انھوں نے موت کی گرم بازاری دیکھی تو پچھتانے لگے کہ کیوں ایک حسین و جمیل لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا۔

جس جوش و جذبہ سے اس وقت مسلمان جنگ کر رہے تھے اس سے پایا جاتا تھا کہ انھوں نے تمام عیسائیوں کو قتل کر ڈالنے کا عزم صمیم کر لیا ہے۔ اور وہ تہیہ کر چکے ہیں کہ ایک دُشمن کو بھی زندہ بچ کر نہ جانے دیں گے. اس لئے عیسائیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا یہ خیال کر لیتا کہ ان کی جانیں خطرہ میں ہیں کچھ بیجا بھی نہ تھا۔

اس وقت ہر مسلمان اور ہر دستہ کا سردار نہایت ہی جانفشانی اور دلیری سے لڑ رہا تھا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ سب سے زیادہ دشمنوں کو وہی قتل کرے چونکہ تمام مسلمانوں میں ایک ہی جذبہ کام کر رہا تھا۔ اس لیئے اُن کی تلواریں پھرتی سے اُٹھ اُٹھ کر دشمنوں کا صفایا کر رہی تھیں۔

ابن زبیر نے آتے ہی کچھ ایسے ہی جوش و غضب سے حملہ کیا کہ اس صف کو جس پر وہ حملہ آور ہوئے الٹ دیا۔ دسیوں عیسائیوں کو تہ تیغ کر ڈالا کئی افسروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ چونکہ ان کی فوج ادھر ادھر بکھر گئی تھی۔ اس لیئے ان کے ساتھ صرف پانچ سو سواروں کا دستہ رہ گیا تھا۔ اور یہ پانچ سو سوار بھی اسی جوش و خروش سے لڑ رہے تھے جس طرح سے خود ابن زبیر جنگ کر رہے تھے اور انھوں نے اس صف کو توڑ پھوڑ کر دوسری پر حملہ کر دیا تھا۔

عیسائی ان شیرانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کیلئے جس قدر ان کی طاقت اجازت دیتی تھی۔ جد و جہد کر رہے تھے۔ لیکن ان کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ وہ ڈھالوں پر مسلمانوں کی آہن شگاف تلواروں کو روکتے تھے۔ لیکن ان کی تلواریں انکی ڈھالیں پھاڑ کر ان کے سر و شانوں کو کاٹ جاتی تھیں اور اس طرح ان کی ڈھالیں بھی ان کی حفاظت کرنے سے قاصر تھیں۔

نہایت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی جس طرف بھی نظر جاتی تھی۔ سر اُچھلتے خون کے فوارے اُبلتے اور لاشوں پر لاشیں گرتی نظر آ رہی تھیں۔

عیسائیوں کے ہاتھ تو بہت کم چل رہے تھے اور اگر چلتے بھی تھے تو ڈھالیں اٹھا کر حفاظت کرنے کے لیئے لیکن شور بہت زیادہ کر رہے تھے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ گویا اپنی کریہہ آوازوں سے مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے شور سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ نہ صرف میدان جنگ ہی نہیں بلکہ دور دور تک آواز پہنچ رہی تھی۔

آج مسلمان کچھ ایسے مصروف جنگ رہے کہ ظہر کا وقت آیا اور گذر بھی گیا لیکن انھیں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ یا یہ ممکن ہے کہ جنگ کی مصروفیت نے وقت کا اندازہ ہی نہ کرنے دیا ہو۔

اس وقت دو تہائی دن ختم ہو چکا تھا۔ اور صرف ایک تہائی بلکہ اس سے بھی کم باقی رہ گیا تھا۔ لیکن لڑائی کا زور اس وقت سب اوقات سے زیادہ بڑھ گیا تھا جانباز نہایت جوش اور جرأت سے لڑ رہے تھے۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ آخر جب چار گھڑی دن باقی رہا تب جرجیر نے مارقوس کو طلب کر کے کہا۔ تمام دن لڑائی ہوتے ہوئے گذر گیا ہے۔ اب جنگ بند ہونا چاہیئے۔ لشکر کو واپسی کا اشارہ کرو۔"

مارقوس نے کہا "بہتر ہے جہاں پناہ" اور وہاں سے چلا گیا۔

آج اگرچہ تمام عیسائی لشکر میدان جنگ میں صف بستہ ہو گیا تھا لیکن شریک جنگ نہ ہو سکا تھا۔ صرف دو تہائی لشکر لڑ تا رہا تھا۔ کیونکہ ان تک جنگ کی چنگاریاں نہ پہنچ سکی تھیں۔ مارقوس نے سوار دوڑا کر لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ جونہی عیسائیوں نے سُنا ان کی جان میں جان آگئی اور وہ نہایت انتظام اور اہتمام سے اس طرح واپس ہوئے جس سے مسلمان یہ نہ سمجھیں کہ وہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔

مسلمان بھی سارا دن لڑتے رہنے کی وجہ سے کچھ مضمحل ہو گئے تھے۔ انھوں نے بھی ان کا تعاقب نہیں کیا۔ بلکہ ان کے پیچھے ہٹتے ہی خود بھی پیچھے ہٹنے لگے اسطرح یہ دوسرے دن کا معرکہ بھی بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو گیا۔ اور فریقین اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے کیمپوں میں پہنچ گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں کی طرف سے کئی ہزار سپاہی مُردوں اور زخمیوں کے اٹھانے کے لئے آئے۔ اور تمام میدانِ جنگ میں پھیل کر اپنے آدمیوں کو اٹھانے لگے۔

مسلمانوں نے سب سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھی۔ پہلے ظہر کی پھر عصر کی اور پھر ستو اور کھجوروں کا ناشتہ کیا اور پانچ سو سپاہی میدان کارزار میں شہیدوں اور زخمیوں کو اٹھانے کے لئے پہنچ گئے۔

آج کی جنگ میں تقریباً تیئس ہزار عیسائی مارے گئے۔ تین ہزار شدید طور پر زخمی ہوئے اور پانچ ہزار کے معمولی زخم آئے۔

گویا دونوں دنوں کی لڑائی میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے تھے اور چودہ ہزار زخمی ہو گئے تھے۔

آج مسلمان بھی تین سو تریپن شہید ہوئے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سو شدید طور پر زخمی ہوئے تھے اور ڈھائی سو کے خفیف زخم آئے تھے۔

اس طرح پر اب تک مسلمان پانچ سو بیس شہید ہو چکے تھے اور چھ سو زخمی ہو گئے تھے۔ جب یہ تعداد عبداللہ بن سعدؓ سپہ سالار کو معلوم ہوئی تو انھیں بڑا رنج و قلق ہوا اس زمانہ میں پانچ سو مسلمانوں کا شہید ہو جانا معمولی بات نہ تھی کیونکہ پانچ سو مسلمان پانچ ہزار غیر مسلموں پر بھاری تھے۔

فوراً تمام مسلمانوں نے شہیدوں کے جنازہ کی نماز پڑھ کر انھیں دفن کر دیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لئے عورتوں کو ہدایت کر دی گئی۔ انھوں نے مغرب کی نماز سے پہلے ہی سب کو مرہم پٹی کر دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جب دن چھپ گیا تب مغرب کی اذان ہوئی اور مسلمان جوق در جوق نماز پڑھنے کے لیے چل پڑے۔ کسی خدا کے بندے کو یہ خیال نہ ہوا کہ وہ تمام دن جنگ کرنے کی وجہ سے تھک گیا ہے کچھ دیر آرام کر کے نماز پڑھے حتیٰ کہ زخمیوں نے بھی وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ یہ تھا انھیں نماز کا شغف و شوق۔

سینتیسواں باب

ایک اور اعلان

جس وقت جنگ ملتوی ہو گئی تھی اور مسلمان میدانِ جنگ میں واپس لوٹ رہے تھے تو ابن زبیر اس جگہ پہنچے جہاں اسلامی علم تھا۔ غالباً وہ امیر عسکر سے ملنا چاہتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے بجائے عبداللہ بن سعد سپہ سالار اعظم کے حبیب کے ہاتھ میں علم دیکھا تو کچھ متفکر و متوحش ہو گئے۔ انھیں خیال ہوا یا تو سپہ سالار خدانخواستہ شہید ہو گئے ہیں یا بیمار ہیں۔ اور اس لیے حبیب کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔

یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آئی کہ مجاہدینِ اسلام کے سپہ سالار تندرست ہوتے ہوئے شریک جنگ نہیں ہوئے۔

ابن زبیر نے حبیب کو سلام کر کے دریافت کیا "کیا امیر عسکر کی کچھ طبیعت خراب ہے؟"

حبیب نے جواب دیا "نہیں خدا کے فضل سے وہ تندرست ہیں"

اب ابن زبیر متعجب ہوئے۔ انھوں نے کہا "تندرست ہیں؟"

"پھر میدان جنگ میں کیوں نہیں آئے؟"

حبیب۔ اس کے متعلق ایک عجیب افسانہ سنو گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن زبیر نے حیرت زدہ ہو کر کہا "عجیب افسانہ"

حبیب۔ جی ہاں۔

ابن زبیر۔ آپ نے میرا شوق اشتیاق اور بڑھا دیا ہے کچھ تھوڑا بہت تو حال سنا دیجیے"۔

حبیب۔ ہمارا خطہ یعنی سارا عربستان عشق محبت کے لئے بدنام ہے۔ لیکن افریقہ ہمارے ملک سے بھی سبقت لے گیا ہے۔

ابن زبیر نے اور بھی متعجب ہو کر کہا "آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا امیر عسکر کو کہ وہ کیوں جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ لگے عشق و محبت کی داستان سنانے"

حبیب نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ان کی عدم شرکت کی وجہ حسن و عشق ہی ہے"

ابن زبیر۔ اچھا تو مختصر طور پر وہی سنائیے۔

حبیب۔ بات یہ ہے کہ افریقہ کے شہنشاہ کی ایک بیٹی ہے جسے اس قدر حسین بتایا جاتا ہے کہ جو کوئی اسے ایک نظر دیکھ لیتا ہے۔ اس کا ہو رہتا ہے۔ غالباً تمام عیسائی اس پر فریفتہ ہیں۔ اور ہر شخص اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ نے اپنے لشکر میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا شاہزادی کی شادی اس کے ساتھ کر دی جائے گی۔

ابن زبیر نے مسکرا کر کہا " واقعی عجیب داستان ہے لیکن ساتھ ہی یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک مسلمان اور وہ بھی سالار اعظم عیسائیوں سے ڈر کر اور موت کے خوف سے گھبرا کر جہاد سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ جہاں شاہزادی کی شادی کی شرط عجیب اور غیرت و حمیت کے منافی ہے وہاں مسلمانوں کے سپہ سالار کا خیمہ میں جا بیٹھنا بھی شرم و افسوس کی بات ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبیب۔ لیکن سالار اعظم نے خود ایسا نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں کی اکثریت نے انھیں مجبور کر کے خیمہ نشین کر دیا ہے۔

ابن زبیر۔ خیر اس کے متعلق میں خود ان سے ... گفتگو کروں گا۔ لیکن اس روز وہ کچھ ایسے کاموں میں مصروف ہوئے کہ عبداللہ بن سعد سے نہ مل سکے۔ البتہ دوسرے روز صبح کی نماز پڑھکر کلام اللہ شریف کی تلاوت کے بعد وہ سالار اعظم کے خیمہ پر گئے اور سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ اس وقت وہاں ابن عمر۔ ابن عباس ابن جعفر۔ حضرت حسن اور حضرت حسین بیٹھے تھے۔

ان سب نوجوانوں نے ابن زبیر کا نہایت جوش مسرت سے استقبال کیا اور عبداللہ بن سعد بھی نہایت تپاک سے ملے۔ انھوں نے کہا، آپ عین وقت پر میدان جنگ میں پہنچے آپ کی آمد نے دشمنوں کو متوحش و متفکر کر دیا ہوگا۔

ابن زبیرؓ۔ بیشک ہمارے آنے سے ضرور عیسائیوں پر اثر ہوا ہوگا۔ میں بھی شوق شہادت اور جوش جہاد کے ہاتھوں مغلوب ہو کر دو منزلہ اور سہ منزلہ کر کے آیا ہوں۔

عبداللہؓ۔ کہیئے امیر المومنین اور یثرب کے تمام لوگ اچھی طرح تھے۔

ابن زبیرؓ۔ ہاں بفضلہ تعالیٰ اچھی طرح تھے۔ امیر المومنین نے آپکو سلام کہا ہے۔

عبداللہؓ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا انھیں خوش رکھے نہایت نیک اور پرہیزگار بزرگ ہیں۔

ابن عمرؓ۔ لیکن آپ کو تو انھوں نے روک لیا تھا۔ میں یہ سمجھا کہ ان کا ارادہ آپ کو کسی اور مہم پر روانہ کرنے کا ہے۔

ابن زبیرؓ۔ آپ نے ٹھیک سمجھا ہے۔ وہ سوڈان یا افغانستان پر لشکر بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ان کی رائے بدل گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن عمر۔ افغانستان میں وہ ایرانی پہنچ گئے ہیں۔ جو امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق خلیفہ دوئم کے عہد میں ایران سے شکست کھا کر فرار ہوئے تھے۔ وہ افغانیوں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کر رہے ہیں۔

ابن زبیر۔ جی ہاں خلیفہ سوئم کو اندیشہ ہے کہ کسی وقت وہ اسلامی مقبوضات پر حملہ نہ کریں۔ اس لیئے وہ چاہتے تھے کہ افغانستان پر لشکر کشی کر کے اس خدشہ ہی کو مٹا دیں۔

حضرت حسن۔ لیکن شاید افریقہ کی مہم نے ان کے ارادہ کی تکمیل نہیں ہونے دی۔

ابن زبیر۔ یہی بات ہے جب اس طرف سے انھیں کوئی خبر نہ ملی تو فکر مند ہو گئے اور جو لشکر افغانستان پر روانہ کرنے کے لیئے جمع کیا تھا اُسے اس طرف روانہ کر دیا ہے

عبداللہ۔ لیکن کاش وہ اس لشکر کو افغانستان ہی بھیج دیتے۔

ابن زبیر۔ ضرور بھیج دیتے اگر آپ یہاں کے حالات سے انھیں مطلع کرتے رہتے۔

عبداللہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں اس فکر میں رہا کہ جب تمام افریقہ فتح ہو جائیگا تب فتح کی خوشخبری کیساتھ مال غنیمت اور قیدی دربار خلافت میں روانہ کرونگا۔

چونکہ اس زمانے میں رسل ورسائل کے وسائل نہایت محدود تھے سفر گھوڑوں اُونٹوں اور خچروں پر کیا جاتا تھا۔ اس لیئے ایک شہر کی خبر دوسرے شہر والوں کو مدت میں ملتی تھی اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں تو عرصہ دراز کے بعد ہی کسی بات کی اطلاع ہوا کرتی تھی۔

ابن زبیرؓ نے کہا: اگر آپ زویلہ اور طرابلس کی فتح کی خبر روانہ کر دیتے تو انھیں تشویش نہ رہتی۔

عبداللہؓ۔ بلاشبہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ لیکن اس میں بھی کوئی مصلحت خداوندی ہی ہوگی۔ آپ کا اس طرف آجانا اچھا ہی ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن زبیرؓ۔ یقیناً خدا کی مصلحت اس لشکر کو اس طرف لائی ہے لیکن یہ تو کہئے آپ جہاد کو چھوڑ کر خیمہ میں کیوں آ بیٹھے تھے۔

عبداللہ۔ امیرالمومنین کے حکم کا احترام کرنے کے لئے۔

ابن زبیرؓ۔ کیا خلیفۃ المسلمین نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ اس وقت جبکہ مسلمان جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود رہے ہوں خلوت گزیں ہو جائیں۔

عبداللہؓ۔ نہیں ان کا فرمان یہ نہ تھا۔ لیکن یہ حکم ضرور تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت جس بات کو کہے وہ کروں۔ آپ نے شاید سُنا نہیں کہ مسلمانوں نے کیوں مجھے خیمہ میں بیٹھے رہنے کے لیے مجبور کیا۔

ابن زبیر۔ سُنا ہے۔ غالباً بادشاہ نے جو اپنی بیٹی کی شادی کے متعلق شرط کی ہے۔ آپ اس کا ذکر کر رہے ہیں۔

عبداللہؓ۔ ہاں۔

ابن زبیرؓ۔ مجھے افسوس ہے کہ عیسائیوں نے جو چال چلی اس کا جواب نہ دیا جا سکا

ابن عباسؓ۔ بھائی ابن زبیرؓ۔ تم کل اس وقت آئے۔ جب فریقین کے دم خم سارا دن لڑنے کی وجہ سے ختم ہو چکے تھے۔ اگر ذرا سویرے آجاتے تو معلوم ہوتا کہ عیسائی ایک شاہزادی کے حصول کے لیے کس جوش و ولولے کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

ابن زبیرؓ۔ ضرور لڑے ہونگے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہزادی نہایت حسین ہے۔

عبداللہؓ۔ یہی میں نے بھی سُنا ہے۔ نہایت خوش رو ہے

ابن زبیرؓ۔ مگر آپ نے وہ تدبیر کیوں نہ کی جس سے خود بادشاہ کو میدان جنگ میں کھڑا رہنا دشوار ہو جاتا۔ اور خود ہی شاہی خیمہ میں جا بیٹھتا۔

سب ابن زبیرؓ کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ ابن عمرؓ نے دریافت کیا "وہ تدبیر کیا تھی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن زبیرؓ۔ جس طرح بادشاہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ شہزادی کی شادی اس شخص سے کر دی جائے گی جو مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ کر لائے گا اسی طرح آپ یہ اعلان کر دیتے کہ شاہزادی اس مجاہد کو بطور کنیز کے دیجائے گی جو شاہ افریقہ کا سر کاٹ لے گا آپ کے اس اعلان کو سُن کر بادشاہ ٹھہرا جاتا۔

ابن زبیرؓ سے یہ بات سُن کر تمام مسلمانوں کے دل و دماغ ماؤف ہو گئے اس بات کا سب ہی کو افسوس ہوا کہ یہ معمولی سی بات پہلے سے کیوں ان کی سمجھ میں نہ آئی۔

حسنؓ نے کہا! واللہ خوب بات نکالی آپ نے۔ بیشک ہمیں یہی اعلان کرنا چاہیئے تھا

عبداللہؓ۔ حقیقت میں یہ بڑی غلطی ہوئی۔

ابن زبیرؓ۔ اب بھی کیا بگڑا ہے۔ آپ منادی کرا دیں کہ جو مسلمان بادشاہ کو قتل کر ڈالے گا۔ اسے شاہزادی کنیز کے طور پر دیدی جائے گی اور ایک لاکھ دینار انعام میں ملیں گے۔

حضرت حسینؓ۔ نہایت مناسب بات ہے ضرور اس بات کی منادی کرا دینی چاہیئے۔

ابن جعفرؓ۔ آج عیسائی میدان جنگ میں نہیں آئے ہیں۔ غالباً وہ یا تو آج آرام کرنا چاہتے ہیں یا کسی اور فریب کی کاروائی کی فکر میں ہیں۔ غرض کوئی وجہ ہے وہ آج لڑائی کو ملتوی رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اسی وقت بھائی ابن زبیرؓ کے قول کے بموجب لشکر میں منادی کرا دیں۔

عبداللہؓ۔ میں بھی اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں۔

چنانچہ اسی وقت اسلامی لشکر میں منادی کرا دی گئی کہ جو مسلمان شہنشاہ جرجیر کو قتل کر ڈالے گا شاہزادی ایلین اس کے حوالے کر دی جائے گی۔ اور ایک لاکھ دینار انعام میں دیئے جائیں گے۔ جونہی مسلمانوں نے اس منادی کو سُنا اس بات کی داد دی کہ بادشاہ افریقہ کے اعلان کا جواب نہایت معقول طریقہ پر دیا گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں میں بھی شہزادی کے حسن و جمال کی شہرت ہو گئی تھی خصوصاً اس وقت سے زیادہ شہرہ ہو گیا تھا جب اس کے باپ نے اسے انعام میں دینے کا اعلان کر دیا تھا اور مسلمانوں کو اس کی خبر ہو گئی تھی۔

چونکہ اس روز عیسائی میدان میں نہیں آئے اس لیے مسلمان بھی نہیں نکلے اور وہ اپنے ہتھیاروں اور لباس کی درستی میں مصروف ہو گئے۔

اٹھتیسواں باب

نازونیاز

رات کو عشا کی نماز پڑھ کر سرور زخمیوں کی مزاج پرسی اور تیمار داری کیلئے چلے۔ زخمیوں کیلئے سراپردہ کے قریب خیمے نصب کر دیئے گئے تھے جب ان خیموں میں عورتیں زخمیوں کی پٹیاں بدلنے یا انہیں کچھ کھلانے پلانے کیلئے آتی تھیں تو مرد وہاں سے ہٹ جاتے تھے اور جب وہ چلی جاتی تھیں تب مرد پہنچ جاتے تھے۔

عورتیں پردہ کا اہتمام کر کے آتی تھیں۔ اپنے جسموں میں اس طرح سے چادریں لپیٹ لیتی تھیں کہ سوائے آنکھوں اور ہتھیلیوں کے اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ زخمیوں کے پاس ان کے آنے کے تین اوقات تھے۔ ایک صبح کی نماز پڑھتے ہی دوسرے دوپہر کو اور تیسرے رات کے وقت۔ صبح کے وقت پٹیاں بدلتی تھیں زخم دھو کر صاف کرتی تھیں۔ دوپہر اور رات کو کھانا کھلاتی تھیں۔

اکثر لوگ ایسے بھی زخمی تھے جن کے پاس غلام تھے۔ ان کی تیمار داری ان کے غلام کر رہے تھے۔ اور وہ اپنے ہی خیموں میں مقیم تھے۔

جب سرور سراپردہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے بہت سے بچوں کو فرزند کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ قرآن شریف کی تلاوت کرتے سُنا۔

معصوم بچوں کی خوش آئند آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ نغمۂ سرور میں وہ دلکشی نہیں ہو سکتی جو ان کی قراءت میں تھی۔ انھوں نے اپنی رفتار دھیمی کر دی۔ اور غور و محویت کے عالم میں، خدائے واحد قدوس کا کلام سُننے لگے۔

چاندنی رات تھی آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا۔ ٹھنڈی اور دلفریب روشنی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی تھی۔ کرۂ ارض پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی جسطرف نظر جاتی تھی نور کی بارش ہوتی معلوم ہوتی تھی۔ ہوا کے خفیف اور خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ جو سرور کی عبا کے لمبے لمبے دامنوں اور ڈھیلی ڈھالی آستینوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔

سرور کلام اللہ شریف سنتے چلے جا رہے تھے۔ جب وہ سراپردہ سے آگے بڑھ گئے اور فاصلہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی آوازیں کم کم آنے لگیں تب ان پر کیف کی جو حالت طاری تھی۔ اس میں کمی آگئی۔ اور ان کی رفتار نسبتاً تیز ہو گئی لیکن ابھی وہ زیادہ دُور نہ گئے تھے کہ سامنے سے ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی آتی نظر آئی چونکہ وہ سراپردہ میں جانا چاہتی تھی اور راستہ اسی طرف سے تھا جسطرف سے یہ جا رہے تھے۔ اس لئے وہ انھیں کی طرف آ رہی تھی۔

سرور نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ سامنے ذرا فاصلہ پر زخمیوں کے خیمے تھے۔ جو چاندنی کے پرتو سے سفید سفید چمک رہے تھے۔ اور خیموں تک میدان صاف پڑا تھا۔ کوئی آ جا نہ رہا تھا۔

سرور نے آنے والی عورت کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ وہیں سے کترا کر اسطرح چلنے لگے جس سے عورت ان سے فاصلہ سے گزر جائے۔

چونکہ عورت قریب آ گئی تھی۔ اس لئے سرور ذرا تیزی سے چلے تاکہ وہ بے تکلف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گذر جائے بلکہ انھوں نے اسکی طرف سے پشت کر لی اور قدرے آہستہ آہستہ چلنے لگے۔
مگر فوراً ہی انھیں اپنے پیچھے ہلکے قدموں کی چاپ معلوم ہوئی انھیں تعجب ہوا لیکن
... انھوں نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور وہ برابر چلتے رہے۔ خیال یہ ہوا کہ شاید عورت سے
ان کا فاصلہ کم ہو رہا ہے۔ اور اس کے پیروں کی ہلکی آواز آ رہی ہے۔
لیکن ابھی وہ چند ہی قدم چلنے پائے تھے کہ کسی نے تحکمانہ لہجہ میں کہا: اسطرح چھپکر
آپ کہاں جا رہے ہیں؟
یہ آواز نہ صرف کان آشنا تھی بلکہ دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی۔ اس شیریں لہجہ
میں کیف تھا جو اکثر انھیں بیخود کر دیا کرتا تھا انھوں نے فوراً پلٹ کر دیکھا تو سامنے زک
قمر سلمیٰ کھڑی ہے۔
اسوقت اس نے چادر اپنے جسم سے اُتار کر ہاتھ پر ڈال لی تھی سرور اس پیکر حسن
وجمال کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ انھوں نے کہا: اچھا یہ تم تھیں سلمیٰ:
یہ کہتے ہی ان کی نگاہیں سلمیٰ کے نرم و نازک گلابی رخساروں پر جم کر رہ گئیں
آنیوالی عورت عرب کی حسین و جمیل دوشیزہ سلمیٰ تھی اس کی صورت چاند کی
ٹھنڈی نورانی کرنوں سے جگمگا رہی تھی۔ گلابی چہرہ کی رنگت شاداب پھولوں کیطرح
دمک رہی تھی۔ سرمگیں بڑی بڑی آنکھیں بجلیاں برسا رہی تھیں۔ مگر اس کی گوری
اور چوڑی پیشانی پر شکن تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ عربیہ جو کچھ کبیدہ خاطر ہے
اُس نے کہا: شکر ہے آپ نے پہچانا تو سہی۔
سرور نے اس قدر نرم لہجہ میں جو عاجزی کی شان لئے ہوئے تھا کہا: میں آپ کو
پہچانتا کیسے۔ آپ تو چادر میں لپٹی ہوئی تھیں۔
سلمیٰ: مگر میں نے تو سنا ہے کہ جاننے والے لوگ رفتار سے پہچان لیا کرتے ہیں۔
سرور: یہ درست ہے مگر سلمیٰ! میں نے یہ خیال کیا کہ کوئی خاتون آ رہی ہے چونکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیر عورت کیطرف دیکھنا گناہ ہے۔ اس لیے۔۔۔ سلمیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ بس رہنے دیجیئے۔ اس بات کو میں خوب جانتی ہوں"

سرور کی نگاہیں اب تک اس کے رُخِ روشن پر جمی ہوئی تھیں۔ انھوں نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا "آپ کیا جانتی ہیں"

سلمیٰ۔ اب کہلوانا ہی چاہتے ہیں آپ"

سرور۔ ضرور کہیئے۔

سلمیٰ۔ شاہزادی بے نقاب بھرے دربار میں بیٹھی تھی کیا اسکو نہیں دیکھا؟

سرور۔ہاں اور لوگوں کے ساتھ اس پر بھی نظر پڑ گئی۔ مگر ایک نظر دیکھنے کے بعد قسم لیلو جو دوبارہ دیکھا ہو

سلمیٰ۔ خیر ہو گا۔ یہ کہیئے آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔

سرور جہاں سے تم آرہی ہو۔

سلمیٰ۔ اچھا آپ سیدھی طرح جواب بھی نہیں دیتے نہ دیجیئے۔

یہ کہتے ہی اس نے عجیب دلفریب انداز سے اپنے تن ناز کو جھٹکا دیا اور گھوم کر سراپردہ کی طرف چلی۔ سرور سمجھ گئے کہ وہ حور وش ان سے خفا ہو گئی ہے۔ ان کی جان نکل گئی انھوں نے عاجزی سے کہا "ذرا ٹھہرو سلمیٰ۔ خفا ہو کر نہ جاؤ۔ تم نہیں جانتی ہو کہ تمہاری خفگی میرے لیئے کس قدر سوہان روح ہوتی ہے"

سلمیٰ کا پتھر دل پسیجا۔ وہ ٹھٹکی۔ سرور کی طرف پلٹی اور بولی "جب آپ سیدھی طرح بات ہی نہیں کرتے تو پھر مجھے روکنے اور ٹھہرانے سے کیا حاصل"

سرور نے اس کے پاس جا کر کہا "غلطی مجھ سے ہی ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے مزاج کو جانتے ہوئے بھی تمہیں خفا کر دیتا ہوں۔ آیندہ گفتگو کرتے وقت احتیاط رکھا کروں گا سلمیٰ۔

سرور کے اس طرز گفتگو نے سلمیٰ کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ اس نے کہا "نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کی غلطی نہیں ہے قصور میرا ہے۔ میرے حُسنِ اخلاق کی سب تعریف کرتے ہیں بات بھی یہی ہے کہ میں سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آتی ہوں۔ مگر مجھے شرم وندامت سے اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ کے ساتھ کچھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ انشاءاللہ آئندہ ایسا موقع نہ آنے دوں گی۔"

سرور۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ کو اس بات کا احساس ہوا۔

سلمیٰ زیر مسکرا کر کہا "آپ ایسا ہی سمجھیں۔"

اس کے مسکرانے سے سرور کو جرأت ہوئی انھوں نے کہا "میں جانتا ہوں تم کیوں مجھ سے برہم ہو جایا کرتی ہو۔"

سلمیٰ نے ہوشربا نگاہیں ان کی نگاہوں میں ڈال کر دریافت کیا "کیا جانتے ہیں آپ۔؟"

سرور نے جواب دیا "تم جانتی ہو کہ میں نے تم سے پیمانِ وفا کیا ہے میں اپنے عہد کو نہیں توڑ سکتا۔"

سلمیٰ نے شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "مگر منع کس نے کیا ہے۔ آپ کو پیمانِ وفا کا مطلق خیال نہ کیجئے۔"

سرور۔ یہ شیوۂ مردانگی نہیں۔

سلمیٰ بیساختہ ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کے ہموار دانتوں کی ہموار موتیوں جیسی سفید لڑیاں نظر آنے لگیں۔ اور اس کے چہرے پر نور کی لہریں دوڑنے لگیں۔

سرور نے دیکھا ان پر بےخودی سی طاری ہو گئی۔

شوخ سلمیٰ نے کہا "مجھے آج معلوم ہوا کہ آپ کو مردانگی کا دعویٰ بھی ہے۔"

سرور اس بتِ طناز کے روشن چہرہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا یہ دعویٰ تو میں نے نہیں کیا۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں اور یہ تعلّی نہیں ہے کہ بہادر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہادر دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہوں چاہے کوئی کیسا ہی گراں ڈیل ہو آج تک کبھی کسی کا رعب میرے دل پر نہیں چھایا مگر جب تمہارے سامنے آتا ہوں تو دل دھڑکنے لگتا ہے۔ سیدھی طرح بات تک نہیں ہو سکتی۔"

سلمیٰ مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "یا بات کرنی نہیں آتی۔"

سرور۔ اگر تم میرے ساتھ ہوتیں اور جس بیباکی سے میں نے افریقہ کے شہنشاہ جرجیم سے گفتگو کی ہے۔ سنتیں تو جانتیں کہ میں بادشاہوں کے سامنے بھی باتیں کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔ مگر تمہارے سامنے گھبرا جاتا ہوں۔

سلمیٰ نے نگاہِ ناز سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں گھبرا جاتے ہو؟"

سرور۔ تم ملکہ حسن ہو۔ رعب حسن کچھ نہیں کہنے دیتا۔

سلمیٰ شرما گئی۔ اس نے شرمیلی نظروں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب تو خوب باتیں بنانا آ گئی ہیں آپ کو نا۔"

سرور۔ اگر باتیں بنانی آ جاتیں تو تم خفا نہ ہوا کرتیں۔ سلمیٰ بگڑا نہ کرو ورنہ......

سلمیٰ نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ "ورنہ آپ کسی وقت مجھ سے اس کا انتقام لیں گے۔"

چونکہ سلمیٰ عربی لڑکی تھی۔ دوشیزہ تھی اس لیے وہ شرم و حجاب کے باعث صاف صاف یہ نہ کہہ سکی کہ جب عقد ان کا ہو جائے گا تب وہ کسر نکالیں گے اس لیے اس نے ذرا لپیٹ سے یہ بات کہی۔ مگر سرور نے سمجھ لیا۔ انھوں نے کہا۔ "ناممکن ہے کہ میں کسی وقت بھی تم سے انتقام لینے کا خیال بھی کر سکوں۔"

سلمیٰ۔ نہیں کان کھول کر سن لیجئے۔ آپ مجھ پر کسی وقت بھی حکومت نہیں کر سکتے۔

سرور۔ یہ بالکل سچ ہے۔ حسن ناز کرنے اور عشق ناز اٹھانے کے لئے ہی خلق ہوئے ہیں۔ سلمیٰ پھر شرما گئی۔ اس نے کہا۔ "اچھا اب آپ شاعر بھی ہو گئے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور۔ شاعری تو مجھے آتی ہی نہیں۔ سپاہی تلوار اٹھانا جانتا ہے شاعری کرنا نہیں۔
سلمیٰ۔

سلمیٰ۔ گویا آپ مجھ سے اپنی سپہ گری اور بہادری کی تعریف کرانا چاہتے ہیں۔

سرور۔ بالکل نہیں۔ بہادر تعریف سے مستغنی ہوتے ہیں۔ سلمیٰ مسکرانے لگی۔ اس نے کہا: بہادر صاحب! میں نے سنا ہے کہ افریقہ کے بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ جو عیسائی مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائے گا اس کے ساتھ وہ اپنی لڑکی کی شادی کر دے گا۔

سرور۔ ہاں اس نے یہی اعلان کیا ہے۔

سلمیٰ۔ کیا یہ بات اس کی حمیت و غیرت کے خلاف نہیں ہے۔ کیا یہ اعلان کر کے اس نے اپنی بیٹی کو نیلام پر نہیں چڑھا دیا ہے۔

سرور۔ بلاشک یہ صحیح ہے مگر عیسائیوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں وہ معیوب نہیں سمجھتے۔ ہر ملک کے وہر رسمے۔ ان کے ملک اور ان کی معاشرت میں یہ بات کچھ قابل اہانت نہیں ہے۔

سلمیٰ۔ مگر ایک خوددار انسان کس طرح اس بات کو گوارہ کر سکتا ہے۔

سرور۔ میں نے کہا نا کہ جب وہ اس بات کو معیوب ہی نہیں سمجھتے تو گوارہ اور ناگوارہ کا سوال ہی کیا ہے۔

سلمیٰ۔ لیکن اس بات سے میں نے یہ بخوبی سمجھ لیا کہ شاہزادی بہت زیادہ خوبصورت ہے اور اس کے حسن کی شہرت ساری عیسائی دنیا میں ہے۔

سرور۔ وہ خوبصورت بلاشک ہے مگر تم جیسی حسین نہیں ہے۔

سلمیٰ نے دلکش نگاہوں سے سرور کو دیکھتے ہوئے کہا: پھر آپ نے ایسی گفتگو کی ہے۔

سرور۔ سچ بات تو فوراً کہہ دینی چاہیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمٰی بےساختہ ہنس پڑی۔ اس نے شوخی کے لہجہ میں کہا "کس قدر شریر ہو گئے ہیں آپ"۔

سردار اس کے رُخ تاباں کو دیکھتے جا رہے تھے۔ انھوں نے کہا "ابھی آپ نہیں مانتی ہیں لیکن اگر موقع آگیا تو میں اسے تمہارے سامنے لا کر دکھاؤں گا کہ تم اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو"۔

سلمٰی۔ تو بس میں آپ کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی۔ ابا میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اچھا سلام۔

سلمٰی نے یہ کہا اور وہاں سے کھسک کر تیزی سے سراپردہ کی طرف چل پڑی دیر تک سردار کھڑے اس سیم تن کو دیکھتے رہے۔ جب وہ دُور نکل گئی تب وہ بھی زخمیوں کے خیمہ کی طرف چل پڑے۔

اُنتالیسواں باب

ہولناک خواب

جرجیر کو معلوم ہو گیا تھا کہ دو روز کی لڑائی میں تقریباً پچاس ہزار عیسائی مارے جا چکے ہیں۔ اور چودہ ہزار زخمی ہو گئے ہیں۔ اسے اپنے اتنے سپاہیوں کے مارے جانے سے بڑی فکر و تشویش لاحق ہو گئی تھی اور احتمال ہونے لگا تھا کہ اگر عیسائی اس طرح قتل ہوتے رہے تو فتح مسلمانوں کی ہی ہو گی۔

کبھی کبھی اسے اپنی اس حماقت کا بھی احساس ہوتا تھا کہ اس نے بلاوجہ مسلمانوں پر یورش کرنے کا ارادہ کر کے اس مصیبت کو مول لیا۔ ایک زمانہ میں جس شد و مد کے ساتھ اس کے دل میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تمنا پیدا ہوئی تھی۔ اسی طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب صلح کرنے کی آرزو پیدا ہو رہی تھی۔ لیکن جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں نے وفد کے ذریعہ سے شرائط صلح اس کے پاس کہلا بھیجی تھی۔

صلح کی شرطیں دو تھیں ایک مسلمان ہو جانے کی اور دوسری جزیہ دینے کی۔ جرجیران دونوں شرطوں کو نہایت سخت اور ناقابل قبول سمجھتا تھا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ کوئی تیسری آسان شرط ایسی ہو جس پر صلح کر لینے پر نام و ننگ پر دھبہ نہ لگے۔

مگر وہ اس بات کو بھی خوب جانتا تھا کہ مسلمان صرف ایک مرتبہ ہی شرائط صلح پیش کیا کرتے ہیں۔ بار بار نہیں خواہ انہیں کتنا ہی نقصان اٹھانا کیوں نہ پڑے۔

اسے یہ قطعی امید نہ تھی کہ مسلمان پھر صلح کا پیغام بھیجیں گے! اور اپنی طرف سے مصالحت کا سلسلہ شروع کرنا وہ اپنی شان و خودداری کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی خیال تھا کہ اگر اس نے اس سلسلہ کو شروع کیا تو مسلمان سمجھ لیں گے کہ وہ دب گیا ہے اور اس لئے ہرگز بھی صلح پر تیار نہ ہوں گے۔

جب دوسرے روز وہ میدان جنگ سے لوٹ کر شاہی خیمہ میں پہنچا تو ساری رات اسی فکر و تشویش اور غور و خوض میں کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند ہی نہ آئی۔ اسے رہ رہ کر افسوس ہوتا تھا کہ اس نے جنگ کی ابتدا ہی کیوں کی۔ کس لئے اپنے آرام و آسائش میں خلل ڈالا۔

پچھلی رات کو اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے خواب دیکھا کہ وہ شکار کھیلنے معہ حشم و خدم کے ایک ویرانہ میں جا رہا ہے۔ کچھ دور چلا تھا کہ ہرنوں کا جھنڈ دیکھا اس نے اور اس کے لشکریوں نے ان بے زبان خوبصورت جانوروں کے پیچھے اپنے گھوڑے ڈال دیئے آفتاب نکلا ہوا تھا۔ دھوپ پھیلی ہوئی تھی آگے آگے ہرن بھاگ رہے تھے پیچھے وہ اور اس کی شکاری جماعت جا رہی تھی۔ اس کی نظر ہرنوں پر لگی ہوئی تھی دوڑتے دوڑتے ہرنوں کو جا لیا۔ اور۔ ان کے اور ہرنوں کے درمیان چند ہی قدم کا فاصلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہ گیا۔ یہ تمام واقعہ خواب میں پیش آ رہا تھا اس نے تلوار سے ہرنوں کا شکار کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تلوار میان سے نکالی اور ان پر جھپٹا۔ اس وقت سب سے آگے وہی تھا۔ جونہی اس نے ہرنوں پر وار کرنے کا قصد کیا۔ دفعتہ ہرنوں نے شیروں کی صورت اختیار کر لی۔ وہ بے ضرر ہرن سے خونخوار شیر بن گئے۔ شیروں کو دیکھتے ہی اسکی روح خشک ہوگئی۔ وہ پیچھے ہٹا۔ اور مدد کے لئے اپنے ساتھیوں کو غائب دیکھا۔ وہ سخت متوحش ہوا مگر فوراً ہی اسے اپنی پری زاد بیٹی میلن گھوڑے پر سوار کھڑی نظر آئی جو اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس نے نغمہ ریز لہجہ میں کہا خوف نہ کیجئے ابا جان یہ آپ کا کچھ نہیں کر سکتے۔"

جرجیر نے جب شیروں کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ لوٹ کر اسی کی جانب چلے آ رہے ہیں۔ اس کی روح خشک ہوگئی۔ اس نے اپنی بیٹی کو دیکھا اور کہنا چاہا کہ خونخوار شیر حملہ آور ہو رہے ہیں لیکن وہ یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ میلن بھی غائب ہوگئی تھی وہ گھبرا گیا اور اس نے گھوڑا لوٹا کر دوڑانا شروع کر دیا۔ مگر جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو شیر بھی جست لگاتے اس کے پیچھے ہی آ رہے تھے۔ اس نے گھوڑے کی پسلیوں میں مہمیز کھسیڑ دیں وفادار گھوڑا پوری تیزی سے سرپٹ دوڑنے لگا۔ اور وہ سبزہ زار خطہ سے نکل گیا جس میں ہرنوں کا جھنڈ ملا تھا۔

اب وہ ایسے قطعہ زمین میں داخل ہوا جس کی رنگت گلابی تھی۔ زمین گھاس درخت، درختوں کے پتے۔ ننھے ڈالیاں غرض سب چیزیں گلابی رنگ کی تھیں۔ آسمان کیطرف دیکھا تو وہ بھی گلابی تھا۔ اس نے آج تک ایسا قطعۂ زمین اور آسمان کا ایک ایسا رنگ نہ دیکھا تھا اور نہ اور سفید دھوپ کے بجائے گلابی دھوپ پھیلی ہوئی تھی کہ اسے کمال حیرت ہوئی اور وہ اس گلابی خطے کو طے کرنے لگا۔

اس نے پھر پلٹ کر دیکھا شیر اس کے نہایت ہی قریب آ گئے تھے۔ وہ دوڑا جا رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ سامنے ایک دریائے ذخار آ گیا جس میں خون کی رنگت کا پانی بہہ رہا تھا۔ اس نے چاہا کہ گھوڑے کو روکے مگر گھوڑا نہ رکا اور زور میں دوڑ کر دریا میں جا گرا بادشاہ کی چیخ نکل گئی۔ فوراً اس کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو کئی پرستاریں ادھر ادھر کھڑی خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی ہیں۔ دن نکل آیا تھا اور خیمہ کے اندر کافی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ابھی تک اس کے دل و دماغ پر اس خواب کا گہرا اثر تھا۔ جو اس نے دیکھا تھا اس لئے وہ خاموش پڑا حسین کنیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

ایک کنیز نے کہا "شاید جہاں پناہ نے کوئی خوفناک خواب دیکھا ہے۔"

جرجیر نے جواب دیا "ہاں تم دوڑ جاؤ اور پہرہ والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ ذرا مارقوس اور محترم اسقف اعظم تھیوڈوس کو بلا لائے۔"

کنیز تعمیل حکم کے لئے چلی گئی۔ بادشاہ اٹھا اور ضروریات سے فراغت کر کے دوسرے خیمہ میں جا بیٹھا۔ وہ خاص خاص آدمیوں سے اسی خیمہ میں ملاقات کیا کرتا تھا یہ خیمہ نہایت درجہ آراستہ تھا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ ایک عیسائی بادشاہ کا خیمہ تھا۔ اس کی تزئین و ترتیب میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی تھی۔

اسے اس خیمہ میں آئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ تھیوڈوس اور مارقوس کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ اس نے ان دونوں کو بلا لیا اور جب وہ بیٹھ گئے تب جرجیر نے تھیوڈوس سے کہا۔ "محترم بزرگ میں نے رات ایک نہایت ہی ہولناک اور عجیب خواب دیکھا ہے

تھیوڈوس نے کہا "خواب حضرت مسیح بہتر کریں گے۔ فرمائیے کیا خواب دیکھا آپ نے۔"

جرجیر نے نہایت تفصیل کے ساتھ اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب کے واقعات سن کر مارقوس اور تھیوڈوس دونوں بڑے حیران اور متفکر ہوئے کچھ وقفہ کے بعد تھیوڈوس نے کہا "خواب واقعی نہایت عجیب و غریب اور خوفناک ہے مگر آپ اس کا مطلق بھی خیال نہ کریں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ کل دن میں آپ نے تمام دن جنگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا تماشہ دیکھا تھا خون کی دھاریں بہتی دیکھی تھیں۔ اس لئے وہ واقعہ کچھ اُلٹ پھیر کے ساتھ خواب میں نظر آگیا۔ خواب، خیال ہی ہوتا ہے سوتے وقت انسان جن بکھیڑوں میں مبتلا ہوتا ہے اکثر وہی خواب نظر آتے ہیں کیا آپ سونے سے پہلے مسلمانوں کے متعلق خیال نہیں کر رہے تھے

جرجیر۔ میں رات دن ان منحوس مسلمانوں ہی کے خیال میں الجھتا رہا تھا۔

تھیوڈوس۔ تب کسی قسم کا خیال نہ کیجئے وہی خیال، خواب کی صورت میں نظر آیا ہے

جرجیر۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں مسلمان میرے لشکر کو شکست دیکر مجھے قتل نہ کر ڈالیں۔

تھیوڈوس نے تسلی دہ لہجہ میں کہا! ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ خدا اور خداوند آپ پر مہربان ہیں فتح قریب ہے مطلق ایسا خیال نہ کیجیے۔"

جرجیر۔ پھر بھی میں دو روز کی لڑائی دیکھکر یہ بات کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ فتح مسلمانوں کی ہو گی۔

تھیوڈوس نے جوش میں آکر کہا "کبھی ایسا نہ ہوگا فتح عیسائیوں کی ہو گی حضرت مسیح خود عیسائیوں کی مدد کے لئے آئیں گے۔"

جرجیر۔ لیکن اب تک کیوں نہیں آئے؟

تھیوڈوس۔ ابھی عیسائیوں کا امتحان لیا جا رہا ہے۔

جرجیر۔ حضرت ہم عیسائی ہیں۔ خدا اور اس کے بیٹے کو مانتے ہیں۔ ہمارا امتحان کیوں لیا جاتا ہے۔

تھیوڈوس۔ یہ رموز خداوندی ہے۔

جرجیر۔ مگر میں جنگ سے صلح کو اچھا سمجھتا ہوں۔

جب تھیوڈوس نے دیکھا کہ جرجیر جنگ سے گریز کر رہا ہے تو اس نے حکمت عملی سے کام لینا چاہا اس نے کہا مگر صلح کس طرح ممکن ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرجیر: اسی مشورہ کے لیئے آپ دونوں کو بلایا ہے مسلمانوں نے صلح کی دو شرطیں پیش کی تھیں۔

تھیوڈوس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "لیکن وہ دونوں شرطیں نہایت سخت تھیں۔ ایک خود دار انسان خصوصاً آپ جیسا باحمیت بادشاہ کبھی ان شرطوں میں سے کسی شرط کو قبول نہیں کر سکتا۔"

تھیوڈوس نے یہ بات جلدی سے اس لیئے کہی کہ اسے خوف ہوا کہیں جرجیر ان شرطوں میں کسی شرط کو ماننے پر تیار نہ ہو جائے۔

جرجیر نے کہا: "آپ نے سچ فرمایا وہ دونوں شرطیں ناقابل قبول ہیں کوئی تیسری بات ایسی ہو جس سے مسلمان صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

افریقہ کا وہ شہنشاہ جو مسلمانوں کو فنا کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ جس کا ارادہ مصر وشام کو فتح کر لینے کا تھا جو عرب پر بھی لشکر کشی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ مسلمانوں کو دو ہی روز کی جنگ میں دیکھ کر صلح کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔ حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ مسلمان اب بھی اس کے لشکر کے تہائی ہی تھے۔

مارقوس نے کہا: "میں نے جہاں پناہ سے زیادہ مسلمانوں کی لڑائی کا منظر دیکھا ہے میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی قوم مسلمانوں سے زیادہ جنگجو، اکھڑ بے ڈر اور بہادر نہیں ہے۔ اگر جنگ رہی تو خوف ہے کہ کہیں سارا لشکر ہی کٹ کر نہ رہ جائے۔ صرف دو روز کی لڑائی میں مسلمانوں نے پچاس ہزار عیسائی مار ڈالے اور چودہ ہزار زخمی کر دیئے۔ اس لیئے صلح کر لینا ہی مناسب ہے جو شرطیں مسلمانوں نے پیش کی تھیں وہ تو قابل قبول ہی نہیں مگر ایک یہ بات ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کے سردار کو کسی لالچ میں پھانس کر صلح کر لی جائے۔"

جرجیر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "کمبخت مسلمان کسی لالچ میں بھی تو نہیں آتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارقوس۔ اگر جان کی اماں ہو تو عرض کروں۔

جرجیر۔ بے دھڑک کہو۔

مارقوس۔ شاہزادی کے حسن و جمال کی شہرت مسلمانوں نے بھی سُن لی ہے اگر حضور شاہزادی کے عقد کا لالچ مسلمانوں کے سردار کو دیں تو وہ یقیناً صلح کر لیگا۔ اور اس طرح سے ملک کے سر سے آئی ہوئی بلا ٹل جائے گی۔

جرجیر کچھ سوچنے لگا۔ تھیوڈوس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اس بات کو منظور نہ کر لے وہ نہیں چاہتا تھا کہ شاہزادی کی شادی کسی وحشی مسلمان کے ساتھ ہو اسی لیئے اس نے کہا۔ یہ بات بڑی بے غیرتی کی ہو گی۔ ایک شہنشاہ کیلئے یہ کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے۔

جرجیر۔ ہاں میں بھی ایسے ہی خیال کرتا ہوں۔

تھیوڈوس مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہزادی کو حاصل کرنے کے لیئے عیسائی بڑے جوش اور بڑی دلیری سے لڑے۔ آج آپ یہ اعلان کر دیں کہ کل شاہزادی خود جنگ کرے گی پھر دیکھیں گے عیسائی کس بے جگری سے لڑتے ہیں۔ اور کس طرح مسلمانوں کو شکست دیتے ہیں اور اگر حضرت مسیح نہ کریں کل بھی۔۔ جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو کوئی اور تدبیر سوچی جائے گی۔ ابھی آپ کے پاس کافی لشکر موجود ہے۔

جرجیر۔ بہتر ہے۔ کل یہ بھی کر کے دیکھ لیا جائے۔

مشورہ ختم ہو گیا۔ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ کل وہ خود اور اس کی پری نژاد اور بہادر بیٹی ہیلین بھی جنگ کرے گی اور جو عیسائی جتنے مسلمانوں کو قتل کرے گا اُسے اتنے ہی دینارلے انعام دیئے جائیں گے اور جو مسلمانوں کے سردار کو مار ڈالے گا اسکی شادی

لے عربی مؤرخوں نے دینار لکھا ہے اور عیسائی مؤرخوں نے اشرفی لکھا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی سونے کا سکہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ (صادق۔ صدیقی۔ سردھنوی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاہزادی کے ساتھ کر دی جائے گی۔ عیسائیوں نے یہ منادی سنتے ہی جنگ کی تیاریاں ازسرِ نو شروع کر دی۔

چالیسواں باب

خوف و مسرت

دوسرے روز صبح ہوتے ہی عیسائی لشکر میں طبلِ جنگ بجنے لگا عیسائی فوجوں میں ہلچل شروع ہو گئی۔ سواروں کے دستے میدان جنگ میں آآ کر صف بستہ ہونے لگے۔

چونکہ ہر عیسائی کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ آج حور وش شہزادی اور ان کا شہنشاہ بھی جنگ کریں گے اور جو عیسائی جتنے مسلمانوں کو قتل کر ڈالیگا اُسے اتنے ہی دینار انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس لئے سابقہ سے زیادہ آج عیسائیوں میں جوش و خروش تھا۔ ہر سوار اور ہر سپاہی پیکر غیض و غضب بن کر میدان میں اُترا تھا۔

مارقوس اس کا بیٹا سلوانوس اور خود جرجیر پورے طور پر مسلح ہو کر آئے تھے چونکہ آج بادشاہ بھی شریک جنگ ہونیوالا تھا۔ اس لئے وہ بھی آلات جنگ سے آراستہ ہو کر آیا تھا۔

آج سے پہلے وہ جب میدان جنگ میں آیا تھا تو زر لفتی سائبان کے نیچے کھڑا ہوا کرتا تھا لیکن آج سائبان ہٹا دیا گیا تھا۔

پیکر حُسن و جمال شہزادی ہیلن نے آج چاندی کی زرہ بکتر پر گلابی ریشم کی پوشاک پہن رکھی تھی جس میں موتی اور جواہرات کی جھالریں گریبان سے لیکر دامنوں تک برابر سیدھی لگی ہوئی تھیں اور سونے اور جواہرات کے زیور پہن رکھے تھے سر پر ایک نہایت خوبصورت تاج تھا جس میں ہیرے اور لعل جڑے ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے خوشنما لباس کے موتی اور جواہرات' زیورات اور تاج کے ہیرے اور لعل جگمگا رہے تھے اور ان سب نے مل کر اس کے صبیح، نرم اور صاف رخساروں اور گالوں کو شعلہ جوالہ بنا دیا تھا۔ اس کا چہرہ اس قدر روشن ہو گیا تھا کہ دیکھنے والے کی اس پر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

وہ پری رو بھی اس وقت مسلح تھی اور بڑی لاپرواہی اور بڑے اطمینان کے ساتھ گھوڑے پر سوار کھڑی مسلمانوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مارقوس سب سے اگلے دستہ میں تھا۔ بسلوانوس شاہی عمال کے قریب تھا۔ چونکہ شاہزادی اسی کے قریب تھی اس لیے وہ پھر پھر کر اس کے چاند سے چہرہ کو دیکھ لیتا تھا۔

مگر جس قدر دیکھتا تھا اسی قدر ہوس دید اور بڑھتی تھی۔ کسی طرح تسکین ہی نہ ہوتی تھی۔ جبکہ عیسائی صف بندی کر رہے تھے اس وقت مسلمان بھی مسلح ہونے لگے تھے۔

اسلامی مجاہدین کے دستے آراستہ ہو ہو کر چلے آ رہے تھے۔ ابن زبیرؓ بھی مسلح ہو گئے تھے۔ انھوں نے جب عبداللہ کو میدان کی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ گھوڑا بڑھا کر ان کے پاس پہنچے۔ عبداللہ نے اپنا گھوڑا روک کر ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "کیا آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

ابن زبیرؓ نے جواب دیا۔ "جی ہاں"

عبداللہؓ۔ فرمائیے۔

ابن زبیرؓ۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ آج آدھے لشکر سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا جائے اور آدھا لشکر لشکر گاہ میں چھپا دیا جائے۔ جب دوپہر ہو جائے اور موقع بھی مناسب ہو تب وہ آدھا لشکر جو کمین گاہ میں چھپا ہوا ہو اچانک نکل کر حملہ کر دے۔

عبداللہؓ۔ تدبیر تو نہایت مناسب ہے۔ بہتر ہے آپ میرا یہ حکم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک پہنچا دیں کہ وہ اپنے دستے لشکر گاہ ہی میں رکھیں اور آپ اپنا دستہ بھی ان کے ساتھ ہی رہنے دیں۔ اور جس وقت آپ موقع مناسب سمجھیں کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیں۔

ابن زبیر نے "بہت اچھا" کہا اور چلے گئے۔ انھوں نے وہاں سے جاتے ہی امیر عسکر کے حکم سے مطلع کر دیا۔ دونوں وہ اور تیسرے ابن زبیر اپنے اپنے سواروں کے ساتھ لشکر گاہ میں ہی رہ گئے۔

عبداللہ نے میدان جنگ میں پہنچتے ہی لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ۔ میسرہ۔ ساقہ۔ قلب سب قائم کیئے۔ چونکہ آج نصف لشکر کیمپ ہی میں رہ گیا تھا اس لیئے خواتین عرب اور لشکر گاہ کی حفاظت کے لیئے مزید لشکر نہیں چھوڑا گیا۔ سرور بھی میدان میں پہنچ کر میسرہ میں جا کھڑے ہوتے

جب فریقین لشکر کی ترتیب سے فارغ ہو چکے تب عیسائی فوجی باجہ بجاتے ہوئے اور شور کرتے بڑھے۔

چونکہ عبداللہ بھی چاہتے تھے کہ جنگ کا نتیجہ جلد نکل آئے اس لیئے انھوں نے بھی اسلامی لشکر کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور شیرانِ اسلام بھی جوش و خروش سے بڑھنے لگے۔

نہ تو عیسائیوں کو یہ علم تھا کہ امیر عسکر اسلامیہ نے کیا اعلان کیا ہے اور نہ مسلمانوں کو خبر تھی کہ افریقہ کے شہنشاہ جرجیر نے شاہزادی ہیلن کی شادی کے علاوہ اور کیا اعلان کیا ہے۔

دونوں فریق بڑھ کر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ تلواریں میانوں سے نکل آئیں سیاہ ڈھالیں بلند ہوئیں اور کشت و خون شروع ہو گیا۔

چونکہ آج فریقین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لیئے جنگ شروع ہوتے ہی انتہائی سرگرمی، پھرتی اور دلیری سے لڑنے لگے۔ تلواریں اتنی جلدی جلدی اُٹھ رہی تھیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا وہ جھک ہی نہیں رہی ہیں اور جنگجو انھیں ہاتھوں میں لیئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھڑے ہیں۔ حالانکہ ہر سر فروش بڑی قوت وچستی سے لڑ رہا تھا۔

جنگ کی آگ اس تیزی سے بھڑکتی جاتی تھی۔ جیسے خس پوش گھروں میں آگ لگ کر تیز ہوا سے بجلی جیسے تیز رو کے ساتھ دوڑے اور جو چیز بھی سامنے آجائے اسے جلانے لگتی ہے۔ صفوں پر صفیں درہم برہم ہوتی جارہی تھیں۔ ہنگامۂ کارزار بڑھتا جاتا تھا جنگ کے شعلے بھڑک کر تمام جنگجو بہادروں کو جلا کر خاکستر کرنے پر تلے ہوئے تھے صاف و شفاف تلواریں خون آلود ہوگئی تھیں بے شمار سر اچھل رہے تھے کٹے ہوتے ہاتھ کفگیروں کیطرح گر رہے تھے خون کی چھینٹیں اُڑ رہی تھیں نہایت گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی۔

اگرچہ آج تقریباً بیس ہزار مسلمان میدان جنگ میں آئے اور اتنے ہی کیمپ میں رہ گئے تھے لیکن یہ بیس ہزار ہی اس فکر میں لگ گئے وہی یا تو خاتمہ کر ڈالیں گے یا انھیں شکست دیکر بھگا دیں گے۔ حالانکہ عیسائیوں کا لشکر اُس وقت بھی ستر ہزار مصروف جنگ تھا۔

عیسائیوں نے اس بات کا خیال ہی نہ کیا کہ کس قدر مسلمان ... میدان میں آئے ہیں وہ سمجھے کہ سارا ہی لشکر آکر لڑنے لگا ہے۔ اگر انھیں معلوم ہو جاتا کہ آدھا ہی لشکر آیا ہے تو ممکن تھا کہ ان کے حوصلے کچھ بڑھ جاتے۔

پھر بھی عیسائی بڑی بہادری اور بڑی قوت سے لڑ رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے مسلمانوں کو قتل و پامال کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

تلواریں بڑی پھرتی سے چل رہی تھیں اور غضب کا کمال کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے تنومند بہادر اور جنگجو لوگ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ عیسائی بھی قتل ہو رہے تھے اور مسلمان بھی لیکن مسلمان مشکل سے اور اُس وقت مرتے تھے جب کئی کئی عیسائی ایک ایک مسلمان پر نرغہ کر کے تلواروں سے اس کا قیمہ کر ڈالتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر عیسائی کثرت سے قتل ہو رہے تھے۔ مسلمان انھیں اس طرح ذبح کر رہے تھے جیسے وہ کوئی جانور ہوں۔ لیکن اس پر بھی عیسائیوں کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہ تھی جوں جوں وہ قتل ہو ہو کر گرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں کو جوش آتا تھا اور وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے۔

مسلمان آج اپنی ہستیوں کو بھولے ہوئے تھے۔ نہایت دلیری سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کرتے تھے۔ دشمنوں کے وار روک کر اپنی تلواروں سے انھیں کاٹ رہے تھے۔ قدم قدم پر لاشیں بچھ گئی تھیں جو گھوڑوں کے سموں سے روندی جا رہی تھیں۔ کٹے ہوئے سر گیندوں کی طرح لڑھک رہے تھے۔ ڈھالیں، تلواریں نیزے اور دوسرے ہتھیار جگہ جگہ پڑے تھے چونکہ اکثر مسلمان اس زور سے حملے کرتے تھے کہ سوار کے ساتھ گھوڑا بھی مر جاتا تھا۔ اس لئے بہت سے گھوڑے بھی مرے ہوئے پڑے تھے اور گھوڑوں کی لاشوں سے لڑنے والوں کے گھوڑے ٹھوکریں کھا کر گر جاتے تھے۔

جبکہ ہنگامۂ دار و گیر بلند تھا۔ میدان جنگ میں موت کی گرم بازاری تھی اسوقت جرجیر اور ہیلن دونوں اطمینان سے گھوڑوں پر سوار کھڑے جنگ گاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آفتاب چمک رہا تھا دھوپ میں قدرے حدت تھی اس لیئے ماہوش ہیلن کے گلابی رخسارے پسینہ سے پسیج گئے تھے۔ اس کی لمبی پلکیں اس کے رُخِ آتشیں کو پنکھا جھل رہی تھیں۔ پسینہ کی نمکی کی وجہ سے اس کا گلاب کے پھولوں کی نرم پتیوں کو مات کرنیوالا چہرہ گلابی ہو کر اور بھی دل کش ہو گیا تھا

جرجیر اور وہ دونوں دیکھ رہے تھے ابھی تک ان سے ذرا فاصلہ پر جنگ ہو رہی تھی۔ مگر ہر لحظہ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب جنگ کی چنگاری ان کی صفوں پر آکر پڑی اور اب جنگ کے شعلے وہاں بھی بھڑکے۔ اس وقت ایک سوار جرجیر کے پاس آیا۔ اُس نے ادب سے گھوڑے کی زین پر سجدہ کرتے ہوئے اسے سلام کیا اور نہایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آہستہ سے اُس کے کان میں کوئی بات کہی۔

شاہزادی اس آنیوالے سوار اور جرجیر دونوں کو دیکھنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ کا چہرہ فق پڑ گیا اور وہ سراسیمہ ہوکر کچھ سوچنے لگا۔ سوار چلا گیا۔ شاہزادی نے کہا "ابا جان! کیا کوئی وحشت ناک خبر سنائی ہے۔ اس سوار نے؟"

جرجیر نے سنبھل کر کہا "ہاں میری عزیز بیٹی! یہ سوار ہمارا جاسوس ہے جو مسلمانوں کی خبر لینے گیا تھا۔

ہیلن نے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا خبر لایا ہے یہ؟"

جرجیر۔ یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے سردار نے اپنے لشکر میں اعلان کرایا ہے کہ جو شخص افریقہ کے بادشاہ یعنی میرا سر کاٹ لیگا اُسے ہیلن بطور کنیز کے دیدی جائے گی اور ایک لاکھ دینار انعام ملیں گے۔

یہ سُن کر ہیلن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُسے جوش آگیا اس نے کہا "ہیلن خادمہ بنادی جائے! مسلمانوں کے سردار کا اسقدر گستاخانہ خیال ... میری یہ شمشیر براں دیکھتے ہیں! اس نے اپنی چھوٹی مگر آبدار تلوار چاندی اور سونے کے منقش میان سے کھینچ کر ہاتھ میں بلند کی) سر اس مسلمان کا سر اڑادیگی جس کے دماغ میں ایسا مغرورانہ خیال پیدا ہوگا۔ جوش غضب سے اس کی موہنی آنکھیں چمکنے لگیں تھیں۔

جرجیر اس کے روئے انور کی طرف دیکھ رہا تھا اُس نے کہا "پیاری بیٹی! تیرا جوش اور تیری حمایت و ہمت قابلِ داد ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک عیسائی فرمانروا کی بیٹی ہے۔ مر جائے گی مگر کنیزی کی ذلت برداشت نہ کرے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مسلمان تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے لیکن اندیشہ ہے تو اپنی قوم سے ہے اگر عیسائیوں کو یہ بات معلوم ہوگئی تو خوف ہے کہ کہیں کوئی غدار میرا سر نہ اُتار لے"۔

ہیلن "اطمینان رکھیے۔ میری زندگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ عیسائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کبھی ایسی کمینہ حرکت نہ کریں گے۔

جرجیر۔ قرۃ العین! تو نہیں جانتی کہ انسان لالچ میں اندھا ہو کر کیا کچھ نہیں کر گزرتا ہے۔

اس وقت جنگ گاہ میں عظیم شور بلند ہوا ان دونوں نے باتیں بند کر کے اس طرف دیکھا تو انھیں نظر آیا کہ مسلمان قدم قدم پر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور عیسائی شور و غل کرتے بڑھ رہے ہیں۔

یہ نظارہ دیکھ کر ان دونوں کے چہرے بشاش ہو گئے۔ جرجیر نے کہا حضرت مسیح کا احسان ہے مسلمان پسپا ہو رہے ہیں فتح یقیناً ہماری ہے۔

میلن۔ ضرور۔ ابا جان یہ وقت ہے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کا۔ چلیئے ان پر حملہ کیجیے میں بھی حملہ کرونگی۔ ہمارے حملہ کرنے سے عیسائیوں کی ہمت دوگنی بڑھ جائے گی اور وہ بہت جلد مسلمانوں کو کچل ڈالیں گے۔

جرجیر۔ تو ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹی۔ آ حملہ کریں یہ کہتے ہی اس نے اپنے دستہ کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ شاہی رسالہ بڑے جوش سے چلا ساتھ ہی جرجیر اور میلن دونوں خوش ہوتے ہوئے بڑھے جونہی عیسائیوں نے بادشاہ کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ انھوں نے نعرہ لگایا "شہنشاہ جرجیر کی فتح"۔

اس نعرہ کو سن کر لڑنے والے عیسائیوں نے گھوم گھوم کر دیکھا۔ جب انھیں جرجیر بڑھتا نظر آیا تو انھوں نے اور بھی شدت سے حملے کر دیئے۔

مسلمان ابھی تک پیچھے ہٹتے چلے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ شکست کھا کر بھاگنے والے ہوں وہ دب رہے تھے اور عیسائی انھیں دبا رہے تھے

اس وقت عین دوپہر کا وقت تھا آفتاب سر پر آ گیا تھا دھوپ چمک رہی تھی خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمان پیچھے ہٹتے اور عیسائی بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی کیمپ کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں پہنچکر مسلمان رک گئے اور جم کر لڑنے لگے۔ عیسائی جو پیچھا کئے آرہے تھے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ جرجیر اور ہیلن برابر بڑھے آرہے تھے۔

دفعتاً عیسائیوں نے اللہ اکبر کے پرشور نعرہ کی آواز سنی۔ انھوں نے گھبرا کر اسلامی لشکرگاہ کی طرف دیکھا۔ انھیں اسلامی مجاہدین کے رسالے گھوڑے دوڑا کر میدان جنگ کی طرف آتے نظر آئے۔

یہ دیکھ کر عیسائیوں کے حواس جاتے رہے وہ اب سمجھے کہ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے میں کیا مصلحت تھی۔ جرجیر بھی ششدر رہ گیا۔

یہ آنیوالے دستے ابن زبیرؓ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے تھے۔ انھوں نے آتے ہی نہایت شدت سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی بھی جائے مفر نہ دیکھ کر ڈٹ گئے۔

اکتالیسواں باب

جرجیر کا انجام

صبح سے دوپہر تک صرف بیس ہزار شیران اسلام نے ستر ہزار عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹتے تھے اس لئے تاکہ عیسائی اپنے کیمپ سے دور نکل آئیں اور وہ یہ سمجھ کر کہ مسلمان فرار ہونیوالے ہیں۔ اپنی ترتیب و تنظیم کو چھوڑ کر ان کے پیچھے دوڑ پڑیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب عیسائیوں نے مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو وہ ضبط و نظام چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ اور اپنے کیمپ سے بہت دور اور اسلامی لشکرگاہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے قریب پہنچ گئے۔ عین اس وقت جبکہ عیسائیوں کو اپنی فتح کا کامل یقین تھا مسلمان جم گئے ادھر تازہ دم مجاہدین اسلام نے کمین گاہ سے نکل کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور بڑی سختی سے حملہ کر دیا۔

ان اسلامی شیروں نے کچھ اس تند و مد سے حملہ کیا کہ عیسائی گھبرا گئے نہ صرف سواروں کے بلکہ افسروں کے چہرے بھی غم و فکر میں ڈوب گئے۔ لیکن چونکہ اب بھی ان کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اس لیے وہ بھی جم گئے اور بڑی سرفروشی سے لڑنے لگے۔ البتہ اب ان میں جارحانہ حملے کرنے کی قوت باقی نہ رہی تھی وہ بڑھ کر حملہ نہ کرتے تھے بلکہ مسلمانوں کے حملے روک رہے تھے۔

کمین گاہ سے جو اسلامی لشکر نکل آیا تھا ان میں سے ایک دستہ حضرت حسینؓ کی سرکردگی میں تھا دائیں جانب اور دوسرا دستہ حضرت حسینؓ کی قیادت میں تھا بائیں طرف پھیل گیا تھا اور ابن زبیرؓ نے سامنے سے حملہ کیا تھا

گویا ان تازہ دم مسلمانوں نے اور ادھر پھیل کر عیسائیوں کو اس لیے اور اسطرح اپنے نرغہ میں لے لیا تھا کہ اگر وہ بھاگنا چاہیں تو بھاگ نہ سکیں۔

اس وقت جنگ نہایت زور و قوت سے ہو رہی تھی۔ مسلمان بڑی پھرتی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلواریں برق خاطف کیطرح دشمنوں پر گرتی تھیں اور ان کی ہستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی تھیں۔

ہر مجاہد بڑے جوش و غضب میں بھرا ہوا تھا۔ نہایت ہی غضبناک ہو ہو کر حملے کر رہا تھا عیسائی بھی مقدور بھر مدافعت میں مصروف تھے۔ وہ سپاہیوں کے دل بڑھانے کیلئے زور زور سے طبل جنگ بجا رہے تھے گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ زخمی کراہ رہے تھے۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ ان سب آوازوں نے مل جل کر شور و قیامت برپا کر رکھا تھا۔

ابن زبیرؓ نے سامنے سے حملہ کر دیا تھا۔ سامنے ہی عبداللہ بن سعدؓ تھے مگر محاذ جنگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنا طویل ہو گیا تھا کہ عبداللہؓ اور ابن زبیر میں کافی فاصلہ تھا۔

یہ دونوں اسلامی شیر بڑے جوش و غضب سے لڑ رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواریں خوب کاٹ رہی تھیں جس اجا رسیدہ پر پڑتی تھیں اس کا بھیجہ توڑ ڈالتی تھیں جس کے شانہ پر پڑتی تھیں ہنسلی کاٹ کر صدر سینہ پر جا کر رکتی تھیں۔

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ کسی پر حملہ کرتے اور وہ بچ جاتا۔ دونوں شیروں نے خون کے دریا بہا دیئے تھے۔ جس طرف سے گئے تھے لاشوں پر لاشیں بچھا دی تھیں۔ چونکہ عبداللہ اس سے پہلے جنگ میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ انھیں مسلمانوں نے مجبور کر کے خیمہ میں بٹھا دیا تھا۔ اس لیئے وہ آج اس روز کی بھی جنگ کی کسر نکال رہے تھے۔ بڑی ہی پھرتی اور بڑے ہی جوش سے حملے کر کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہے تھے۔ وہ عیسائیوں کے غول پر حملہ کرتے اور ان میں سے دو چار کو قتل کر کے انھیں منتشر کر دیتے تھے اور جب ان کے رسالے کے سوار دشمنوں کو مارتے کاٹتے انکے پاس پہنچ جاتے تھے تو وہ سامنے والی صف پر ٹوٹ پڑتے اور اسے درہم برہم کر کے آگے بڑھ جاتے تھے۔

ان سے قدرے فاصلہ پر ابن زبیر تھے۔ وہ بھی پورے جوش و خروش ہمت و استقلال اور دلیری و جرأت سے لڑ رہے تھے۔ وہ ڈھال پر دشمنوں کے وار روک کر تلوار سے اس زور سے حملے کرتے تھے کہ جس چیز پر ان کی تلوار پڑتی تھی۔ اسے کاٹ۔۔۔ ڈالتی تھی۔ ڈھالوں، زرہ بکتروں اور خودوں کو توڑ کر سر و سینہ میں اتر جاتی تھی اور مخالفین کے خون میں ڈوب کر رنگیں بارش کرتی ہوئی اٹھتی تھی۔

ان کے پیچھے ان کے پانچ سو جانباز سپاہی تھے جو ان کے ہی سے جوش ان ہی کی سی دلیری سے لڑتے ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہے تھے۔

ابن زبیر شاہی علم کو دیکھ رہے تھے اگرچہ وہ ان سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن انھوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے گویا اُس علم کے پاس پہنچنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اس لیے درمیانی صفوں کو چیرتے پھاڑتے دشمنوں کے سواروں کو مار مار کر گراتے بڑھتے جا رہے تھے۔

وہ خوب جانتے تھے کہ شاہی علم کے نیچے افریقہ کا شہنشاہ جرجیر ہوگا۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ جب تک شہنشاہ جنگ کے میدان میں موجود رہے گا۔ اس وقت تک عیسائی جم کر لڑتے رہیں گے اس لیے انھوں نے اسطرف تیزی سے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

لیکن عیسائی بھی کچھ موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ وہ بھی بہادر تھے۔ بہادروں کی اولاد تھے۔ بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ قدم قدم پر انھیں روک رہے تھے۔

ہنگامہ دار و گیر بلند تھا۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے تھے۔ فریقین کی بہت کم صفیں قائم و باقی رہ گئی تھیں تلواریں بڑی پھرتی سے اُٹھ اُٹھ کر کاٹ رہی تھیں۔ سر کٹ کٹ کر اُچھل رہے تھے۔ دھڑ زمین پر گر گر کر تڑپ رہے تھے۔ خون کی نالیاں بہہ رہی تھیں اور وہ تمام خطہ جس میں جنگ ہو رہی تھی گلنار ہوتا جاتا تھا۔

سرور نے گویا کفن سر سے باندھ رکھا تھا وہ بھی اپنے دستے کے ساتھ مصروف جنگ تھے۔ وہ میسرہ میں تھے۔ بڑے ہی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ بڑی پھرتی اور قوت سے حملے کر رہے تھے دشمن کے ہر اس سوار کو مار ڈالتے تھے جو سامنے آجاتا تھا انھوں نے اَن گنت دشمنوں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ لیکن نہ تو ابھی ان کے بازو ہی سست پڑے تھے اور نہ ان کا جوش جہاد سرد ہوا تھا۔

بلکہ جوں جوں وہ عیسائی جانبازوں کو قتل کرتے جاتے تھے۔ ان کی دشمنوں کو قتل کرنے کی حرص اور بڑھتی جاتی تھی اور وہ برابر انھیں قتل کرتے بڑھ رہے تھے۔

ان کے دستہ کے دلیر سوار بھی بڑی سرفروشی اور جرأت و ہمت سے لڑ رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ تھے۔ اور جس طرح ان کے بہادر افسر سرور جدال و قتال کر رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی طرح وہ بھی دشمنوں کو مار رہے تھے۔

ابن عمر اور ابن عباس دونوں قریب تھے اور دونوں ہی نہایت پھرتی اور بہادری سے لڑ رہے تھے ان کی تلواریں بھی غضب کا کاٹ کر رہی تھیں وہ لوگ بھی بیشمار دشمنوں کو مار رہے تھے۔

ابن جعفر بھی مقدور بھر طاقت و شجاعت سے لڑ رہے تھے انھوں نے بھی دسیوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔

ایک طرف سے حضرت حسن اور دوسری طرف سے حضرت حسین حملہ آور ہو رہے تھے یہ دونوں قابل تعظیم نوجوان شیر خدا حضرت علی مرتضٰی کے صاحبزادے تھے شجاعت و دلیری میں فرد تھے ایسی بہادری سے لڑ رہے تھے کہ دشمنوں کو ان کے سامنے جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ان کی خارا شگاف تلواریں ہر اس شخص کو کاٹ ڈالتی تھیں جو ان کے سامنے آجاتا تھا انھوں نے اور ان کے دلیر ہمراہیوں نے لاتعداد عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ وہ داہنے اور بائیں سے عیسائیوں کو دباتے اور ہٹاتے بڑھے چلے آرہے تھے۔ اس وقت ہنگامہ جنگ عین شباب پر پہنچ گیا تھا اگرچہ اب آفتاب ڈھل گیا تھا لیکن لڑائی کا زور اسوقت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ فریقین بڑی ہی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کو فنا کر ڈالنے کا قصد کر لیا تھا اور مسلمانوں نے عیسائیوں کو کچل ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جنگ کے شعلے نہایت تیزی سے بھڑک اٹھے تھے۔ جو صفیں اب تک لڑائی کی آگ سے بچی ہوئی تھیں اس وقت وہ بھی ان شعلوں میں کود پڑی تھیں اور اب عالمگیر جنگ ہونے لگی تھی۔ اگرچہ عیسائیوں کی تعداد کثیر نذر اجل ہو چکی تھی لیکن اب بھی مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے اور اپنی تعداد کی کثرت کے بھروسہ پر بڑی پامردی کے ساتھ لڑ رہے تھے اور اگرچہ ان کی تمام صفیں ٹوٹ چکی تھیں۔ لیکن ان کی تلواریں بھی کاٹ کر رہی تھیں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمان شہید ہو رہے تھے۔ لیکن شیرانِ اسلام دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس خدائے عزوجل کے بھروسہ پر جس کی پرستش کرتے تھے اور جو ان کی مدد کرتا رہتا تھا۔ بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے وہ جلد سے جلد عیسائیوں کا خاتمہ کرنے کے لیے بڑی پھرتی اور دلیری سے حملے کر رہے تھے اگر کوئی اس وقت جنگ کا نظارہ کرتا تو اسے آفتاب کی تیز شعاعوں میں یا تو خون آلود تلواروں کا کھیت اُگا ہوا نظر آتا تھا۔ یا سر گیندوں کی طرح اور ہاتھ کفگیروں کی طرح اچھلتے دکھائی دیتے۔

عیسائی لشکر میں اب طبل جنگ بجنا تو موقوف ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت ہر عیسائی لڑائی میں مصروف ہو گیا تھا۔ لیکن شور و غل پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ہر عیسائی اپنی پوری طاقت سے چلا رہا تھا۔ ہر زخمی کراہ رہا تھا اور ہر مرنے والا چیخ رہا تھا۔ مگر لڑنے والوں پر ان آوازوں کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ وہ لڑ رہے تھے اور لڑ لڑ کر مر رہے تھے۔ تلواریں اس شد و مد سے چل رہی تھیں کہ کسی کی بھی جان محفوظ نظر نہ آتی تھی۔ ہزار حفاظت کرنے پر بھی کسی نہ کسی کی تلوار آ کر سر اتار ہی جاتی تھی۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ ابن زبیر نے دور سے ہی علم دیکھ لیا تھا۔ اور وہ اس کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سی صفوں کو کاٹ چھانٹ کر راستہ صاف کر لیا تھا اور شاہی رسالہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔

ادھر سرور بھی افریقی عیسائیوں کی ٹکڑیوں کو مارتے کاٹتے پیچھے ہٹاتے مارقوس کے پاس جا پہنچے تھے چاہتے وہ بھی یہی تھے کہ جرجیر تک پہنچ کر اسے قتل کر کے لڑائی کا خاتمہ کر ڈالیں۔

بدقسمتی سے سب سے پہلے مارقوس ان کے سامنے آ گیا۔ انھوں نے نہایت جوش سے اس پر حملہ کیا۔ مارقوس بھی معمولی آدمی نہ تھا۔ افریقہ کے لشکر کا سپہ سالار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا نہایت بہادر اور فنونِ جنگ کا پورا ماہر تھا۔ اس نے بڑی صفائی سے ان کا وار روکا اور پھر خود بھی حملہ کر دیا۔

سرور بھی آزمودہ کار نوجوان تھے۔ انھوں نے بھی اس کا حملہ روکا اور پھر جھپٹ کر اس پر وار کیا۔ چونکہ دونوں ماہرین جنگ تھے اس لیے ان کے قریب کھڑے ہوئے عیسائی اور مسلمان لڑائی سے باز رہ کر ان دونوں کی جنگ کا تماشہ دیکھنے لگے تھے۔

چونکہ دیر تک وہ دونوں اپنے اپنے ہنر دکھاتے رہے اور ابھی وہ لڑ ہی رہے... تھے کہ سرور کے رسالہ کے ایک سوار نے کہا! یا سردار! یہ کیا سستی ہے کیوں نہیں دشمن کو قتل کر ڈالتے:

یہ سنتے ہی سرور کو جوش آگیا انھوں نے بڑے جوش سے تلوار کا وار کیا ادھر مارقوس نے بھی تلوار ماری لیکن سرور کی تلوار مارقوس کی تلوار کو کاٹ کر اس کا سر اڑا گئی اور ٹوٹی ہوئی تلوار اور کٹا ہوا سر ایک ہی ساتھ اچھلے اور زمین پر گرے۔

مسلمان یہ دیکھ کر خوش ہو گئے انھوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا پُر شور نعرہ لگایا۔ اور عیسائیوں پر شدت سے حملہ کر دیا۔ سرور نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔

جبکہ اس طرف یہ کارروائی ہو رہی تھی۔ اسی وقت ابن زبیر شاہی رسالہ کو مارتے کاٹتے جرجیر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جرجیر اور حوروش ہیلن دونوں دیکھ رہے تھے جوں جوں مسلمان ان کے قریب پہنچتے جاتے تھے ان کے چہروں کے رنگ اڑتے جاتے تھے۔

شاہزادی ہیلن کے پاس لوسیا بھی کھڑی تھی اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی وہ کانپ رہی تھی۔ دفعتاً ابن زبیر عیسائی رسالوں کے پرخچے اڑاتے جرجیر کے سامنے پہنچ گئے۔ اور دور ہی سے للکار کر بولے: اے افریقہ کے مغرور شہنشاہ! دیروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرح مقابلہ کرے۔

جرجیر بھی بہادر تھا۔ اس نے تلوار سونت لی اور جھپٹ کر ابن زبیر پر حملہ کیا۔ ابن زبیر نے ڈھال پر اس کا وار روکا اور بڑی قوت سے خود بھی اس پر حملہ کیا۔

بادشاہ ان کی خون آلود تلوار دیکھ کر جھجک گیا۔ اس سے ڈھال نہ اُٹھ سکی ابن زبیر کی تلوار شانہ پر پڑی اور چاندی سونے کی ان باریک زنجیروں کو کاٹ کر جن کا جال اس کے شانوں پر پڑا تھا گردن اُڑاتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی جرجیر آہ بھی نہ کرنے پایا اور اس کا سر کٹ کر گرا۔ دھڑ گھوڑے سے گر کر تڑپنے لگا۔ افریقہ کے اس مغرور و متکبر شہنشاہ کے رسالہ خاص کے سوار دیکھتے ہی رہ گئے کوئی بھی اس کی مدد نہ کر سکا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر عدم کے اس گوشہ میں جا پڑا جہاں اس کے پیش رو گئے تھے۔

شاہزادی ہیلن یہ روح فرسا منظر دیکھ کر تڑپ گئی۔ باپ کی محبت نے اس کے سینہ میں جوش مارا۔ اسے رنج و قلق کے ساتھ غصہ بھی آیا چہرہ بھبوکا بن گیا۔ بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں سے بجلیاں نکلنے لگیں۔ اس نے تلوار کھینچی اور گھوڑا بڑھا کر ابن زبیر کے پاس پہنچی۔ نہایت قوت سے تلوار کو تول کر اٹھایا۔

ابن زبیر نے اسے نہیں دیکھا تھا وہ سمجھے کوئی شاہی رسالہ کا سوار ان پر حملہ آور ہوا ہے۔ انھوں نے پھر ڈھال اور تلوار بلند کی اور اپنے اوپر حملہ کرنے والے کو دیکھا۔

جب ان کی نظر شاہزادی پر پڑی تو جلدی سے انھوں نے تلوار جھکالی اور آہستہ سے کہا "عبداللہ ابن زبیر کی تلوار کسی عورت پر نہیں اٹھ سکتی۔"

جب انھوں نے شاہزادی کو دیکھا تھا تو شاہزادی کی نظریں بھی اُن سے چار ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی نبض۔ انھیں دیکھتے ہی شاہزادی کا چہرہ جوش و غصہ سے سرد پڑ گیا۔ اس نے کبھی تلوار جھکالی اور غمناک لہجہ میں کہا "بے رحم، جلاد یہ تم نے کیا کیا میرے شفیق باپ کا سایہ میرے سر سے کیوں دور کر دیا"

ابن زبیر اس کا کیا جواب دیتے۔ وہ سر جھکا کر خاموش ہو گئے۔ شاہزادی کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

ابن زبیر نے دوبارہ نظر اٹھا کر اس حور طلعت کو دیکھا۔ وہ رو رہی تھی اور ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اسے روتے ہوئے دیکھ کر ابن زبیر کا دل بھی نرم ہو گیا۔ ان سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا۔ نہ اس نازنین کو تسلی دینے کی جرأت ہوئی۔ وہ خاموشی سے ہٹے اور دوسری طرف جا کر شاہی رسالہ پر حملہ آور ہوئے۔

بیالیسواں باب

رقیبوں کا مقابلہ

بادشاہ کے مرتے ہی اس کی موت کی خبر تمام عیسائی لشکر میں گشت لگا گئی۔ ساتھ ہی مارقوس سپہ سالار کے مرنے کی خبر بھی عام ہو گئی۔ ان خبروں کو سننے سے عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے ان میں لڑنے کی جرأت و ہمت باقی نہ رہی اور وہ بھاگنے کا راستہ دیکھنے لگے۔

ادھر مسلمانوں نے سنبھل کر نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا۔ اس حملہ نے ان کی رہی سہی ہمت بھی توڑ دی اور وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ چونکہ نہایت بدحواس تھے اسلئے جسکا جس طرف منہ اٹھا بھاگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جونہی مسلمانوں نے انھیں بھاگتے ہوئے دیکھا، اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر ان کے تعاقب میں دوڑے۔ اب یہ حالت تھی کہ عیسائی آگے آگے بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کے پیچھے انھیں قتل کرتے جا رہے تھے۔ ہر طرف حدِ نگاہ تک گھوڑوں کی بھاگ دوڑ جاری تھی۔

شور و ہنگامہ ایسا ہو گیا تھا، کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مار کاٹ چیخ پکار۔ بھاگ دوڑ زور شور سے ہو رہی ہے۔

جونہی سردار نے دیکھا کہ عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں انھوں نے اپنے رسالے کو عیسائیوں کے کیمپ کی طرف بڑھایا اور جس قدر عیسائی انھیں راستہ میں ملے انھوں نے انھیں سب کو ڈھیر کر دیا۔

جب وہ کیمپ کے قریب پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ ماہوش لڑکیاں جو پری جمال ہیلن کے ساتھ آئی تھیں اور جو اس کی کنیزیں اور سہیلیاں تھیں۔ شاہی بیش قیمت ساز و سامان کو لوٹ کر گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ جانے کا قصد کر رہی ہیں۔

انھوں نے کیمپ کے گرد اپنے دستہ کو پھیلا دیا۔ اور یہ اعلان کرا دیا کہ کوئی مرد یا عورت بھاگنے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائیگا ابھی تک کیمپ میں ہزاروں غلام بھی موجود تھے۔ وہ بھی اپنے آقاؤں کا سامان لوٹ کر گٹھڑیاں باندھ کر بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

لیکن جب ان غدار مردوں اور بیوفا عورتوں نے اسلامی شیروں کو دیکھا اور ان کے اعلان کو سنا تو ان کے خرمنِ حرص و آز پر بجلی گری اور افسردہ دل ہو کر سامان رکھ کر گھوڑوں سے اتر اتر کر چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو نہایت حسرت اور یاس آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خصوصاً مہ جمال عورتیں اور لڑکیاں نہایت خائف ہوگئیں۔ ان کے چہروں کی گلابی رنگت اُڑ گئی۔ اور شہابی رخسارے سفید ہو گئے۔

وہ خوب جانتی تھی کہ لڑائی میں فاتح قوم مفتوح قوم کو بالکل کچل ڈالتی ہے۔ عصمت ریزی کرنا تو ایک معمولی بات سمجھتا ہے۔ اسی لیے وہ خوف و دہشت سے سفید پڑ گئی تھیں۔

انھیں مطلق خبر نہ تھی کہ مسلمان کبھی وحشیانہ اور سفاکانہ حرکتیں نہیں کرتا عورتوں کا خاص طور پر احترام کرتا ہے۔ اس کی تلوار نہ عورت پر اٹھتی تھی ہے نہ وہ اس کی آبرو ریزی کرتا ہے وہ ڈرتا ہے اس خدائے علیم سے جو ہر انسان کی ہر بات کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے خدا کے روبرو جاکر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ وہ قوم جو خدا سے ڈرتی ہو کس طرح جور و جبر اور بے حیائی کے کام کر سکتی ہے۔

ہاں جو قوم خدا کے وجود کی قائل نہیں۔ یا جو مذہب کو کھیل سمجھتی ہے دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ جانتی اور مانتی ہے وہ جو کچھ بھی نہ کرے۔ ظلم اور بے حیائی کر گزرے تھوڑا ہے۔

غرض سرور نے عیسائی کیمپ کا محاصرہ کر کے اُسے محفوظ کر لیا۔

جبکہ عیسائی اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑ کر انھیں قتل کر رہے تھے اس وقت شاہزادی ہیلین غم و فکر کی تصویر بنی اسی جگہ کھڑی تھی جس جگہ جرجیر قتل ہوا تھا۔

اگرچہ وہ غمزدہ تھی اور اس وقت رو تو نہ رہی تھی۔ البتہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے مگر وہ اب بھی نہایت ہی حسین اور معصوم معلوم ہو رہی تھی۔ اب بھی اس کے چہرہ سے حسن کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ اس عالمِ حُزن و ملال میں کھڑی تھی کہ لوسیا اس کے پاس آئی اس نے آہستہ سے کہا "حضور شاہزادی صاحبہ صبر کیجیے"۔

شاہزادی نے اس کی طرف دیکھا اس کا دل بھر آیا اور پھر زار و قطار رونے لگی۔

کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا "کیسے صبر کروں لوسیا! میرا باغ عشرت اُجڑ گیا۔ رفیق باپ مارا گیا۔ آہ کیا ہو گیا"۔

لوسیا تسلی دیتے ہوئے بولی "اب سوائے صبر کے چارہ کیا ہے۔ شاہزادی دیکھو اس وقت منحوس مسلمان عیسائیوں کے تعاقب میں دوڑ رہے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی نہیں ہے یہ موقع یہاں سے نکل بھاگنے کا ہے آؤ بھاگ چلیں"۔

ہیلن نے اشک آلود آنکھیں اٹھا کر لوسیا کو دیکھتے ہوئے کہا "بھاگ چلیں" کہاں؟ کون سی جگہ جائے پناہ ہے لوسیا! ہماری عشرت و شادمانی کے ساتھ ساتھ ہماری آزادی کا بھی خاتمہ ہو گیا"۔

لوسیا۔ نہیں نہیں۔ ابھی موقع ہے اسے ہاتھوں سے نہ کھوئیے سبیطلہ قریب ہے اور ہم وہاں آسانی سے پہنچ سکتی ہیں۔

ہیلن۔ میں نہیں جا سکتی۔ تم جانا چاہو تو چلی جاؤ۔

لوسیا کو اس کے جواب سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا "آپ کیوں نہیں چلتی ہیں"؟

ہیلن۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے وہ مجھے بھی مار ڈالیں۔

لوسیا۔ الیما نہ کہئے شاہزادی صاحبہ! اب سبیطلہ کا تاج آپ کے سر پر رکھا جائے گا۔ ساری قوم کے سر آپ کے خوبصورت اور نازک پیروں پر جھکیں گے۔

ہیلن نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "اب مجھے نہ اس کی خواہش ہے نہ پرواہ"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوسیا۔ آپ کو نہ ہو لیکن عیسائیوں کو تو ہے۔

ہیلن۔ میں ایسے بزدل عیسائیوں کا منہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی جو اپنے بادشاہ کی لاش اور اپنی شاہزادی کو چھوڑ کر فرار ہو گئے ہیں۔

لوسیا۔ لیکن اگر آپ یہاں کھڑی رہیں تو مسلمان آپ کو گرفتار کر کے اپنی کنیز بنالیں گے۔ کیا یہ بات عبرتناک اور رنجیدگی کی نہ ہوگی کہ ایک شاہزادی جو عالی مرتبت اور جلیل القدر ہو مسلمانوں کی خادمہ بن کر ان کی خدمت کرے۔

ہیلن۔ اگر قسمت میں لکھا ہے تو ضرور خادمہ بنوں گی اور کوئی تدبیر اور کوئی طاقت میری تقدیر کو نہ بدل سکے گی۔

لوسیا۔ لیکن آپ مسلمانوں کو نہیں جانتی ہیں۔ بڑے ہی سفاک، وحشی اور ظالم ہوتے ہیں۔ آپ چاند ہیں، دُنیائے حُسن کا چاند۔ وہ آپ کی آبروریزی کر ڈالیں گے۔

ہیلن کو جوش آگیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں غصہ سے بھری سُرخی چھاگئی اس نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ خنجر (اس نے اپنی پیٹی میں سے خنجر نکال کر لوسیا کو دکھایا) ایک دو مسلمانوں کے سینوں میں پیوست ہو کر پھر میرے سینہ میں اُتر جائے گا تم نہیں جانتی ہو لوسیا! میں افریقہ کے شہنشاہ جرجیر کی بیٹی ہوں وہ ملک و قوم پر نثار ہو گئے ہیں۔ میں عزت و آبرو پر قربان ہو جاؤں گی۔

لوسیا۔ لیکن اس سے کیا فائدہ ہوگا شاہزادی صاحبہ؟

ہیلن۔ میں اپنے باپ کی لاش کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔

لوسیا۔ آؤ ہم شہنشاہ کی لاش کو بھی اُٹھا کر لے چلیں۔

ہیلن۔ ہم لے جا سکیں گے۔ ہر طرف چپہ چپہ پر مسلمان بکھرے ہوئے ہیں ہم کس طرح اور کس راستہ سے جا سکتے ہیں۔

لوسیا۔ کوشش تو کریں حضور۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن۔ لاحاصل۔ کوئی نتیجہ نہیں۔

وہ کچھ سوچنے لگی۔ لوسیا نے پھر کہا: حضور ضد نہ کیجیے۔ آیئے چلیے حضرت مسیح کے لئے چلیے۔

ہیلن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: میں نہیں جا سکتی لوسیا! لیکن ہاں اگر تم چاہو تو چلی جاؤ۔

لوسیا۔ کیا آپ کو تنہا چھوڑ کر۔

ہیلن۔ ہاں مجھے میری قسمت کے حوالہ کردو اگر ہو سکے تو تم اپنی جان بچا کر لیجاؤ۔

لوسیا۔ میں آپ کے قدم چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔

ہیلن۔ میرے ساتھ اپنی زندگی خراب نہ کرو۔

لوسیا۔ میں آپ کی نمک خوار ہوں۔ آپ کے ساتھ رہوں گی جہاں جاؤ گی ساتھ چلوں گی۔ موت ہی آپ سے میرا ساتھ چھڑا سکے گی۔

ہیلن۔ تب تو میں تمہاری مشکور رہوں لوسیا۔

اس وقت سلوانوس کچھ سواروں کے ساتھ وہاں آ نکلا۔ شاہزادی کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ اس نے اس کے قریب آکر ادب سے اسے سلام کر کے کہا: حضرت مسیح کا احسان ہے کہ میں نے آپ کو صحیح و سالم پایا۔ آیئے میں آپ کو بحفاظت شہر سبیطلہ پہنچادوں۔“

ہیلن نے بھولی مگر ہوشربا نگاہوں سے اس کشتہ ناز کو دیکھتے ہوئے کہا ”تمہارا شکریہ سلوانوس! میں نہیں جا سکتی۔ لیکن تم جاؤ اس طرف مسلمان نہیں ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھو اور تم خاموشی کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ۔“

سلوانوس نے اس کے پھول سے گلابی گالوں پر نظریں جما کر کہا۔ مگر شاہزادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صاحبہ! یہ خادم آپ ہی کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اس وقت جان پر کھیل کر آپ کے پاس آسکا ہوں۔ ضد نہ کیجئے۔ آیئے چلیئے۔"

ہیلن۔ نہیں۔ میں نہ جاؤں گی سلوانوس میں ایک مرتبہ اور تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ تم جاؤ نرغۂ اعداء سے نکل جاؤ۔

سلوانوس۔ لیکن میں بغیر آپ کے نہیں جاسکتا۔

ہیلن۔ ایسی ضد نہ کرو۔

سلوانوس۔ شاہزادی صاحبہ آپ نہیں جانتیں کہ مجھے آپ سے کس قدر محبّت ہے۔

"محبت ہے ... ؟" ہیلن نے کہا۔ اور حیرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"سلوانوس نے سنجیدگی سے کہا" والہانہ محبت ہے اپنی سہیلی لوسیا سے دریافت کرلیجئے۔"

ہیلن۔ اس خیال کو اپنے دل سے نکال ڈالو۔ میں افریقہ کے شہنشاہ کی بیٹی ہوں میری رگوں میں شاہی خون ہے میں تمہاری نہیں ہوسکتی۔

سلوانوس۔ لیکن شہنشاہ نے جو اعلان کیا تھا۔

ہیلن۔ افسوس تم اسے پورا نہ کرسکے اگر کرلیتے تب معاملہ ہی اور ہو جاتا۔

سلوانوس۔ مگر شاہزادی صاحبہ! میں آپ کو حاصل کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں اور اب آپ میرے ہاتھ آگئی ہیں اس لئے میں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اگر خوشی سے میری بننے کیلئے میرے ساتھ نہ چلوگی تو زبردستی لے جاؤں گا۔

یہ گستاخانہ بات سن کر ہیلن کو غصّہ آگیا۔ اس کا چہرہ گلابی رنگ میں ڈوب گیا آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ اس نے غضبناک ہوکر کہا "کم اصل کم ذات تیرا یہ ارادہ۔"

سلوانوس کو بھی طرارہ آگیا۔ اس نے درشت لہجہ میں کہا "ہیلن بھول جاؤ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات کو کہ تم شاہزادی تھیں۔ تمہارا باپ مارا گیا، سلطنت جاتی رہی یا جاتی رہیگی۔ اب تم ایک معمولی یتیم لڑکی ہو۔ میرے قبضہ میں ہو۔ میں تم سے ڈرنے والا نہیں اگر خوشی سے نہیں چلتی ہو تو میں تمہیں گرفتار کرا کر لیجاؤں گا۔ اور پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ تم سے باقاعدہ گرجہ میں شادی کرونگا لیکن اب تمہیں اپنی داشتہ بنا کر رکھوں گا۔"

ہیلن غصہ سے سرخ ہو گئی۔ اس نے اپنی تلوار میان سے کھینچ لی اور ڈپٹ کر کہا "او نفس کے کتے! اگر تو ذرا بھی اپنی حد سے بڑھا تو یہ تلوار تیرے سینہ میں اتر جائے گی۔"

سلوانوس استہزاء کے طور پر ہنسا۔ اس نے کہا "ابھی یہ شیخی معلوم ہو جائے گی۔"

اس نے اپنے سواروں کو اشارہ کیا اور وہ شاہزادی کو قید کرنے کے لئے بڑھے یہ دیکھ کر شاہزادی متردد و متفکر ہو گئی۔

ابھی وہ پریشان ہی ہو رہی تھی اور نگاہیں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ عیسائی سوار اس کی طرف بڑھنے لگے۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمان اس سے اتنے فاصلہ پر عیسائیوں کے تعاقب میں تھے کہ اس کی آواز ان تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ سلوانوس اسے قید کئے بغیر نہ مانے گا اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ ایک دو عیسائیوں کو مار کر مر جائے گی۔

لیکن ابھی عیسائی اس کے قریب بھی نہ پہنچے تھے کہ چند گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی پشت کی جانب سے کچھ اور عیسائی آ رہے تھے۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے یہ سوار قریب آئے سب سے آگے ارسالوس نذولیہ کا بادشاہ تھا اس نے آتے ہی ڈپٹ کر کہا "خبردار شاہزادی کیطرف کوئی نہ بڑھے۔"

شاہزادی حیران رہ گئی لیکن اسے کچھ ڈھارس ہوئی۔ سلوانوس کو غصہ آ گیا وہ سمجھ گیا کہ ارسانوس اس کا رقیب ہے اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "بہادرو! اس غدار نمک کے ٹکڑے کر ڈالو یہ مسلمانوں سے ملا ہوا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے یہ کہتے ہی اس کے سوار اکٹھے ہو کر ارسانوس اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ خود سلوانوس بھی شریک جنگ ہو گیا۔ اور اس طرح عیسائیوں میں آپس ہی میں لڑائی ہونے لگی۔

تینتالیسواں باب

مسلمانوں کی حیرت

جبکہ مسلمان عیسائیوں کے تعاقب میں دوڑ دوڑ کر انھیں قتل و گرفتار کر رہے تھے جبکہ سرور نے عیسائیوں کے کیمپ پر پہرہ لگا کر غلاموں اور کنیزوں کو لوٹ و غارت گری سے باز رکھا تھا اسوقت عیسائیوں کی دو جماعتیں آپس میں مصروف جنگ ہو گئی تھیں سلوانوس اور ارسانوس دونوں اپنے اپنے جانباز سپاہیوں کو للکار للکار کر جوش دلا رہے تھے اور ان کے وفادار سپاہی جوش میں آ آ کر لڑ رہے تھے۔

سلوانوس اور ارسانوس بھی لڑائی میں شریک ہو گئے تھے۔ شاہزادی ہیلن اور لوسیا ایک طرف کھڑی اس جنگ کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ دونوں خوب جانتی اور سمجھتی تھیں کہ یہ لڑائی شاہزادی کی وجہ سے ہو رہی تھی۔ وہ دونوں اس حور لقا کے فدائی تھے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لیے لڑ رہے تھے۔

لوسیا نے آہستہ سے کہا "شاہزادی صاحبہ! آپ نے دیکھا میرے کہنے پر عمل کرنے سے آفت سر پر آ گئی تھی وہ تو حضرت مسیح نے مہربانی کر کے غیب سے سلامتی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ آیئے اب چپکے سے کھسک چلیں۔"

ہیلن نے استقلال کے لہجہ میں جواب دیا "نہیں لوسیا میں یہاں سے نہیں جا سکتی۔"

لوسیا نے اس کے رُخِ انور پر نظریں گڑا کر کہا "کیوں نہیں جا سکتی ہو تم؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن۔ اس کی وجہ تمہیں معلوم ہو جائے گی۔

لوسیا۔ شاید آپ واقف نہیں ہیں کہ ارسانوس بھی آپ کو چاہتا ہے۔

ہیلن۔ میں جانتی ہوں۔ اس نے شہنشاہ کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

لوسیا۔ تو کیا آپ اب اس کے پاس رہنے پر رضامند ہیں۔

ہیلن۔ نہیں لوسیا میں کسی کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔

لوسیا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی ایک فتحیاب ہوگا۔ اور فاتح آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرے گا۔

ہیلن۔ اطمینان رکھو میں ان میں سے کسی کے ساتھ نہ جاؤں گی۔

لوسیا کی الجھن بڑھتی جاتی تھی۔ اس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ شاہزادی کو کیا ہوگیا وہ کیوں نہیں چلتی۔ کیا کرنا چاہتی ہے؟

ارسانوس اور اس کے سپاہیوں نے بہت سے سلوانوس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا تھا اور اب ارسانوس سلوانوس پر حملہ کر رہا تھا۔ دونوں گتھ گئے تھے اور دونوں میں تلوار چل رہی تھی۔ آخر ارسانوس کا وار کاری پڑا۔ اور سلوانوس مارا گیا۔ یہ دیکھتے ہی سلوانوس کے ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے ارسانوس نے ان کا تعاقب نہیں کیا اور انھیں نکل جانے دیا۔

جب میدان صاف ہوگیا تب وہ تلوار میان میں ڈال کر شاہزادی کے قریب آیا نہایت ادب سے سلام کیا اور بولا "حضور شاہزادی صاحبہ میں نے اس گستاخ کو جس نے حضور کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ایسی سزا دی ہے جس کا مستحق تھا اب ارشاد ہو کہ حضور کہاں تشریف لے چلنا چاہتی ہیں تاکہ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں"

ہیلن اور لوسیا کا خیال تھا کہ وہ شاہزادی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کریگا۔ لیکن جب انھوں نے اس کی گفتگو سنی تو کمال متعجب ہوئیں۔ ہیلن نے کہا "میں کہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاؤں میرے لئے کہاں جائے پناہ ہے؟"

ارسانوس۔ حضور اداس نہ ہوں جس جگہ حضور مناسب سمجھیں حکم دیں آپ کا یہ خادم حضور کو وہیں پہنچا دیگا اور اگر علیا حضرت مناسب خیال فرماویں تو زویلہ چلیں آپ کا یہ غلام آپ کی حفاظت میں اپنی جان تک دے ڈالیگا۔

ہیلن۔ نہیں میں کہیں جانا نہیں چاہتی۔

ارسانوس۔ حضور کو شاید اس خادم سے کچھ شک پیدا ہوگیا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ میں نے شہنشاہ کی خدمت میں عقد کا پیغام بھیجا تھا اور میں کھلے دل سے اس بات کا بھی معترف ہوں کہ میں مسلمانوں کے ساتھ صرف اس لئے آیا تھا کہ کسی طرح حضور کو حاصل کروں لیکن اب میں بدل گیا ہوں اب میرا کام حضور کی رضامندی پر عمل کرنا ہے جو حضور حکم دیں گی اس کی تعمیل کروں گا۔

ہیلن۔ لیکن یہ تبدیلی تم میں کیسے پیدا ہوگئی؟"

ارسانوس۔ اگر حضور سننا ہی چاہتی ہیں تو سنئے مجھے مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہوئے ایک عرصہ ہوگیا ہے۔ میں نے انھیں نہایت ہی پاکباز خوش اخلاق مہذب خدا ترس اور دیندار پایا ہے۔ ان کی ہم نشینی نے میری تمام برائیاں دور کردی ہیں۔ مسلمان ایک کمزور عورت کو ستانا نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں میں بھی برا سمجھنے لگا ہوں۔

ہیلن۔ مگر میں نے تو اس کے برعکس مسلمانوں کے متعلق سنا تھا۔ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ وہ بڑے ہی سفاک۔ ناخدا ترس۔ وحشی۔ جاہل اور خود غرض لوگ ہیں۔

ارسانوس۔ میں نے بھی ایسا ہی سنا تھا حضور لیکن جب ان سے سابقہ پڑا ان کے پاس رہا تو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف متعصب عیسائی جھوٹے پروپیگنڈہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے رہتے ہیں۔

ہیلن۔ اس غلط بیانی سے عیسائی کیا فائدہ سمجھتے ہیں؟

ارسانوس۔ وہ نہیں چاہتے کہ عیسائی اور مسلمان آپس میں مل کر بیٹھیں کیونکہ انہیں خوف ہے کہ کہیں مسلمانوں کا جادو عیسائیوں پر نہ چل پڑے اور وہ سب مسلمان نہ ہو جائیں۔

ہیلن۔ آپ کہاں مقیم ہیں؟

ارسانوس۔ میں اسلامی کیمپ میں ٹھہرا ہوں۔ حضور وہاں تشریف لے چلنا چاہیں تو وہاں چلیے۔ زویلہ چلنا چاہیں وہاں کا حکم دیجیے اور اگر سبیطلہ منظور ہو تو وہاں پہنچا دوں

ہیلن۔ میں ابھی کہیں نہیں جانا چاہتی دیکھتی ہوں مسلمان میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں

ارسانوس۔ وہ آپ کی عزت آپ کے شان کے مطابق کریں گے۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ ہرقل اعظم کی بیٹی کو ان مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب ہرقل اعظم نے اپنی بیٹی کو طلب کیا تو انھوں نے اسے عزت و احترام کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دیا۔

ہیلن نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا ہاں میں نے سنا تھا مگر اس کا باپ زندہ تھا اور میرا باپ مر چکا ہے۔

ارسانوس۔ لیکن آپ شاہزادی ہیں وہ آپ کا پورا پورا احترام کریں گے۔ دیکھیے وہ مسلمان تعاقب سے واپس آرہے تھے وہ سب عبداللہ رض کے پاس اسلامی علم کے نیچے آآکر کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ سردار نے ایک سوار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھیج دی تھی کہ اس نے عیسائیوں کے کیمپ پر پہرہ لگا دیا ہے۔

عبداللہ نے کچھ لوگوں کو شہیدوں کے جمع کرنے کا حکم دیا اور کچھ لوگوں کو عیسائی کیمپ کی طرف بھیجا۔ اور ہدایت کر دی کہ وہ تمام سامان لے آئیں۔

تھوڑی ہی دیر میں دونوں کام انجام پا گئے۔ آج مسلمان تین سو شہید ہوئے تھے۔ اور عیسائی ساٹھ ہزار مارے گئے تھے۔ چار سو مسلمان زخمی تھے عیسائی زخمیوں کا شمار نہ تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس مشہور جنگ میں آٹھ سو بیس مسلمان شہید ہوئے تھے اور ایک ہزار زخمی ہوئے تھے عیسائی ایک لاکھ دس ہزار مارے گئے تھے ان مرنے والوں میں وہ زخمی بھی شامل ہیں جو خفیف طور پر گذشتہ دنوں کی لڑائی میں مجروح ہوئے تھے۔

اور آج لڑائی میں شریک تھے۔ ان میں بہت سے کام آ گئے تھے۔

اس طرح سے صرف دس ہزار عیسائی بمشکل اپنی جانیں بچا کر لیجا سکے تھے مسلمانوں نے شہیدوں کے جنازے کی نماز پڑھی اور انھیں دفن کر دیا۔

مال غنیمت اور قیدی اسلامی کیمپ میں پہنچا دیئے گئے۔ اب عبداللہ کے پاس ارسانوس شاہزادی ہیلن اور روسیا کو لیکر پہنچا۔ اس نے عبداللہ سے کہا "یا امیر عسکریہ یہ شہنشاہ جرجیر کی بیٹی شہزادی ہیلن ہے"

عبداللہ نے نظر اٹھا کر اس کے روئے آتشیں کی طرف دیکھا اور کہا "کیا یہی وہ لڑکی ہے جس کی شادی کے لیئے اس کے باپ نے میرے سر کا انعام مقرر کیا تھا"

ہیلن، عبداللہ کی زبان سے یہ گفتگو سن کر کانپ گئی۔ اُسے خوف ہوا کہ اسلامی سپہ سالار یقیناً اسے قتل کر دیگا وہ امید و بیم کی نگاہوں سے عبداللہ کی طرف دیکھنے لگی۔

ارسانوس نے کہا "جی ہاں یہی وہ شاہزادی ہے جس کے حسن و جمال کی شہرت تمام عیسائی دنیا میں ہے"

عبداللہ نے مسکرا کر کہا "حقیقت یہ ہے کہ نہایت خوبصورت لڑکی ہے بہن! تمہارا باپ کہاں ہے؟"

عبداللہ کو معلوم نہ تھا کہ جرجیر قتل ہو گیا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ بھاگ گیا ہے اپنے باپ کا نام سن کر ہیلن کا دل بھر آیا۔ اُس نے چشم پُرنم ہو کر کہا "مارے گئے"

عبداللہ نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا "مارے گئے ....؟ کس نے قتل کیا انھیں؟"

ہیلن "ایک نوجوان مسلمان نے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ۔ معاف کرنا شہزادی میں نے تمہارا دل دکھایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ مارے جا چکے ہیں تو میں ہرگز تم سے ایسا سوال نہ کرتا۔ تمہارے غم و تکلیف کا میرے دل پر خاص احساس ہوا ہے میں تمہیں اسی وقت رہا کر دیتا لیکن اب یہ بات میرے بس میں نہیں رہی ہے۔

ہیلن کے دل پر ان کی اس نرم گفتگو کا بڑا ہی گہرا اثر ہوا۔ اس نے دریافت کیا "کس وجہ سے آپ مجبور ہو گئے ہیں؟"

عبداللہ نے جواب دیا "میری مجبوری کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے باپ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص میرا سر اتار کر اس کے پاس لیجائے گا وہ اسکے ساتھ تمہاری شادی کر دیگا۔ اسی طرح میں نے اعلان کیا تھا کہ جو تمہارے باپ کو مار ڈالے گا۔ میں اس کی بیٹی اور ایک لاکھ دینار اسے دونگا چونکہ کسی مسلمان نے تمہارے باپ کو مار ڈالا ہے اس لئے اب وہ تمہارا حق دار ہو گیا ہے۔ ہاں اس بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے دعویدار مسلمان سے کہوں گا کہ وہ تمہیں آزاد کر دے اور مجھ سے ایک لاکھ دینار لے لے"

ہیلن۔ اب جو کچھ میری قسمت دکھائے گی دیکھوں گی۔

عبداللہ۔ اپنے دل کو تھوڑا نہ کرو شاہزادی۔ اول تو مجھے یقین ہے کہ تمہارا دعویدار تم سے دست بردار ہو جائے گا۔ اور تم آزاد کر دی جاؤ گی لیکن اگر وہ دست بردار نہ بھی ہوا تو تمہیں مسلمانوں میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔

ہیلن خاموش ہو گئی۔ عبداللہ نے کہا "آپ اپنے لئے اگر علیحدہ خیمہ لینا چاہیں تو خاص آپ کا خیمہ آپ کے لئے نصب کرا دیا جائے اور اگر خواتین عرب کے ساتھ رہنا پسند کریں تو وہاں بھیجدیا جائے"

ہیلن۔ فی الحال مجھے مسلمان عورتوں ہی میں بھیجدیجئے۔

عبداللہ۔ بہتر ہے سرور تم شاہزادی کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرور بھی عبداللہ کے پاس آ گئے تھے وہ شاہزادی ہیلن کو اپنے ہمراہ لیکر سراپردہ میں پہنچے اور انھیں عورتوں کے سپرد کر آئے۔ جب عربی خواتین کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہیلن شاہزادی ہے اور وہی شاہزادی جس کی شادی کے لئے مسلمانوں کے سردار کے سر کی شرط لگائی گئی تھی تو سب اسے دیکھنے کے لئے اُمنڈ آئیں۔ جوروش سلمی بھی آئی سب اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

تمام لڑکیاں اور ساری عورتیں اس کے ساتھ نہایت خلق و محبت کے ساتھ پیش آئیں سب نے اس کی شایانِ شان اس کا احترام کیا۔

مسلمان عورتوں کو یہ بات معلوم تھی کہ عیسائی بادشاہ اور بادشاہ زادیاں نہایت ناز و نعم میں پرورش پاتی ہیں۔ نرم نرم مخملی گدیلوں اور قالینوں پر بیٹھتی اور گداز ریشمی بستروں پر سوتی ہیں۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتی ہیں اس لئے ایک بوڑھی عورت نے کہا "شاہزادی صاحبہ ہملوگ سادہ طریقہ پر رہتے ہیں ہماری ضروریات بہت محدود ہیں۔ ہمارا اوڑھنا اور بچھونا کمبل ہیں کاٹھ کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں۔ ہم آپ کے لئے سپہ سالار سے کہہ کر آپ کے شایان شان سامان منگواتے ہیں جب تک سامان آئے آپ کمبل پر تشریف رکھیں"

ہیلن نے کہا "میرے لئے کوئی سامان نہ منگوایئے۔ میں آپ کے ساتھ رہنے کے لئے آئی ہوں جب تک بھی رہ سکوں جسطرح آپ رہتی ہیں اسی طرح میں بھی یہاں رہوں گی"

عربی خاتون۔ لیکن اس سے آپ کو تکلیف ہو گی۔

ہیلن۔ نہیں مجھے تکلیف نہ ہوگی۔

عورتوں نے اس کی مدارات شروع کی اور وہ ان کا خلق ان کی مروت دیکھکر نہایت محظوظ و مسرور ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ اس روز مسلمان تھک زیادہ گئے تھے اسلئے نماز پڑھکر کھانا تیار کرنے لگے۔

دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی عبداللہ نے شاہزادی ہیلن کو اپنے خیمہ پر طلب کرلیا اور تمام افسروں کو بھی بلالیا۔ لیکن ابن زبیر نے کہلا بھیجا تھا کہ وہ اسوقت مصروف ہیں اسلئے آنے سے قاصر ہیں جب تمام افسر سپہ سالار کے پاس آ گئے۔ تو انھوں نے کہا "مسلمانوں! جرجیر مارا گیا۔ اور اس کی پری جمال بیٹی گرفتار ہو گئی جس شخص نے جرجیر کو قتل کیا ہو وہ اٹھے اور شاہزادی کو اور ایک لاکھ دینار لے لے۔

عبداللہ کا یہ خیال تھا کہ جرجیر کو ضرور ان افسروں ہی میں سے کسی نے قتل کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اٹھ کر جرجیر کے قتل کرنے کا دعویٰ نہ کیا۔

شاہزادی ہیلن بھی ادھر ادھر نگاہیں اٹھا اٹھا کر کسی کی جستجو کر رہی تھی لوسیا اس کے پاس بیٹھی اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔

جب کسی شخص نے جواب نہ دیا تو عبداللہ نے کہا" معلوم ہوتا ہے آپ میں سے کسی شخص نے جرجیر کو قتل نہیں کیا ہے"۔

ابن عمر نے کہا" سب کی خاموشی سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے"۔

عبداللہ۔ تب مجھے منادی کرانی چاہیئے۔

حضرت حسینؓ۔ بیشک منادی کرانی چاہیئے۔

فوراً عبداللہ نے کئی سواروں کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ باآواز بلند منادی کر دیں کہ شہزادی ہیلن گرفتار ہو کر آگئی ہے جس مسلمان نے جرجیر کو قتل کیا ہے وہ سپہ سالار کے خیمہ پر آکر اپنا انعام لے جائے

سوار دوڑ گئے اور انھوں نے تمام لشکر میں منادی کر دی ہر سپاہی اور ہر افسر کو اس منادی کی اطلاع ہو گئی۔ ابن زبیر نے بھی سُنا وہ مسکرائے اور باہر سے اپنے خیمہ کے اندر جا بیٹھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سواروں نے واپس جاکر عبداللہ کو اطلاع دی کہ وہ منادی کر آئے ہیں۔ شہزادی اور دوسرے مسلمانوں کو خیال تھا کہ جرجیر کا قاتل اب آنیوالا ہے لیکن گھنٹوں پر گھنٹے گذر گئے اور کوئی شخص بھی نہ آیا۔

عبداللہ نے کہا "حیرت کی بات ہے کس نے جرجیر کو قتل کیا ہے اور کیوں نہیں وہ اپنا انعام لینے آتا ہے"

ابن زبیر نے کہا "ممکن ہے وہ شخص کہیں گیا ہوا ہو۔

عبداللہ۔ ہوسکتا ہے اچھا میں انتظار کروں گا شاہزادی تم سراپردہ میں جاؤ ہیلن چلی گئی عبداللہ نے ظہر کی نماز تک انتظار کیا لیکن کوئی نہ آیا آخر جب سب لوگ نماز کے لئے آئے تو بعد نماز کے پھر انھوں نے ہر صف میں اعلان کرایا ابن زبیر نے پھر اس اعلان کو سنا اور پھر مسکرا کر اٹھے اور چلے گئے۔

آخر اس تمام دن ہر نماز کے بعد عبداللہ اعلان کراتے رہے لیکن انعام لینے کے لئے ان کے پاس کوئی نہ آیا۔ ابن زبیر اعلان کو سنتے تھے اور مسکرا کر خاموش رہ جاتے تھے۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد بھی اعلان کیا گیا اور جب بھی کوئی نہ آیا تو عبداللہ نے ہیلن کو بلا کر کہا "کیا یہ حقیقت ہے کہ کسی مسلمان نے ہی تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟"

ہیلن نے دل گرفتگی کے ساتھ جواب دیا "جی ہاں"

عبداللہ۔ تعجب ہے میں کل سے اعلان کرا رہا ہوں لیکن وہ شخص اپنا انعام لینے نہیں آیا۔ اب میں تمہیں سبیطلہ اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور جب وہ فتح ہو جائے گا تب اس لشکر کے ہمراہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ تمہارے متعلق وہی فیصلہ کریں گے"

ہیلن کیا جواب دیتی خاموش ہو رہی۔ اسے پھر سراپردہ میں بھیجدیا گیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبداللہ نے لشکر میں اعلان کرا دیا کہ اگلے روز لشکر سبیطلہ کی طرف کوچ کرے گا لوگ تیار ہو جائیں۔

چوالیسواں باب

کیف آور باتیں

ہیلن نے سراپردہ میں جا کر دیکھ لیا تھا کہ مسلم عورتیں نہایت ہی سادہ طریقہ پر رہتی ہیں نہ پر تکلف لباس ہے نہ بیش قیمت زیورات۔ معمولی قسم کے مگر صاف کپڑے پہنتی ہیں پاکیزگی کو بہت پسند کرتی ہیں۔ صفائی کا زیادہ خیال رکھتی ہیں بچوں کو دن میں دو مرتبہ نہلاتی ہیں خود ایک مرتبہ نہاتی ہیں۔ اور آپس میں اس محبت و پیار اور اخلاص و مروت کا برتاؤ کرتی ہیں کہ کوئی انھیں دیکھکر یہ کہہ نہیں سکتا کہ وہ حقیقی بہنیں نہیں ہیں۔ ہر کام میں ایک دوسری کا ہاتھ بٹاتی رہتی ہیں۔ شاہزادی کا خیال یہ تھا کہ عرب لوگ۔ اس خطہ کے رہنے والے ہیں جہاں گرمی زیادہ پڑتی ہے اور گرم ممالک والے سیاہ فام اور بدصورت ہوتے ہیں۔ لیکن جب اس نے عربی مردوں اور عورتوں کو دیکھا تو ان کی صورتیں اچھی اور گندمی رنگ دیکھے عورتوں کے نقش و نگار نہایت ہی دلفریب تھے اس پر ان کی تزئین اور بھی غضب کی تھی۔ سب کے سروں کے بال سیاہ لمبے اور ریشم کی طرح ملائم تھے۔ جن کی دو چوٹیاں گندھی ہوئی سینہ کے دونوں طرف پڑی رہتی تھیں۔ اسے بالوں کے گوندھنے کا یہ طریقہ بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔

اس نے جب سلمیٰ کو دیکھا تو اس کا حسن و جمال دیکھکر حیران رہ گئی۔ اسے اپنی خوبصورتی پر ناز تھا مگر جو دلکشی سلمیٰ کی صورت میں تھی۔ اور جو تابش اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حُسن میں تھی وہ اسے خود اپنی صورت میں نظر نہ آتی تھی۔ اسے سلمیٰ سے خاص لگاؤ ہوگیا تھا اور وہ اس کے ہی خیمہ میں ٹھہر گئی تھی۔

حبیب اور سلمیٰ دونوں کو اس بات پر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ افریقہ کی وہ پری رو شاہزادی جس کے حُسن کا شہرہ دنیا جہاں میں تھا ان کے پاس مقیم ہوئی تھی۔ سلمیٰ اس کی مدارات میں بچھی جاتی تھی۔ نوسیا بھی وہیں ٹھہر گئی تھی اور شاہزادی کی باقی کنیزیں کئی خیموں میں سراپردہ کے قریب ہی علیحدہ ٹھہرائی گئیں تھیں۔

ہیلن کچھ مغموم و متفکر رہتی تھی سلمیٰ چاہتی تھی کہ وہ بشاش رہے اس نے کہا، "شاہزادی! تم غمگین نہ رہا کرو۔ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ کر آزردہ ہو جاتی ہوں۔"

ہیلن نے کہا، "سلمیٰ! میں تمہاری مشکور ہوں خوب جانتی ہوں کہ تمہیں مجھ سے کس قدر اُنسیت ہوگئی ہے کس درجہ میرے آرام و راحت کا خیال رکھتی ہو۔ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ تم میرے غم کا اثر لے رہی ہو لیکن میری قسمت میں یہی لکھا تھا سلمیٰ! تم میرے لئے کڑھا نہ کرو۔"

ہیلن۔ مجھے اس بات کا مطلق خیال نہیں ہے سلمیٰ۔ اب نہ میں شہزادی ہی ہوں نہ شاہی ساز و سامان کی خواہش رہی ہے۔ مجھے تمہاری سادہ معاشرت پسند ہے۔

سلمیٰ۔ پھر کیا فکر و غم ہے آپ کو۔

ہیلن۔ مجھے.... اچھا کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گی۔

سلمیٰ۔ ضرور۔

ہیلن۔ کیا تمہیں کسی سے محبت ہے۔

سلمیٰ کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اُس نے شرما کر اپنا سر جھکا لیا۔ ہیلن نے سمجھا وہ اس سے ناخوش ہوگئی۔ اس نے نرمی کے لہجہ میں کہا، "معاف کرنا سلمیٰ! میں نے تمہارے دل کو دکھایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلمیٰ نے سر اُٹھا کر شاہزادی کے روئے انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہماری قوم میں یہ بات ابھی بہت معیوب سمجھی جاتی ہے۔

ہیلن۔ مجھے خبر نہیں تھی ورنہ میں اس کا تذکرہ نہ کرتی۔

سلمیٰ۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا۔

ہیلن۔ سلمیٰ! میرے دل میں محبت کی چنگاری سُلگ اٹھی ہے۔ جس درد سے میں نا آشنا تھی۔ وہ درد پیدا ہو گیا ہے۔

سلمیٰ۔ اور اسی لئے شاید تم اپنے وطن میں رہنا چاہتی ہو۔

ہیلن۔ وطن میں.... نہیں میں وطن میں رہنا نہیں چاہتی۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ لوسیا آ گئی اور یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اس روز دن چھپنے کے بعد سرور ہیبب کے خیمہ پر پہنچے اتفاق سے حبیب وہاں نہ تھے شاہزادی ہیلن لوسیا اور سلمیٰ تینوں خیمہ کے باہر کمبل بچھائے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

سلمیٰ نے دور سے سرور کو آتے ہوئے دیکھا اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ آنکھوں میں روشنی آ گئی۔

جس جگہ یہ سب بیٹھی تھیں اس کے قریب ہی آگ روشن ہو رہی تھی اور اس کا عکس ان سب کے چہروں پر پڑ رہا تھا۔

ہیلن نے سلمیٰ کے چہرے کی تبدیلی کو دیکھا۔ وہ ہوشیار لڑکی تھی سمجھ گئی کہ کچھ دال میں کالا ہے۔

سرور جب ان تینوں مہوشوں کے قریب پہنچے تو سلمیٰ نے انھیں شرمیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کس لئے تشریف لائے ہیں آپ؟

ہیلن کو سرور ہی سپہ سالار کے خیمہ سے لا کر سراپردہ پر پہنچا گئے تھے لیکن اس وقت وہ کچھ عجیب قسم کے خیالات میں غلطاں و پیچاں تھی۔ اس نے انھیں نگاہ بھر کر نہ دیکھا تھا۔ مگر اب جو دیکھا تو ان میں مردانہ حسن کی تمام خصوصیات پائیں فوراً ہی اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ سلمیٰ کا چہرہ انھیں دیکھ کر کیوں چمک اٹھا تھا۔
سرور نے بڑی شستگی سے جواب دیا، میں عم بزرگوار سے کچھ کہنے آیا تھا۔ کیا وہ خیمہ کے اندر موجود ہیں؟"
سلمیٰ۔ جی نہیں وہ اس وقت کہیں گئے ہوئے ہیں۔
سرور۔ تب مجھے پھر کسی وقت آنا پڑے گا۔
یہ کہتے ہی وہ لوٹے اور چلے جب چند قدم کے فاصلہ پر پہنچ گئے تو سلمیٰ اٹھی، اس نے ہیلن سے کہا "میں ذرا ان سے دریافت کرتی ہوں یہ میرے ابا جان سے کیا کہنا چاہتے تھے۔
یہ کہہ کر وہ تیزی سے لپکی اور سرور کے قریب پہنچ کر تحکمانہ لہجہ میں بولی ذرا ٹھہریئے
سرور فوراً رک گئے اور اس حورلقا کیطرف پلٹ کر کھڑے ہوگئے۔ سلمیٰ انکے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا "شاید آپ اسوقت شاہزادی کو دیکھنے کے لئے آئے تھے"
سرور کی نگاہیں اس کے رخ روشن پر جمی ہوئی تھیں انھوں نے کہا "کیا سچ بتادوں سلمیٰ کہ میں اسوقت کس پری رو کو دیکھنے کے لئے آیا تھا"
سلمیٰ کچھ عجیب دلفریب نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھی اس نے کہا، ہاں سچ ہی بتایئے گا"
سرور۔ میں تمہیں، اور صرف تمہیں ہی دیکھنے کے لئے آیا تھا۔
یہ سُن کر سلمیٰ کا شک دور ہو گیا اور فرط مسرت سے اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک اٹھا۔ نگاہوں سے سحر آمیز چمک خارج ہونے لگی اس نے مسکراتے ہوئے کہا "لیکن آپ کے آنے کی وجہ ضرور ہوگی کوئی"
سرور۔ وجہ نہیں بلکہ بہانا کہیئے۔
سلمیٰ بیساختہ ہنس پڑی۔ اس کے خندہ دنداں نما سے شعاع حسن نکل کر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے منور چہرہ پر دوڑ گئی۔ اور وہ نیر حسن معلوم ہونے لگی۔ اس نے ہنسی کو ضبط کر کے کہا "بہانہ.... خوب آپ بہانے بھی کرتے ہیں۔"

سرور۔ سلمیٰ تمہیں دیکھنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

سلمیٰ۔ آپ مجھے دیکھنے ہی کیوں ہیں۔

سرور۔ تم یہ پوچھو کہ میں تمہیں کیوں نہ دیکھوں۔

سلمیٰ نے مسکرا کر کہا "اچھا یہی سہی"

سرور۔ اس لئے کہ تم میری زندگی کا روشن آفتاب ہو۔ ماہ حُسن ہو جس طرح چکور چاند کو، بلبل گل کو اور بھونرا پھول کی پتیوں کو دیکھے بغیر بے چین رہتا ہے اسی طرح تمہیں دیکھے بغیر بے کل رہتا ہوں۔

سلمیٰ شرما گئی اس کی شانِ حیا زہد شکن تھی اس نے شرمیلی نظروں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا "بس اب میں نے سمجھ لیا آپ ضرور شاعر ہو گئے ہیں"

سرور۔ اور مجھے شاعر تم نے بنا دیا ہے۔

سلمیٰ نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا "آپکی شاہزادی ہے تو غضب کی حسین"

سرور۔ میری شاہزادی ملکۂ حُسن ہے خدا کا شکر ہے کہ تم نے اپنے حُسن کا اعتراف اپنی زبان سے کیا۔

سلمیٰ۔ میں کیا کہہ رہی ہوں اور آپ کیا سمجھ گئے۔

سرور۔ میں نے جو سمجھا ہے وہ ٹھیک ہے۔

سلمیٰ نے مسکرا کر کہا "آپکی سمجھ کے کیا کہنے میں شاہزادی ہیلن کے متعلق کہہ رہی تھی

سرور۔ جیسی وہ ہے تم نے اسے دیکھ ہی لیا ہے۔

سلمیٰ۔ یہی میں کہہ رہی ہوں نہایت ہی خوبصورت ہے۔

سرور۔ ہو گی۔ سلمیٰ ایک بات کا خیال رکھنا کسی لڑکی کے حُسن کی تعریف کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرد کے سامنے نہ کرنا اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

سلمیٰ۔ آپ نے سچ کہا میں آئندہ سے احتیاط رکھوں گی آپ اباجان سے کیا کہنے آئے تھے۔

سرور۔ سپہ سالار نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں حبیب سے یہ کہدوں کہ وہ شاہزادی کی مدارات ان کی شان کے مطابق کریں۔

سلمیٰ۔ اگر آپ اجازت دیں تو سالارِ اعظم کا یہ پیغام ان سے میں کہدوں۔

سرور۔ ہاں کہدینا مگر سلمیٰ ایک بات تو بتاؤ۔

سلمیٰ۔ پوچھئے۔

سرور۔ کیا تم نے شاہزادی سے اپنے خیمہ میں رہنے کی استدعا کی تھی۔

سلمیٰ نہیں۔ بلکہ خود شاہزادی نے مجھ سے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

سرور نے اس بت طناز کے چاند سے چہرے پر نظریں گاڑ کر کہا" مجھے بھی یہی خیال تھا

سلمیٰ نے بھولی صورت بنا کر معصومانہ انداز میں کہا" آپکا یہ خیال کیوں ہوا تھا؟"

سرور نے جوابدیا" اس لیئے کہ اسکا تم سے بڑھے ہوئے حسن کی بدولت مانوس ہوجانا یقینی تھا۔"

سلمیٰ پھر شرما گئی اس نے کہا" ہمیں باتیں کرتے دیر ہو گئی ہے کہیں وہ دونوں عیسائی لڑکیاں مشکوک نہ ہو جائیں۔ اچھا۔ خدا حافظ۔

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے لپک گئی سرور بھی لوٹے اور اپنے خیمہ کیطرف چل پڑے۔

حور وش سلمیٰ جب شاہزادی ہیلن اور لوسیا کے پاس پہنچی تو اس کی شرمیلی آنکھیں اس کی محبت کے راز کو افشاء کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

شاہزادی نے اس کے چہرہ پر نظریں جما کر کہا۔" کیا کہنے آئے تھے یہ؟"

سلمیٰ نے ان کے پاس بیٹھ کر جواب دیا" کہنے تھے کہ سپہ سالار نے یہ حکم دیا ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاہزادی کی مدارات اچھی طرح کی جائے۔

ہیلن۔ میں تمام مسلمانوں کو عموماً اور ان کے سپہ سالار کی خصوصاً مشکور رہوں تم نے کہہ نہیں دیا کہ مجھے یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔"

سلمٰی۔ اسے وہ خود جانتے ہیں۔

ہیلن۔ یہ تھے کون؟

سلمٰی۔ سرایردہ کی حفاظت پر جو لشکر مامور ہے یہ اس کے افسر تھے۔

ابھی اسقدر گفتگو ہوئی تھی کہ حبیب آ گئے اور سلمٰی نے ہیلن کے سامنے ہی سپہ سالار کا پیغام انھیں سنا دیا۔ حبیب نے کہا "سلمٰی! شاہزادی تمہاری مہمان ہے تمہیں خاص طور پر اس کی آرام و آسائش کا خیال رکھنا چاہیئے۔"

ہیلن نے کہا "بہن سلمٰی! میرا بہت زیادہ خیال رکھتی ہیں میں اور میری سہیلی لوسیا یہاں ہر طرح خوش ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد کھانا تیار ہو گیا اور یہ سب کھانا کھانے لگی۔

پینتالیسواں باب

سبیطلہ کی فتح

جرجیر کی شکست کی خبر ان مفرور سپاہیوں نے جو میدان جنگ سے بھاگے تھے جہاں کہیں بھی گئے پہنچا دی۔ ہر اس بستی کے لوگ کانپ اٹھے جنھوں نے یہ روح فرسا خبر سنی۔

لیکن جب افریقہ کی دار السلطنت سبیطلہ میں خبر یہ پہنچی اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں ان کا شہنشاہ بھی کام آیا تو ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور شہر کے چپہ چپہ سے نالہ و شیون کی آوازیں آنے لگیں۔ لوگوں نے اس قدر گریہ وزاری اور اس درجہ ماتم کیا کہ قلعہ کے باہر (ان) کی دردناک آوازیں سنائی دینے لگیں۔

عیسائیوں کو حیرت تھی کہ ان کے سوا لاکھ آدمی کس طرح تھوڑے سے مسلمانوں نے مار ڈالے۔ جب دو ایک روز بعد ان کی طبیعتوں کو سکون ہوا تب انھوں نے مجلس شوریٰ منعقد کی ہر طبقہ کے آدمی بلائے گئے تھیوڈوس اور دوسرے پادری جو بھاگ آئے تھے وہ بھی شریک ہوئے اور اب اس بات پر غور و خوض ہونے لگا کہ جب مسلمان قلعہ کے سامنے آئیں تو ان کا مقابلہ کیا جائے یا قلعہ ان کے حوالہ کر کے ان کی اطاعت کر لیں۔

تاجروں اور زراعت پیشہ لوگوں کی رائے ہوئی کہ جب بادشاہ مارا جا چکا ہے تمام لشکر میدان جنگ میں کام آگیا ہے تو لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں صلح کر لینی چاہیئے لیکن تھیوڈوس اور متمول لوگوں نے کہا کہ مسلمانوں کی اطاعت کرنے سے مر جانا اچھا ہے۔ قلعہ بند ہو جاؤ اور جب تک ہو سکے محصور رہ کر ان کا مقابلہ کرو۔

چونکہ قلعہ نہایت ہی مضبوط اور بلند و بالا تھا اس لئے انھیں یقین تھا کہ مسلمان مدت تک اس کا محاصرہ کیئے پڑے رہیں گے اور آخر تھک کر وہاں سے چلے جائیں گے۔ انھوں نے قلعہ کے تمام نوجوانوں کو جبریہ فوج میں بھرتی کر لیا۔ قلعہ کے پھاٹک مضبوطی سے بند کر لیئے اور فصیل پر نوجوانوں کو چڑھا دیا۔ جگہ جگہ سنگریزوں، فلاخنوں اور تیروں کے انبار لگا دیئے۔ اور "مصیبت میں خدا یاد آتا ہے" کے مصداق انھوں نے گرجے میں جا جا کر بڑی عاجزی سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگنی شروع کیں۔

وہ عیسائی جو لہو و لعب میں مشغول رہ کر خدا کو بھول گئے تھے اب اسے یاد کرنے لگے تھے گرجے جو خالی پڑے رہتے تھے اور وہ ان میں جا کر جھانکتے بھی نہ تھے اب ہر نماز کے وقت بھر جاتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پادریوں کی بن آئی تھی اور وہ عجیب عجیب حکائیتیں اور روائتیں بیان کرکر کے عیسائیوں کو جوش وغصہ دلا رہے تھے اور عیسائی نوجوان بھی مرنے مارنے پر تیار ہو گئے تھے جبکہ عیسائی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایک روز عین دوپہر کے وقت اسلامی لشکر نمودار ہوا شیرانِ اسلام کو دیکھتے ہی عیسائیوں نے شور وغل کر کے تمام اہل قلعہ کو مسلمانوں کی آمد سے مطلع کر دیا۔

عیسائیوں کا جم غفیر فصیل پر چڑھا تھا چونکہ ان میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جنھوں نے مسلمانوں کو نہ دیکھا تھا اس لئے انھیں دیکھنے کے اشتیاق میں سب ہی چڑھ آئے تھے مسلمان عربی لباس پہنے بڑی شان سے گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے جب وہ قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر آ گئے تب رُکے اور قلعہ کے سامنے والے وسیع میدان میں اُتر پڑے۔ اترتے ہی خیمے بار برداریوں میں سے اُتار اُتار کر نصب کرنے لگے۔

مسلمانوں کا قاعدہ تھا کہ تھوڑا تھوڑا لشکر آگے پیچھے چلتا تھا چنانچہ ایک ایک افسر اپنا اپنا دستہ لیکر آیا اور میدان میں پھیل پھیل کر خیمہ زن ہونے لگا چار گھڑی دن باقی رہنے تک تمام لشکر آ گیا حتیٰ کہ امیر عسکر بھی آ گئے۔

اس روز مسلمانوں نے آرام کیا دوسرے روز صبح کی نماز پڑھ کر ہی عبداللہ بن سعد چند دلیروں اور تجربہ کار نوجوانوں کو ساتھ لیکر قلعہ کے گرد گشت لگانے کے لئے چلے۔ انھوں نے ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ قلعہ کا چکر لگایا لیکن کسی طرف بھی کوئی موقعہ ایسا نظر نہ آیا جو کمزور ہوتا اور جس کے ذریعہ سے قلعہ کے اندر رسائی ممکن ہوتی۔

دوپہر ہونے پر یہ لوگ لوٹ آئے اور مشورہ کرنے لگے طے یہ پایا کہ اہل قلعہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا جائے چنانچہ ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

عبداللہ بن سعد امیر لشکر اسلامیہ اور مصر کے والی (گورنر) کی جانب سے قلعہ سبیطلہ کے باشندوں کو معلوم ہو کہ خدائے قادر خالق کی اعانت سے ہم مسلمانوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فتح حاصل ہوئی۔ اور تمہاری قوم کو شکست ملی۔ تمہارا بادشاہ مارا گیا تمہارے ایک لاکھ لشکر کے زیادہ بہادر نوجوان میدان جنگ میں کام آئے۔ تمہاری شاہزادی گرفتار کرلی گئی تم میں اب مقابلہ کی سکت باقی نہیں رہی ہے عقلمندی اسی میں ہے کہ خونریزی کو بند کردو قلعہ کے دروازے کھول دو یقین رکھو تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کیجائیگی تم میں سے جو مسلمان ہو جائیگا وہ ہمارا بھائی ہوگا جو جزیہ دیگا اس کے جان و مال کی ہم حفاظت کریں گے انھیں اجازت دیدی جائے گی اور وہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لیکر جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے جو لوگ جزیہ دیکر قلعہ میں رہیں گے انھیں مذہبی آزادی ہوگی۔ عقلمندی اسی میں ہے کہ ان شرائط میں سے کسی ایک کو مان کر صلح کرلو۔ اگر تم نے صلح سے انکار کیا تو قلعہ پر حملہ کر دیا جائے گا اور اسے فتح کرنے پر تم میں سے کسی کو بھی امان نہ دیجائیگی۔"

یہ خط لکھکر ایک عیسائی قیدی کو دیا گیا۔ وہ چل کر سامنے آیا اور بلند آواز سے پکارا " اے سابیطلہ والو! میں مسلمانوں کا قاصد ہوں۔"

عیسائیوں نے جھانک کر دیکھا۔ رسیوں میں ایک ٹوکری باندھ کر لٹکائی اور قاصد کو اوپر کھینچ لیا۔ اس سے خط لیکر پڑھا۔ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تھیوڈوس نے کہا "بہادر عیسائیو! مسلمانوں کے دام اور چھانسے میں نہ آؤ وہ عیسائیوں کو فنا کرنا اور عیسائیت کو مٹانا چاہتے ہیں جس بستی میں بھی ان کے قدم گئے ہیں وہاں سے عیسائیت مٹادی گئی ہے تمہاری تعداد بہت کافی ہے ہمت نہ ہارو۔ لڑو تمہارا قلعہ فتح نہیں ہو سکتا۔"

بالآخر یہ طے ہوا۔ قاصد کو جواب نہ دیا گیا اور اسی ٹوکری میں بٹھا کر نیچے اتار دیا گیا جسمیں وہ اوپر لایا گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے سپہ سالار کے پاس آکر سفارت کی ناکامی کا حال بیان کر دیا۔

عبد اللہ نے اگلے روز لشکر قلعہ کے چاروں طرف پھیلادیا اور سختی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محاصرہ کرنے کا حکم دیا مسلمانوں نے رات دن قلعہ کی اس شدت سے نگہداشت شروع کی کہ پرندہ کو بھی پر نہ مارنے دیا۔ جب ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا تو عیسائیوں میں پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ مسلمان قلعہ فتح کئے بغیر نہ مانیں گے چنانچہ ان میں خوف و ہراس پھیلنے لگا۔ مسلمان دن کو بھی نگرانی کرتے تھے اور رات کو بھی نہ خود سوتے تھے نہ قلعہ والوں کو سونے دیتے تھے عیسائی تنگ آ گئے تھے۔

ایک شب کو جبکہ خود عبداللہؓ گشت لگا رہے تھے ایک عیسائی ان کے پاس آیا اس نے کہا "اگر آپ مجھے اور میرے اہل و عیال کو امان دینے کا وعدہ کریں تو میں وعدہ کرتا ہوں آج ہی آپ کو قلعہ میں داخل کرا دوں"

عبداللہ نے اقرار کر لیا۔ اس نے کہا "مجھے شہر والوں نے قاصد بنا کر جرجیر کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں وہاں سے مدد لیکر آؤں تم میں سے دو سو مضبوط جفاکش اور بہادر آدمی میرے ساتھ چلیں میں پھاٹک پر پہنچکر آواز دونگا اور بتاؤں گا کہ مسلمان قلعہ کے چاروں طرف اسطرح پھیلے ہوئے ہیں کہ میرا ان کی نگاہوں سے بچکر نکل جانا ناممکن ہے یقین ہے وہ مجھے قلعہ میں داخل کرنے کے لئے چھوٹی کھڑکی کھولیں گے تم سب میرے ساتھ ہی قلعہ کے اندر گھس جانا"

عبداللہ راضی ہو گئے انھوں نے دو سو سواروں کو منتخب کیا۔ انھیں گھوڑے سے اترنے کا حکم دیا اور ایک سوار کو لشکر کی طرف بھیجکر ہدایت کی کہ وہ تمام اس جانب والے سواروں کو اطلاع دیدے کہ وہ مسلح ہو کر تیار رہیں اور جونہی نعرہ کی آواز سنیں قلعہ کے پھاٹک کی طرف دوڑیں۔

سوار لشکر کیطرف چلا اور عبداللہ دو سو (۲۰۰) مجاہدین کو لیکر اس عیسائی کے پیچھے قلعہ کیطرف روانہ ہوئے۔

رات خوش قسمتی سے اندھیری تھی ہر طرف اس غضب کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ ہاتھ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ نظر نہ آتا تھا اس تاریکی میں یہ لوگ نہایت احتیاط سے چلکر پھاٹک پر پہنچے اور ادھر ادھر فصیل کے نیچے کھڑکی کے سامنے سے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

اب عیسائی نے کھڑکی پر تین مرتبہ دستک دی کسی نے کھڑکی کے پٹ کھولے اور جھانکا عیسائی قاصد نے کہا" مسلمان قلعہ کے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں اس لئے میں واپس لوٹ آیا ہوں دروازہ کھولو اور مجھے اندر لے لو۔

جھانکنے والا پہرہ دار تھا اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے عیسائی اس کے اندر داخل ہوا اس کے پیچھے ہی عبداللہ اور تین اور بہادر مسلمان گھُس گئے اور انھوں نے دروازہ میں داخل ہوتے ہی تلواریں نکال کر نہایت پھرتی اور قوت سے وار کرنا شروع کر دیئے۔ پھاٹک کے محافظ ان مسلمانوں کو دیکھ کر ششدر رہ گئے انھوں نے شور کیا" مسلمان آ گئے" اس آواز کے بلند ہوتے ہی تمام پہرہ والے ہوشیار ہو گئے۔ یہ پھاٹک کے محافظ تقریباً بچاس تھے سب نے تلواریں سونت لیں۔

مسلمانوں نے انھیں تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا اور جو بد بخت عیسائی جس مسلمان کے سامنے آ گیا۔ مارا گیا۔

مسلمان عیسائیوں کو مارتے اور انھیں پیچھے ڈھکیلتے جاتے تھے اور قلعہ کے باہر سے مزید مسلمان کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو کر لڑائی میں مشغول ہوتے جاتے تھے عیسائی لڑ بھی رہے تھے اور شور بھی کر رہے تھے ان کی آوازوں سے رات کا قدرتی سکوت ٹوٹ گیا تھا اور تمام قلعہ گونجنے لگا تھا۔

جب دس پندرہ مسلمان دروازے میں داخل ہو چکے تو دو مسلمانوں نے پھاٹک کے تالے توڑ ڈالے سلاخیں کھینچ کر پھینک دیں اور پھاٹک کھول دیا۔

پھاٹک کے کھلتے ہی باہر کھڑے ہوئے مسلمانوں نے نہایت زور سے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ بلند کیا اور دروازہ میں گھُس گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب چونکہ مسلمانوں کی کافی تعداد اندر داخل ہو گئی تھی اس لیے انھوں نے پہرہ والے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کیا۔ چند ہی منٹ میں ایک پہرہ دار بھی زندہ و سلامت باقی نہ رہا۔ مسلمان ان کا خاتمہ کر کے قلعہ میں گھس کر پھیل گئے۔

عیسائی سپاہی دوڑ دوڑ کر فصیل سے نیچے اترنے لگے اور آتے ہی تھوڑے سے مسلمانوں کو دیکھ کر ان پر حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی نہایت جوش و خروش سے وار کرنے اور لاشوں پر لاشیں گرانی شروع کر دیں۔ جنگ نہایت زور و شور سے شروع ہو گئی تھی۔ تلواریں اندھیری رات میں اٹھ اٹھ کر لڑنے والوں کا خاتمہ کر رہی تھیں۔ سر اچھل رہے تھے۔ دھڑ گر رہے تھے۔ خون بہہ رہا تھا۔ عیسائی شور کر رہے تھے۔ غرض عجیب طوفان بدتمیزی برپا تھا۔

دو سو مسلمان دور تک قلعہ میں پھیل گئے اور بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے عیسائی بھی قلعہ کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے پوری سرگرمی سے جنگ کر رہے تھے۔

جبکہ ہنگامہ دار و گیر تھا۔ موت اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی اور جنگ کے شعلے بھڑکتے جاتے تھے اللہ اکبر کی پرشور آواز بلند ہوئی اور مسلمان سواروں کا سیلاب قلعہ میں داخل ہوا۔ ان سواروں نے آتے ہی ادھر ادھر پھیل پھیل کر عیسائیوں کو اس طرح سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ موم کے پتلے ہوں اور مسلمان ان کے ساتھ کھیل کر توڑ مروڑ رہے ہیں۔ کچھ دیر تو عیسائی ڈٹے رہے لیکن آخر ان کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ جانیں بچانے کے لیے بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا وہ سارے قلعہ میں بکھر گئے اور ہر جگہ انھوں نے ان کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ چپہ چپہ پر عیسائیوں کو مار گرا دیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر عیسائیوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور "امان امان" چلانے لگے عبداللہ نے خونریزی بند کرتے اور ہتھیار بند عیسائیوں کو گرفتار کر لینے کا حکم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا چنانچہ مسلمانوں نے اس حکم کو سنتے ہی تلواریں میانوں میں ڈال لیں اور عیسائی سپاہیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

چھیالیسواں باب

تسلّط

شہر سبیطلہ کے عیسائیوں کو جب یہ خبر ہوئی تھی کہ ان کا شہنشاہ مسلمانوں پر حملہ کر کے ممالک مصر و شام پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو انھیں مسرت ہوئی تھی اور انھوں نے دامے درمے قدمے اور سخنے غرض ہر طرح حکومت اور شہنشاہ کی مدد کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ افریقہ کی سلطنت بہت زیادہ وسیع اور طاقتور ہو جائے گی لیکن جب جرجیر کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا تو سبیطلہ والے بہت پریشان اور متفکر ہوئے لیکن انھیں اپنے قلعہ کی وسعت اور مضبوطی پر بڑا ناز تھا۔ اسی لئے انھوں نے صلح سے صاف انکار کر دیا تھا سمجھتے تھے کہ مسلمان دو چار مہینے محاصرہ کر کے تنگ آ کر چلے جائیں گے۔

مگر جب مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے اور انھوں نے ہتھیار بند عیسائیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا تو عام عیسائیوں میں اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ چونکہ مسلمانوں کی صلح کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی اس لئے وہ جی کھول کر انتقام لیں گے قتل عام و غارت گری اور لوٹ مار شروع کر دیں گے گرجے گرا دیں گے۔ مکانوں کو آگ لگا دیں گے اور خوبصورت اور آباد شہر کو کھنڈر بنا ڈالیں گے عورتوں کی بے آبروئی کریں گے لڑکیوں کو کنیزیں اور لڑکوں کو غلام بنا لیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہ یقین انھیں اس لیئے تھا کہ اکثر عیسائی فاتح ایسا ہی کیا کرتے تھے لیکن وہ حیران رہ گئے جب انھوں نے منادی کی آواز سُنی جو یہ تھی کہ کسی مکان کو آگ نہ لگائی جائے گی کوئی گرجہ منہدم نہ کیا جائے گا۔ کوئی عورت کوئی بچہ کوئی بڈھا کوئی اپاہج کوئی بیمار کوئی مذہبی پیشوا (پادری) اور کوئی عام شہری قتل نہ کیا جائے گا نہ کسی کا مکان لوٹا جائے گا عیسائی امن و امان سے رہیں جو لوگ قلعہ میں رہنا چاہیں گے ان سے جزیہ لیا جائے گا اور جو جزیہ دینا پسند نہ کریں وہ معہ اہل و عیال اور مال و اسباب کے قلعہ سے نکل جائیں۔ ان سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے گی۔

اس منادی کو سُنکر عیسائیوں کی جان میں جان آئی وہ مسلمانوں کو وحشی جاہل غیر مہذب ناخدا ترس ظالم اور سفاک سمجھتے تھے انھوں نے ان کے متعلق ایسا ہی سنا تھا لیکن جب منادی سُنی تو انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ مسلمان نہایت شریف بڑے مہذب خدا ترس رحمدل اور بنی نوع انسان کے ہمدرد ہیں اسی وقت وہ مسلمانوں کے گرویدہ ہو گئے۔

جب صبح ہوئی تو تھیوڈوس اپنی جمعیت کو لیکر عبداللہ کے پاس آیا اور کہا۔ میں نے سنا تھا کہ مسلمان نہایت بے رحم ظالم اور وحشی ہوتے ہیں لیکن آپ کے طرز عمل نے بتا دیا کہ یہ غلط باتیں متعصب عیسائیوں نے مشہور کر دی ہیں ہر فاتح قوم مفتوح کو کچل ڈالتی ہے دولت لوٹ لیتی ہے عورتوں کی آبروریزی کرتی ہے اور دشمن کو اس قدر مسل ڈالتی ہے کہ اس میں ذرا بھی قوت باقی نہیں چھوڑتی۔ لیکن آپ نے جس شرافت و خدا ترسی کا ثبوت دیا ہے اس نے اسلام اور مسلمانوں کی شان و عظمت کو بڑھا دیا ہے آج افریقہ کی عیسائی سلطنت کا بھی اسی طرح خاتمہ ہو گیا جس طرح سے ملک شام سے ہرقل اعظم اور ایران سے آتش پرستوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا ہے اب افریقہ اسلامی گورنمنٹ کے ماتحت ہو گیا ہے میں شاہی گرجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا سب سے بڑا پادری ہوں۔ افریقہ کے تمام عیسائی میرا احترام کرتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل کرنا فخر و خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ میں تمام عیسائیوں کا نمائندہ بن کر حاضر ہوا ہوں۔ اپنی اور تمام عیسائیوں کی طرف سے آپ کو اطمینان اور یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے ہم سب وفادار اور خیر خواہ رہیں گے۔"

عبداللہ نے کہا "میں سلطنت اسلامیہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ ہم نے کبھی افریقہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بیٹھے بٹھائے جرجیر کے دل میں اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے مصر پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا۔ مجبور ہو کر ہمیں اس کی سرکوبی کے لئے یہاں آنا پڑا اور مارا گیا اور خدا نے اس کی سلطنت ہمارے سپرد کر دی۔"

تھیوڈوس نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا "آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ جرجیر اچھا آدمی نہ تھا۔ بڑا مغرور متکبر اور حریص تھا۔ چاہتا تھا کہ ساری دنیا میں اس کی سلطنت قائم ہو جائے۔ جب وہ مصر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا تو میں نے اسے سمجھایا تھا منع کیا تھا کہ مسلمانوں کو نہ چھیڑ بیٹے۔ ان شیروں کا مقابلہ کوئی قوم کبھی نہیں کر سکتی لیکن اس نے نہ مانا۔ آخر حرص کا جو انجام ہوتا ہے وہ ہوا۔"

یہ وہی تھیوڈوس ہے جو مسلمانوں کا سب سے بڑا بدخواہ تھا اور چاہتا تھا کہ جرجیر مصر و شام فتح کر کے مسلمانوں کو مٹا ڈالے اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے مگر آج جب مسلمانوں کا سبیطلہ پر قبضہ ہو گیا تو مسلمانوں کی مدح سرائی کرنے لگا۔ دراصل وہ ابن الوقت اور بڑا چالاک تھا۔ اس نے پھر کہا "اب عیسائیوں کے لئے کیا حکم ہوتا ہے؟"

عبداللہ۔ وہی جس کی منادی کرا چکا ہوں۔

تھیوڈوس۔ اس شہر کی مردم شماری کبھی نہیں ہوئی اگر حضور حکم دیں تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کی تعداد کا اندازہ کر کے جزیہ کی رقم لا کر پیش کر دی جائے

در اصل تھیوڈوس کا منشا تھا کہ مسلمان سیدھے اور بھولے ہیں جو انھیں دیدیا جائیگا۔ وہ قبول و منظور کریں گے۔ اس لیے انھیں معمولی رقم دیکر ٹال دیا جائے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ مسلمان بھولے ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کے ساتھ جو خود بھی سیدھے ہوں اور جو چالاک ہوتے ہیں وہ ان کی باتوں سے انھیں پہچان لیتے ہیں چنانچہ عبداللہ سمجھ گئے کہ تھیوڈوس پادری ہوتے ہوئے نہایت چالاک ہے۔ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو اُلّو بنائے اور معمولی زر جزیہ دیکر ٹال دے انھوں نے کہا اگر عیسائی بادشاہ اپنے خاص دارالسلطنت کی مردم شماری نہ کرا سکا۔ تو مسلمان کرتیں گے۔ ہمارا آئین یہ ہے کہ جو شخص ہماری قلمرو میں رہتا ہے اس سے چار دینار سالانہ جزیہ لیا جاتا ہے اور یہ جزیہ حفاظت کرنے کا ٹیکس ہے۔ غیر مسلموں پر اس کے علاوہ اور کوئی ٹیکس نہیں ہوتا۔ ہم خود مردم شماری کر کے ہر شخص سے وصول کر لیں گے۔

تھیوڈوس مجبور ہو گیا اس نے کہا " جیسی آپ کی مرضی لیکن کیا آپ ایک مہربانی کریں گے؟"

عبداللہ: کیا؟

تھیوڈوس: حضور شاہزادی کو بھی جزیہ لیکر رہا کر دیں۔

عبداللہ: یہ بات میرے اختیار سے باہر ہے آپ کو شاید معلوم نہیں کہ شاہزادی کے باپ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو کوئی مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لے گا اس کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی میں نے بھی یہ منادی کرا دی تھی کہ جو مسلمان جرجیر کو قتل کر ڈالے گا شاہزادی اسے بطور کنیز کے دیدی جائے گی اور ایک لاکھ دینار دیئے جائیں گے۔ نیز میں نے یہ بھی تہیہ کر لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ جرجیر کے ملک کا گورنر بھی اُسے ہی بنا دیا جائے گا۔ جرجیر میدان جنگ میں مارا گیا ہے اُسے قتل کرنیوالا شاہزادی کا حقدار ہے میں نہیں جانتا کہ اس کا دعویدار اب تک کیوں میرے پاس نہیں آیا۔ میں شاہزادی کو امیر المومنین خلیفۃ اعلیٰ حضرت سیدنا حضرت عثمانؓ ابن عفان کی خدمت میں بھیجوں گا۔ اس کے متعلق وہی فیصلہ کر سکیں گے۔

تھیوڈوس۔ تب کیا آپ مجھے بھی شاہزادی کے ہمراہ دارالخلافہ جانے کی اجازت دیں گے۔

عبداللہ۔ بڑی خوشی سے۔

تھیوڈوس۔ میں آپ کی اس عنایت کا مشکور ہوں گا۔ عبداللہ نے ابن عمر کو جزیہ کی وصولیابی پر معمور کیا۔ انھوں نے محلہ محلہ گھوم کر مردم شماری کر لی اور جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔

اس عرصہ میں مسلمانوں نے شاہی خزانہ اور شاہی قصر اور دوسری شاہی عمارتوں پر تصرف کر لیا۔ انھیں بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اس قدر کہ وہ اسے دیکھکر حیران رہ گئے انھیں اتنی دولت ملنے کی بالکل امید نہ تھی۔ بات یہ تھی کہ جرجیر نے قسم قسم کے ٹیکس رعایا پر عائد کر کے اُن سے دولت لوٹ کر اپنا خزانہ بھر لیا تھا وہ تمام دولت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی تھی ادھر کئی لاکھ دینار جزیہ میں وصول ہوئے۔ اس لئے مال غنیمت بے شمار ہو گیا۔ مسلمانوں نے سیم وزر کے ڈھیر دیکھے۔ انھوں نے خدا کے اس عطا پر اس کا صدق دل سے شکریہ ادا کیا۔

عبداللہ نے تمام مال غنیمت کا جائزہ لیکر اس کے پانچ حصے کئے ایک حصہ دربار خلافت میں روانہ کرنے کے لئے علیحدہ کر لیا اور باقی چار حصے تمام مجاہدین پر حسب رسد تقسیم کر دیئے۔

یہ دولت اس قدر کثیر تھی کہ ہر سوار کو تین تین ہزار دینار ملے چونکہ عورتوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا جاتا تھا اس لیئے ایک ایک ہزار دینار ایک ایک خاتون کے حصہ میں آئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے ایک لاکھ دینار علیحدہ نکال لیئے گئے تھے یہ جرجیر کے قاتل کو انعام میں دینے کے لیئے نکالے گئے تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر عبداللہ نے ایک ایک ہزاروں کے چند دستے بنا کر اطراف ملک میں اپنا تسلط قائم کرنے کے لیئے روانہ کیئے ان دستوں نے ہر بستی میں جا کر صلح آشتی سے اپنا قبضہ کر لیا۔ سبیطلہ سے آگے صرف ایک قلعہ اور باقی تھا اس کا نام جم تھا۔ اہل جم نے بھی دس لاکھ دینار جزیہ دے کر صلح کر لی اور اس طرح تمام افریقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سنیتالیسواں باب

رازِ دل

پری جمال شاہزادی ہیلین مسلمانوں کے پاس نظر بند تھی وہ اسلامی خواتین میں رہتی تھی۔ اسے باپ کے مارے جانے کا بڑا صدمہ تھا۔ سلطنت چھن جانے کا قلق تھا اور قید ہو جانے کا رنج تھا وہ ہر وقت ملول و غمگین رہتی تھی۔

عبداللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہیلین آزردہ و حزیں رہتی ہے انھوں نے اس کی دلبستگی کے لیئے اس کی تمام کنیزوں کو اس کے پاس بھیج دیا تھا اور اس کا جس قدر سامان مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا وہ سب اسے دیدیا تھا۔ اس کے زیورات ملبوسات سونے چاندی کے ظروف۔ تاج۔ لوازمۂ تزئین فرش۔ خیمے خیموں کا آرائشی سامان۔ غرض جس چیز کو بھی انھوں نے سمجھا کہ شاہزادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ہوگی اسے دیدی تھی۔
کسی قوم نے بھی اپنی قیدی لڑکی کے ساتھ ایسا فیاضانہ سلوک نہ کیا ہوگا کم سے کم میری نگاہ میں کسی تاریخ میں کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں گذرا ہے۔
یہ تمام سامان مسلمانوں نے مال غنیمت میں حاصل کیا تھا جو کئی لاکھ دینار کی مالیت کا تھا۔ لیکن سبز چشم مسلمانوں نے مطلق بھی اس کا خیال نہ کیا اور شاہزادی کی تسلی اور دل بی دل کے لئے اس کی ہر چیز اس کے حوالے کر دی۔
مسلمانوں کا یہ حسن سلوک دیکھ کر ہیلن مسلمانوں کی بہت زیادہ مشکور تھی۔ اس کے دل میں مسلمانوں کا احترام اور اسلام کی عظمت گھر کرتی جاتی تھی۔
وہ سلمیٰ سے بہت زیادہ مانوس ہوگئی تھی۔ اس قدر کہ اسے اس کی جدائی ایک منٹ کی بھی شاق ہوجاتی تھی۔ اس نے اسے اپنے پاس رہنے کی اجازت اس کے باپ حبیب سے حاصل کر لی تھی اور پری رو سلمیٰ اس کے پاس رہنے لگی تھی۔
ایک روز جبکہ اسلامی لشکر سبیطلہ فتح کر کے شہر کے باہر ہی خیمہ زن تھا حور وش ہیلن نے سلمیٰ سے کہا" بہن سلمیٰ! میری ایک بات مانو گی"۔
سلمیٰ نے مسکرا کر کہا" اگر ماننے کی ہوگی تو ضرور مانوں گی"۔
ہیلن نے عاجزی سے کہا" آج میرا ایک کہا کرو۔
سلمیٰ۔ کہیئے۔
ہیلن۔ پہلے وعدہ کرو۔ تب کہوں گی۔
سلمیٰ۔ بات سننے سے پہلے وعدہ کرنا غلطی ہے لیکن میں یہ اطمینان دلاتی ہوں کہ اگر میرے مذہبی جذبوں کو ٹھیس نہ لگتی ہوگی تو میں ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔
ہیلن۔ میں چاہتی ہوں کہ تم میرے کپڑے پہن لو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عربی حسین دوشیزہ اس لباس میں کیسی معلوم ہوتی ہے۔

سلمیٰ نے مسکرا کر کہا "واہ واخوب خیال ہوا ہے آپ کو"

ہیلن نے بڑی عاجزی سے کہا "اچھی سلمیٰ میری خواہش پوری کر دو"

سلمیٰ۔ ایک شرط ہے۔

ہیلن۔ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔

سلمیٰ۔ تو تم عربی لڑکیوں کا لباس پہن لو میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم پر یہ لباس کیسا پھبتا ہے۔

ہیلن۔ میں بڑی خوشی سے تمہارا لباس پہن لوں گی۔

سلمیٰ نے ہنس کر کہا "آؤ تو میں تمہیں اپنا لباس پہناؤں اور تم مجھے اپنا پہناؤ۔"

دونوں پری چہرہ لڑکیاں خیمہ کے اندر چلی گئیں لوسیا اور شہزادی کی دوسری سہیلیاں اور کنیزیں باہر ہی سائبان کے نیچے بیٹھی رہ گئیں۔ صرف تین چار کنیزیں لباس تبدیل کرانے کے لیئے خیمہ کے اندر چلی گئیں۔

تھوڑی ہی دیر میں دونوں مہ وش آئیں۔ ہیلن نے مکمل عربی لڑکیوں کی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی اس کے سیاہ اور دراز گیسو دو لٹوں میں گوندھ کر ان کے سینہ کے دونوں طرف چھوڑ دیئے گئے تھے اور ان میں روپہلی لیس بھی گوندھ دی گئی تھی ہیلن پر یہ عربی لباس پھوٹ نکلا تھا۔ اور وہ نہایت ہی پری جمال عربی دوشیزہ نظر آنے لگی تھی۔ اس کا حسن اس لباس میں اور بھی چمک اٹھا تھا۔ لیکن ماہرو سلمیٰ شعلۂ جوالہ بن گئی تھی۔ شاہزادی کا ریشمی لباس جو جواہرات سے مرصع تھا اور منقش بہ جواہر زیورات نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے خصوصاً تاج نے جس میں زمرد یاقوت اور لعل آویزاں تھے۔ اس کے چہرہ کو مہ و خورشید سے زیادہ روشن کر دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمام سہیلیاں اور کنیزیں ان دونوں کو جدا جدا لباس میں دیکھکر حیران رہ گئیں دونوں عالم حُسن کی خوبصورت اور ملائک فریب حسین دیویاں معلوم ہو رہی تھیں اُن کے چہروں سے حسن کی شعاعیں نکل رہی تھیں. ان کے روئے تاباں کی طرف دیکھنا دشوار ہو گیا تھا۔

شاہزادی نے سہیلیوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے دیکھا اس نیّر حسن کو"

سلمیٰ نے مسکرا کر کہا "مجھ سے پہلے اس عربی چاند کو دیکھو۔ ہیلن تم پر عربی لباس خوب پھبتا ہے یہی پہنا کرو"

ہیلن نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا: "پہنا کروں گی اگر کسی نے پہننے کا اصرار کیا۔

سلمیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سامنے سے سرور آتے نظر آئے. وہ گھبرا گئی اس نے چاہا کہ وہ جلدی سے خیمہ کے اندر گھس جائے وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا منگیتر، باپ یا اور کوئی مسلمان اسے غیر قوم کی لڑکیوں کا سا لباس پہنے دیکھے وہ جانتی تھی کہ مسلمان اس بات کو معیوب اور بُرا سمجھتے ہیں چنانچہ اس نے خیمہ کے اندر چلے جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہیلن نے اسے روک کر کہا: "ابھی ٹھہرو سلمیٰ۔

مجبوراً اسے رُک جانا پڑا۔ اس عرصہ میں سرور سامنے آ گئے انھوں نے جب سلمیٰ کو اس لباس میں دیکھا تو حیران و متعجب ہوئے انھوں نے کہا "سلمیٰ آج میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں"

سلمیٰ نے شرما کر سر جھکاتے ہوئے کہا "شاہزادی ہیلن نے مجبور کر کے مجھے یہ لباس پہنایا ہے. میں ابھی اُتارے دیتی ہوں۔

ہیلن کو معلوم تھا کہ سلمیٰ کے سرور منگیتر ہیں۔ سلمیٰ چلی گئی۔ ہیلن نے افسردگی کے لہجہ میں کہا: "افسوس ہمارے لباس سے بھی نفرت ہے"

سرور نے نرمی سے کہا "نفرت نہیں ہے شاہزادی بلکہ ہر قوم کو اپنا ہی لباس زیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیتا ہے۔ مجھے امیر عسکر نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو مطلع کردوں کہ کل یہاں سے مالِ غنیمت کچھ لشکر کے ہمراہ دارالخلافہ بھیجا جائے گا آپ بھی بھیجی جائیں گی۔ آپ تیار ہو جائیں۔

ہیلن۔ میں تیار ہوں۔

سرور چلے گئے ہیلن نے اپنی تمام کنیزوں اور سہیلیوں کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور وہ وہاں سے چلی گئیں اب صرف وہ اور لوسیا رہ گئیں لوسیا نے کہا۔

شاہزادی! کیا کوئی تدبیر ایسی نہیں ہو سکتی کہ ہم مسلمانوں کے دارالخلافہ نہ جائیں۔

ہیلن۔ ہم اپنے بس میں نہیں ہیں اور اس لئے ہمارا جانا ناگزیر ہے۔

لوسیا۔ ممکن ہے مسلمان وہاں آپ کو تشہیر کریں۔

ہیلن۔ میرے خیال میں ایسا نہ ہو گا مسلمان ان باتوں کو برا سمجھتے ہیں وہ کسی تذلیل کو روا نہیں رکھتے۔

لوسیا۔ لیکن شاہزادی! آپ کو اس قدر رنج و غم ہے کہ آپ گھلی جا رہی ہیں اتنا لمبا سفر کیسے برداشت کریں گی۔

ہیلن۔ کرنا ہی پڑے گا۔

لوسیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو شہنشاہ کے مارے جانے اور سلطنت چھن جانے کے علاوہ بھی اور کوئی غم ہے۔

ہیلن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیسے جانا تم نے؟"

لوسیا۔ معاف کرنا آپ کے چہرہ کی زردی بتاتی ہے۔

ہیلن نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا "تو نے سچ کہا لوسیا۔ میرے دل میں ایک اور خلش بھی پیدا ہو گئی ہے"۔

لوسیا نے اس کے رُخِ انور پر نظر جما کر کہا "اور وہ خلش محبت کا کانٹا ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن۔ ہاں

لوسیا۔ کیا سرور کو پیار کرنے لگی ہیں آپ؟

ہیلن۔ نہیں۔

لوسیا۔ پھر وہ کون خوش نصیب ہے۔

ہیلن۔ اگر میں بتا دوں تو لوسیا تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گی۔

لوسیا۔ یہ کنیز کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتی۔ آپ فرمائیں۔ وہ کونسا شخص ہے۔

ہیلن۔ لوسیا! وہ وہی ہے جس نے میرا باغِ مسرت تاراج کیا ہے جس کے ہاتھوں سے قدرت نے مجھے یتیم کر ڈالا ہے۔

لوسیا کو کمال حیرت ہوگئی۔ اس نے کہا "شہنشاہ کے قاتل سے آپ کو محبت ہوگئی ہے؟"

ہیلن نے شرمسار انداز میں کہا "ہاں لوسیا! میں نے بہت کچھ اپنے دل کو ملامت کی ہے لیکن محبت اختیاری نہیں ہے میں بدنصیب اپنے باپ کے قاتل سے محبت کرتی ہوں میں جانتی ہوں یہ بات میرے لئے بڑی شرمناک ہے جو سُنے گا کیا کہے گا لیکن ہزار کوشش کرنے پر بھی میں اس کے خیال کو دل سے نہ نکال سکی۔ مجھے ملامت خیز نظروں سے نہ دیکھو میں خود اپنی نگاہوں سے حقیر ہو رہی ہوں؟"

لوسیا۔ آج معلوم ہوا کہ محبت حقیقت میں اندھی ہوتی ہے۔

ہیلن۔ یہ سچ ہے میں نے اسے صرف ایک ہی نظر دیکھا ہے جب اس نے شہنشاہ کو قتل کیا تو میں اسے قتل کرنے کے لئے جھپٹی۔ لیکن اس کی صورت دیکھتے ہی مجھے اس پر رحم آ گیا اور میری تلوار جھک گئی۔

لوسیا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ وہ اپنا انعام لینے کے لئے کیوں اپنے سردار کے پاس نہیں آئے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن: "مجھے بھی یہی تعجب ہے۔"

لوسیا: "کہیں وہ جنگ میں مارے تو نہیں گئے۔"

ہیلن: "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ مارے نہیں گئے۔"

لوسیا: "تو کہیں چھپ گئے ہیں۔"

ہیلن۔ "یہ ہو سکتا ہے۔ لوسیا میں انھیں تلاش کروں گی اور جب تک وہ نہ ملیں گے انھیں ڈھونڈتی رہوں گی۔"

لوسیا: "لیکن آپ یا میں آزاد کب ہیں؟ ہم کیسے ان کی جستجو کر سکیں گے۔"

ہیلن: "معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ نہایت رحمدل نرم طبیعت اور نیک مزاج ہیں۔ میں ان سے اپنی داستان غم کہوں گی۔ یقین ہے وہ مجھے انھیں تلاش کرنے کی اجازت دیدیں گے۔"

لوسیا: "اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو جیسا ہم سمجھتے تھے اس کے بالکل برعکس ہیں۔ ممکن ہے انھیں آپ پر ترس آجائے اور وہ نہ صرف آپ کو رہا کر دیں بلکہ ان کی تلاش میں بھی آپ کی مدد کریں جن کی آپ کو تلاش ہے۔"

ہیلن۔ "ایک یہی امید میرے لیے ذریعہ تسکین ہے۔"

اسی وقت ماہ لقا سلمیٰ اپنے مخصوص لباس میں آئی اور یہ گفتگو یہیں پر ختم ہو گئی۔ ہیلن نے اپنے چہرہ کو بشاش بنا کر کہا۔ "سلمیٰ تمہارے ہونے والے شوہر نے تمہیں میرے لباس میں دیکھ لیا ہے کہیں اس سے ناخوش تو نہ ہو جائیں گے۔"

سلمیٰ نے ہنس کر کہا۔ "میرے خیال میں نہیں۔"

ہیلن نے ہنس کر کہا۔ "شاید اس لیے کہ وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔" سلمیٰ شرما کر چپ ہو رہی شہزادی نے بھی زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا اور وہ دونوں دوسری باتیں میں مصروف ہو گئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اڑتالیسواں باب

گرویدۂ اخلاق

چونکہ افریقہ کی مہم ختم ہو گئی تھی۔ جرجیر مارا گیا تھا اور دارالسلطنت سبیطلہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ عیسائیوں نے اطاعت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے اب اس سرزمین میں کوئی کام باقی نہ رہا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعد نے سبیطلہ میں ایک ہزار جنگجو مجاہدین کو چھوڑا اور خود وہاں سے روانہ ہو کر طرابلس میں ٹھہرے۔ افریقہ کے اس خطہ کو قرطاجنہ کا ملک بھی کہتے تھے۔ جرجیر وہاں کا باعظمت و شان بادشاہ تھا۔ نہایت بے فکری سے حکومت کر رہا تھا اور بڑے ہی عیش و عشرت میں زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن جب اس کے برُے دن آئے تو اس نے مسلمانوں پر یورش کرنے کا عزم کیا۔ حرص و آز نے یا مسلمانوں کی دشمنی اور اسلام کی عداوت نے اسے اس کام پر آمادہ کیا۔ مگر انجام یہ ہوا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے اس کے بیشمار لشکر کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ عیسائیوں کو مار ڈالا۔ اور آخر وہ بھی میدان جنگ میں مارا گیا۔ اور وہ ملک جو صدیوں سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا مسلمانوں کی حکومت میں آ گیا۔

جب عبداللہ طرابلس میں پہنچے تو ارسانوس ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا "یا امیر! شاہزادی ہیلین کو آپ نے گرفتار کر رکھا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اس سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔ اگر آپ اسے مجھے دیدیں تو بڑا احسان ہوگا۔ میں اس کے فدیہ میں دس لاکھ دینار دینے کو تیار ہوں۔"

عبداللہ نے کہا۔ مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کی خواہش پوری نہیں کرسکتا۔ شاہزادی اسی کی ہے جس نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے۔

ارسانوس:" لیکن قاتل نے باوجود آپ کے اعلان کے حاضر ہوکر اپنا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔"

عبداللہ:" یہ ممکن ہے لیکن اس صورت میں مجھے شاہزادی کے متعلق فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہمارے خلیفہ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کیجائیگی

ارسانوس:" لیکن آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ شاہزادی کو میرے حوالے کر دیں گے۔"

عبداللہ کو اس کی یہ بات ناگوار گذری۔ انھوں نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا:" ارسانوس! غالباً تمہیں وہ الفاظ یاد ہوں گے جو میں نے کہے تھے۔"

ارسانوس:" جی ہاں یاد ہیں۔"

عبداللہ:" سناؤ۔"

ارسانوس۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر شاہزادی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا تو آپ اُسے مجھے دیدیں گے۔"

عبداللہ:" تم نے بالکل سچ کہا۔ میرے الفاظ یہی تھے۔"

ارسانوس۔ تو آپ کو شاہزادی سے میرے سلسلہ میں دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ میرے ساتھ جانے پر رضامند ہے یا نہیں۔ اگر وہ رضامند ہوگی تو میں اس کے عوض جس قدر زرِ فدیہ آپ طلب کریں گے ادا کردوں گا۔"

عبداللہ:" بیشک مجھے اس سے بلا کر دریافت کرنا چاہیئے۔" چنانچہ شاہزادی کو طلب کر لیا گیا۔ ارسانوس کا خیال تھا کہ یہ عیسائی لڑکی ہے وہ مسلمانوں کے پاس رہنے پر رضامند نہ ہوگی اور چونکہ وہ اس کا ہم مذہب ہے اس لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر میں شاہزادی آگئی۔ عبداللہ نے اس سے کہا "شاہزادی میں نے ارسانوس سے ...... وعدہ کیا تھا کہ اگر شاہزادی گرفتار ہوگئی تو میں اس کے حوالہ کر دوں گا ......

ہیلن نے قطع کلام کرتے ہوئے دریافت کیا "لیکن کیا میری مرضی کے بغیر بھی آپ نے ایسا کام کرنے کا اقرار کیا تھا؟"

عبداللہ نے کہا "نہیں، میرا وعدہ اس بات سے مشروط تھا کہ اگر شاہزادی کی مرضی ہوگی تب ایسا کیا جائے گا۔"

ہیلن: اچھا تو میری مرضی یہ نہیں ہے۔"

ارسانوس نے حیرت سے ہیلن کی طرف دیکھا اور کہا "کیا آپ عیسائیوں سے مسلمانوں کو اچھا سمجھتی ہیں؟"

ہیلن "بزدل، پست ہمت اور عشرت پسند عیسائیوں سے مسلمان کہیں بہتر ہیں اور تم ارسانوس غدار قوم ہو۔ خوددار عیسائی لڑکی تمہاری صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتی۔"

ارسانوس کو غصہ آگیا۔ اس نے درشت لہجہ میں کہا "زبان دراز لڑکی! اسی لیے خدا نے اور حضرت مسیح نے ناخوش ہو کر تجھے ذلیل کیا۔ شاہزادی سے کنیز بنا دیا۔"

یہ سن کر ہیلن کو بڑا غصہ آیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آنکھوں میں لال لال ڈورے کھنچ گئے۔ وہ غضبناک نگاہوں سے ارسانوس کو دیکھنے لگی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ ارسانوس سے کچھ کہے عبداللہ نے ارسانوس سے مخاطب ہو کر کہا "ارسانوس تہذیب سیکھو۔ تم ایک جلیل القدر عیسائی دوشیزہ کی نہ صرف توہین کر رہے ہو بلکہ دل آزاری بھی کر رہے ہو۔ تمہیں اس بات کو محفوظ رکھنا چاہیے کہ ہیلن شاہزادی ہے اور مسلمان اس کا اسی طرح احترام کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں جس طرح عیسائی کرتے تھے۔

اب سیلین نے ذرا نرم لہجہ میں کہا: "ارسانوس تم نے سنا فاتح سپہ سالار کے الفاظ کو۔ یہ اس قوم کے امیر ہیں جنھیں ہم وحشی، غیر مہذب، سفاک اور خدا جانے کیا کیا کہا کرتے تھے۔ اور تم شریف، بڑے مہذب، بڑے رحمدل کہلاتے ہو۔ اب موازنہ کرو مسلمانوں سے اپنا۔ میں جب سے مسلمانوں میں آئی ہوں۔ میرے احترام میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ میری عزت شہزادیوں کی طرح کی جاتی ہے۔ مسلم خواتین میری بڑی وقعت کرتی ہیں۔ میری دلدہی میں لگی رہتی ہیں۔ ایک تم ہو جو میری تحقیر میں اتر آئے ہو۔ اگر آج میری قوت باقی ہوتی تو تم کبھی اس طرح بد کلامی نہ کرتے"۔

یہ کہتے ہی... وہ آزردہ خاطر ہو گئی۔ عبداللہ نے کہا: "شاہزادی تم ہماری مہمان ہو۔ اگر کوئی تمہاری تحقیر کرتا ہے تو وہ ہماری پہلے کرتا ہے۔ ارسانوس نے صرف تمہاری ہی توہین نہیں کی ہے بلکہ ہماری بھی کی ہے اور اس لئے وہ اس کے جواب دہ ہیں۔ وہ ارسانوس سے مخاطب ہوئے۔ انھوں نے کہا: "آپ کیا کہتے ہیں آپ نے شاہزادی کی توہین کیوں کی؟ کیوں ان کے دل کو دکھایا۔

ارسانوس ڈر گیا۔ اس نے کہا: "غلطی ہوئی مجھ سے"۔

عبداللہ: "اس غلطی کی معافی شاہزادی سے مانگو"۔

ارسانوس نے شاہزادی سے مخاطب ہو کر کہا: "محترم شاہزادی میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔ جوش و غصہ نے میری عقل زائل کر دی تھی"۔

سیلین: "ارسانوس! میری قوم کو مسلمانوں سے تہذیب و شائستگی کا سبق سیکھنا چاہیئے۔ عورت کو جو درجہ اسلام نے دیا ہے وہ کسی قوم نے نہیں دیا۔ صنف نازک اسلام کی جس قدر مشکور ہو کم ہے۔ میں تمہیں اسلام کے صدقہ میں اور مسلمانوں کی خاطر سے معاف کرتی ہوں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ارسانوس: "میں آپ کا مشکور ہوں۔"

عبداللہ نے شاہزادی سے دریافت کیا: "تو کیا آپ ارسانوس کے ہمراہ جانے پر رضامند نہیں ہیں؟"

ہیلن: "ہرگز نہیں! مجھے اب عیسائیوں سے کوئی نسبت باقی نہیں رہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میری قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے اور میں اسی پر راضی برضا ہوں۔"

لیکن غیر ملک میں تم کیسے رہ سکو گی۔"

ہیلن: "تم واقف نہیں ہو ارسانوس۔ اگر دیکھتے کہ مسلمان عورتیں اور لڑکیاں میرے ساتھ کس مہربانی سے پیش آتی ہیں کس قدر دلجوئی کرتی ہیں تو تم سمجھ سکتے کہ میرے لئے ان کی ہم نشینی ایک رحمتِ غیر مترقبہ ہے۔ سچ ہے کہ مسلم خواتین کے حسنِ اخلاق نے میرا دل موہ لیا ہے۔

ارسانوس۔ یہ عیسائیوں کی بدقسمتی ہے۔

ہیلن: عیسائیوں کی قسمت اسی وقت بدل گئی تھی۔ جب ان کے شہنشاہ نے امن و عافیت کی دنیا کو درہم برہم کر کے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔

عبداللہ: "ارسانوس! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ شاہزادی کو تمہارے ساتھ جانے سے انکار ہے۔"

ارسانوس: "بے شک مجھے خواب میں بھی یہ خیال نہیں تھا کہ ایک عیسائی شاہزادی مسلمانوں کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائے گی۔ لیکن اب میں آپ سے ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

عبداللہ: "کہیئے۔"

ارسانوس: "آپ شاہزادی کے فدیہ میں بڑی سے بڑی رقم طلب کیجئے ادا کر دوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا. دس لاکھ دینار میں نے خود کہے ہیں مگر میں ان کو بڑھا کر پچاس لاکھ دینار تک دینے کو تیار ہوں۔

عبداللہ: اگر تم ایک کروڑ دینار دو تو بھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔

ارسانوس: میں اس بات پر تیار ہوں کہ آپ شاہزادی کو ہموزن سونے چاندی سے تول کر رہا کر دیں۔

عبداللہ: تم ہمیں لالچ دینا چاہتے ہو لیکن نہیں جانتے کہ مسلمان دنیا کی دولت کی پرواہ نہیں کرتا۔ خدا سے چھڑانے اور معاصیت کی راہ پر چلانے کی اگر کوئی چیز ہے تو وہ دولت ہی ہے۔ دولت مند اکثر و بیشتر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے محترم رسول صلعم اور خلفاء نے کبھی دولت کی طرف توجہ نہیں کی۔ ہم مسلمان کبھی اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ تم فضول ہمیں لالچ دے رہے ہو۔

اب ارسانوس ناامید ہو گیا۔ وہ اُٹھ کر اسی وقت زدیلہ کی طرف چل دیا۔ اپنے لشکر کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد عبداللہ نے شاہزادی سے دریافت کیا: آپ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔

شاہزادی نے جواب دیا: نہیں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں مسلمانوں کی مشکور ہوں۔

عبداللہ: کل آپ اس لشکر کے ہمراہ جو مدینہ طیبہ جا رہا ہے روانہ ہو جائیں گی۔ اگر آپ کو کوئی بات کہنی ہو تو بے تکلف کہہ دیجئے۔

شاہزادی: مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ میں آپ کی بے شمار مہربانیوں کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی ہوں۔

عبداللہ: اچھا اب جا کر آرام کرو۔

شاہزادی اُٹھ کر چلی گئی۔ اس نے اپنی سہیلی لوسیا سے وہ تمام گفتگو حرف بحرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنا دی جو ارسانوس اور اس کے درمیان ہوئی تھی۔ لوسیا نے کہا: میں جانتی ہوں ارسانوس اچھا آدمی نہیں ہے مگر شاہزادی کیا یہ بہتر نہ تھا کہ آپ اپنے ہم قوم کے پاس رہ جائیں۔"

ہیلن۔ وہ دغاباز اور غدار ہے۔ اس کے پاس رہنے سے مسلمانوں کے ساتھ رہنا کہیں اچھا ہے۔"

لوسیا چپ ہو گئی۔ دوسرے روز صبح ہی وہ تمام لشکر جو مدینہ منورہ سے عبداللہ کی مدد کرنے کے لئے آیا تھا شاہزادی اور مالِ غنیمت لے کر دارالخلافہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

انچاسواں باب

تسخیرِ اسلام

یہ فاتح لشکر مصر ہوتا ہوا حجاز پہنچا اور بہت جلد مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں سلاطین عالم کا یہ دستور تھا کہ جب فتح کر کے آتے تھے تو اپنے دارالسلطنت میں داخل ہونے کے وقت اپنی قوت و عظمت کے اظہار کیلئے ان تمام چیزوں کی نمائش کرتے تھے جو وہ لوٹ کر لاتے تھے۔ خصوصاً قیدیوں کو خاص اہتمام کے ساتھ پابہ زنجیر کر کے نکالا کرتے تھے۔ اور اگر بدقسمتی سے کوئی بادشاہ، شاہزادہ ملکہ یا شہزادی گرفتار ہو جاتی تو اسے طوق و سلاسل پہنا کر اس کی تحقیر کرنے کیلئے اسے غلاموں کی طرح کھینچا کرتے تھے۔

شاہزادی ہیلن اور لوسیا کو بھی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں مسلمان اُسے بھی ذلیل و رسوا کرنے کے لئے عام شاہراہوں سے کنیزوں کی طرح نہ لیجائیں۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اپنے اس اندیشہ کو سلمٰی سے بھی بیان کر دیا تھا لیکن سلمٰی نے اسے اطمینان دلا دیا تھا کہ مسلمان ایسی باتوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ان کے رسول صلعم کا ارشاد ہے کہ جب کسی قوم کے معزز لوگ گرفتار ہو کر آئیں تو ان کا احترام کرو۔ اس سے اس کے دل کو ڈھارس ہو گئی تھی۔

آخر وہ دن اور وہ وقت بھی آ گیا جب یہ فاتح لشکر دیارِ رسول صلعم میں داخل ہوا جوں ہی اہلِ مدینہ نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنی۔ اُس کے استقبال کیلئے امنڈ آئے اور انھوں نے خوش ہو ہو کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔

شاہزادی ہیلن اپنی مرضی سے گھوڑے پر سوار تھی۔ اس نے شاہی لباس پہن رکھا تھا۔ چہرہ بے نقاب تھا۔ مسلم خواتین محملوں میں سوار تھیں۔ ہیلن دیکھ رہی تھی کہ مدینہ کے مسلمان اس لشکر کے مسلمانوں سے اس طرح بغل گیر ہو ہو کر مل رہے تھے کہ خود اس کی قوم کے حقیقی بھائی نہ ملتے تھے۔

اس وقت تمام مجاہدین گھوڑے سے نیچے اُتر آئے تھے اور وہ مدینہ کے مسلمانوں کو سلام کر رہے تھے۔ کسی سے مصافحہ کرتے تھے تو کسی سے بغل گیر ہو کر ملتے تھے۔ مسرت و شادمانی کا سمندر موجیں لے رہا تھا۔ جیسے وہ سب حقیقی بھائی ہوں۔

بچے بھی شتر فوں اور محملوں سے کود پڑے تھے اور مدینہ کے بچے اور خواتین غرفوں، جھروکوں اور مکانوں کی چھتوں سے اس فاتح لشکر کو دیکھ رہی تھیں!

شاہزادی اس پُرکیف منظر کو دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔ اس نے اتحاد و اتفاق اور مسرت اور شادمانی کا ایسا بحرِ بے پایاں کبھی نہ دیکھا تھا۔

جب لشکر مسجد نبویؐ کے سامنے والے میدان میں پہنچا تو دوپہر کا وقت ہو گیا تھا اور اس میدان میں سینکڑوں آدمی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ان میں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ بھی تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب لوگوں کے سامنے قلیے۔ بکری کے گوشت کا قورمہ۔ اونٹ کے گوشت کے تکے پر سندسے اور کباب تھے۔ لیکن خلیفۃ المسلمین کے سامنے جو کی روٹی اور ۔۔۔ تھا حضرت عثمان غنیؓ کا وطیرہ تھا کہ ہر مہینہ مدینہ منورہ کے تمام غریبوں اور محتاجوں کی دعوت کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ بڑے متمول تھے۔ اگر چاہتے تو شامی رئیسوں یا ہندوستانی امیروں کی طرح ریشمیں لباس پہنتے۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور بڑی شان سے رہتے۔ لیکن وہ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ جس طرح آنحضور صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول اور حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم سادہ طریقہ پر رہتے تھے۔ اسی طرح وہ بھی رہتے تھے۔ نہایت سادہ عام مسلمانوں کے سے سفید کپڑے پہنتے تھے اور جو کی روٹی اور سرکہ کھاتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ اچھی غذا انسان کے نفس کو موٹا کر دیتی ہے۔ اور وہ گناہ کیطرف رغبت کرنے لگتا ہے۔

یہ لشکر خلیفہ کو دیکھتے ہی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کا استقبال کرنے والے بھی چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ شاہزادی ہیلن کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے باعظمت و جلال خلیفہ جن کے دبدبہ سے سلاطین عالم تھراتے ہیں معمولی آدمیوں کیطرح مدینہ منورہ کے غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، تو اسے بڑا تعجب ہوا۔

مسلمانوں کے اسلاف کی بے نفسی کا تو یہ عالم تھا لیکن ہم اس زمانے کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اگر کسی تقریب میں بیچارے غریب آجاتے ہیں تو ان سے اسقدر نفرت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنا یا انھیں اپنے پاس بٹھانا بڑی سبکی اور توہین سمجھتے ہیں۔

نہیں جانتے کہ آنحضور صلعم کو غریبوں سے زیادہ محبت تھی۔ آپ ان پر شفقت فرماتے رہتے تھے۔ ان کی بڑی عزت کرتے رہتے تھے۔ خلفائے راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جو غریبوں سے نفرت کرے گا۔ آنحضور صلعم اس سے نفرت کریں گے اور خدا بھی اس سے ناخوش ہو گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانو! تم غریبوں سے اس لیئے نفرت کرتے ہو کہ وہ غریب ہیں لیکن انھیں غریب کس نے بنایا؟ خدا نے۔ تو خدا سے نفرت کیوں نہیں کرتے (نعوذ باللہ) اگر سچ پوچھو تو تمہاری یہ نفرت غریبوں سے نہیں خود خدا سے ہے۔ یاد رکھو! غریب بھی خدا کی مخلوق ہے مسلمان ہیں، تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے نفرت کر کے آنحضور صلعم اور خدا کو ناخوش نہ کرو۔ اگر دنیا میں غریب نہ ہوتے تو صدقہ اور خیرات کون لیتا۔ ثواب کس طرح ملتا۔ کون تمہاری خدمت کرتا۔ دنیا کا نظام کس طرح قائم رہتا۔ یہ خدا کی حکمت ہے توبہ کرلو کہ آج سے غریبوں سے نفرت نہ کرو گے انھیں اپنا بھائی سمجھو گے۔

ہر قوم کی تعمیر غریبوں سے ہوئی ہے، امیروں سے نہیں۔ آنحضور صلعم کا ارشاد ہے کہ اسلام غریبوں میں رہے گا۔ اگر آنکھیں ہیں تو نظر آتا ہو گا کہ مسجدیں ہر نماز کے وقت غریبوں سے لبریز ہوتی ہیں۔ امیر تو مسجد میں جانا گناہ سمجھتے ہیں۔

اسلام کی حرمت کے لیئے غریب ہی سر کٹاتے ہیں۔ غریب ہی جنگ و پیکار کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتے ہیں۔ غریبوں ہی میں سرفروشانہ جذبہ ہوتا ہے۔ غریبوں ہی سے اسلام کی عزت و شان باقی ہے۔

غرض تھوڑی دیر میں کھانے والے کھانے سے فارغ ہوئے جس فرش پر یہ لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اسے صاف کرا دیا گیا اور اسی پر خلیفہ نے اجلاس کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھی بلا لیا۔

حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ سرورؓ جبیبؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن جعفرؓ۔ ابن زبیرؓ اور بہت سے دوسرے مجاہدین بھی آپ کے پاس آ بیٹھے۔

ابن عمرؓ نے کہا "خلیفہ سوم کو افریقہ کی فتح مبارک ہو۔ قرطاجنہ کے ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ہم نوید فتح اور مال غنیمت لے کر حاضر ہوئے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس فرحت افزا خبر کو سُن کر تمام مسلمان نہایت درجہ خوش ہوئے لیکن سب سے زیادہ حضرت عثمانؓ کو خوشی ہوئی۔ آپ قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر گئے۔ اور خدائے واحد و قادر کے حضور میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ سجدہ سے سر اُٹھا کر کہا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے ایک بڑے بر اعظم پر مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر اسے ہمارے قبضہ میں دیدیا۔ کیا عبداللہ بن سعدؓ نے کوئی خط بھی دیا ہے؟

ابن عمرؓ نے خط پیش کرتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں یہ ہے"

حضرت عثمانؓ نے خط لیا۔ یہ باریک چمڑے پر تھا۔ اسے کھولا اور بہ آواز بلند پڑھنا شروع کیا۔

"یہ خط ہے عبداللہؓ بن سعد والی (گورنر) مصر کی جانب سے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفانؓ کے نام۔ بعد حمد و صلوٰۃ عرض گذار ہوں کہ خدا نے مدد فرما کر مسلمانوں کو عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔ افریقہ کا شہنشاہ جرجیر میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کی بیٹی ہیلن جو نہایت خوبصورت ہے گرفتار کر لی گئی۔

اس حسین شاہزادی کے متعلق ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس کے باپ جرجیر نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی عیسائی مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ لائیگا۔ اس کے ساتھ وہ اسکی شادی کر دے گا۔ ابن زبیرؓ کے کہنے سے میں نے بھی یہ منادی کرائی تھی کہ جو کوئی جرجیر کو مار ڈالے گا شاہزادی ہیلن اسے دیدی جائیگی۔ اور ایک لاکھ دینار بھی دیئے جائیں گے۔

جرجیر کو کسی مسلمان نے مار ڈالا لیکن باوجود میرے بار بار اعلان کرنے کے اس کا قاتل اپنا انعام لینے نہیں آیا۔ میں شہزادی اور اس کی سہیلیوں کو آپکی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس کے متعلق جو آپ مناسب سمجھیں کریں۔ ایک لاکھ دینار بھی مال غنیمت کے ہمراہ ارسال ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس خط کو پڑھ کر تمام مسلمان نہایت درجہ حیران ہوئے۔ انھوں نے اس قسم کا واقعہ آج تک کبھی نہیں سُنا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: "شاہزادی کہاں ہے؟"

ابن عمر نے جواب دیا: "مسلم خواتین کے ساتھ موجود ہے۔"

حضرت عثمانؓ: "اسے بلواؤ۔"

فوراً ایک سوار گیا اور حور وجمال شاہزادی ہیلن کو بلا لایا۔ شاہزادی کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت عثمانؓ یہ کہتے ہوئے اُٹھے۔ آنحضور صلعم کا ارشاد ہے کہ جب "کوئی امیر قوم گرفتار ہو کر آئے اس کی تعظیم کرو۔"

تمام مسلمان بھی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہیلن تجلی جمال سے عربوں کی مجلس کو منور کرتی ہوئی آئی۔ اور حضرت عثمانؓ کے سامنے لا کر کھڑی کر دی گئی۔

حضرت عثمانؓ نے شفقت آمیز لہجہ میں کہا: "بیٹی بیٹھ جاؤ۔"

ہیلن نے سمجھ لیا کہ اس سے مخاطب ہونے والے اعرابی ہی مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ اس نے انھیں نہایت ادب اور سلیقہ سے سلام کیا۔ امیرالمومنین نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھ گئے۔ شاہزادی بھی بیٹھ گئی اور تمام مسلمان بھی بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان نے اس سے دریافت کیا: "بیٹی! تمھیں راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

ہیلن نے شیریں لہجہ میں جواب دیا: "جی نہیں میں مسلمانوں کی مشکور ہوں کہ انھوں نے میرا خیال خاص طور پر کیا۔"

حضرت عثمانؓ: "بیٹی! یہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارے دل پر ہجوم غم و آلام ہوگا۔ لیکن اس میں ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہم خود تمہارے ملک پر چڑھ کر نہیں گئے بلکہ تمہارے باپ نے بدامنی کا آغاز کیا۔

ہیلن: "مجھے اس کا اعتراف ہے۔"

حضرت عثمانؓ: "شاہزادی! میں تمہیں فوراً ہی رہا کر دیتا لیکن دشواری یہ ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص افریقہ کے شہنشاہ کو قتل کر ڈالے گا اُسے افریقہ کی شاہزادی بطور دُلہن دیدی جائے گی۔ اس بنے تم اس کی ہو جس نے یہ بہادری کا کام کیا ہے:

ہیلن: لیکن سپہ سالار کے بار بار اعلان کرنے پر بھی میرے باپ کے قاتل نے اپنا دعویٰ پیش نہیں کیا ہے۔"

حضرت عثمانؓ: مجھے معلوم ہے میں مسلمانوں کی فطرت و طبیعت سے واقف ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے باپ کو قتل کرنے والا اس لئے نہیں آیا کہ کوئی اس کی بہادری کی تعریف حد سے زیادہ نہ کرنے لگے۔ کیا تم ہماری تھوڑی سی مدد کرو گی؟

ہیلن: فرمائیے۔"

حضرت عثمانؓ: تم نے شہنشاہ کے قاتل کو دیکھا ہوگا۔

ہیلن: جی ہاں۔ اچھی طرح دیکھا ہے۔

حضرت عثمانؓ: کیا اسے پہچانتی ہو؟"

ہیلن: خوب پہچانتی ہوں۔

حضرت عثمانؓ: تب تم پہلے ان لوگوں کو دیکھو جو اس وقت یہاں بیٹھے ہیں۔"

جب سے ہیلن اس مجمع میں آئی تھی حضرت عثمانؓ ہی کی طرف مخاطب رہی تھی۔ کسی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اب، جبکہ حضرت عثمانؓ نے اسے دیکھنے کے لئے کہا تو وہ ہزار ناز و انداز سے کھڑی ہوئی۔ اور حاضرین کی طرف دیکھنے لگی۔

ابن زبیر قریب ہی بیٹھے تھے انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں حور جمال شاہزادی انہیں شناخت نہ کرلے اس لئے وہ سر بزانو ہو گئے۔

شاہزادی نے سب کو دیکھنا شروع کیا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کی نگاہ ابن زبیر پر جا پڑی۔ انھوں نے کہا۔۔۔ خلیفہ ادا۔۔۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھے ہو۔ کیا خدانخواستہ کچھ طبیعت خراب ہے؟"

ابن زبیر کا نام عبداللہ تھا۔ ان کی والدہ حضرت اسماء ذات النطاقین تھیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی بیٹی اسماء خوش جمال تھیں اس لیے ابن زبیر بھی حسین وجمیل تھے۔

انھوں نے نگاہ اٹھا کر حضرت عثمانؓ کو دیکھتے ہوئے کہا "یاامیرالمومنین! خدا کے فضل وکرم سے اچھا ہوں۔"

جس وقت ابن زبیر نے جواب دیا ٹھیک اسی وقت شاہزادی کی نظر ان پر پڑی۔ شاہزادی نے کہا "میرے باپ کے قاتل وہ ہیں۔"

سب کی نگاہیں ابن زبیر پر پڑیں۔ شاہزادی بیٹھ گئی اور کچھ شوق بھری نظروں سے انھیں دیکھنے لگی۔

حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا "اے زبیر کے بیٹے! کیا تم نے ہی شہنشاہ جرجیر کو قتل کیا تھا؟"

ابن زبیر نے کہا "جی ہاں!"

حضرت عثمانؓ "لیکن جب سپہ سالار نے تمھیں طلب کیا تو کیوں نہیں تم ان کے پاس گئے۔"

ابن زبیر "میرے ظاہر نہ ہونے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں نے جرجیر کو کسی انعام کے لالچ میں قتل نہیں کیا بلکہ اس کی اسلام دشمنی اس کے قتل کی محرک ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ میری تلوار اسلام اور خدا کے دشمن کے نیست ونابود کرنے میں کامیاب ثابت ہوئی۔ اگر میں ظاہر ہو جاتا تو لوگ ضرور یہی خیال کرتے کہ میں نے حسین وجمیل شاہزادی کو حاصل کرنے کے لئے اس کو قتل کیا حالانکہ میں رضائے الٰہی کا طالب تھا نہ کہ ایک خوبصورت دوشیزہ لڑکی کا۔ دوسری وجہ یہ تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی کہ میں نے جس کے باپ کو قتل کیا ہے وہ میرے پاس کیسے خوش رہ سکتی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اسکے دل پر غم کا آرا چلا کرے گا۔ میرے دل نے یہ نہیں گوارا کیا کہ میں اس کے دل کو دکھاؤں۔"

ان کی یہ باتیں سُن کر تمام مسلمان حیران رہ گئے۔ خود شاہزادی بڑی متاثر ہوئی۔ اس نے کہا: میں نے جو کچھ سُنا وہ تو لائق صد ہزار حیرت ہی ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ بات اور تعجب خیز ہے کہ کسی مسلمان نے بھی جھوٹا دعویٰ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سچ یہ ہے کہ مسلمان بڑے ہی دیندار اور پاک باز لوگ ہیں۔ اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب ہے۔ میرے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوا تھا کہ میں اسلام کی طرف جھکوں گی لیکن آج خدائے قادر نے میرا دل اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ مجھے مسلمان کر لیجیے۔"

شاہزادی کی یہ مختصر تقریر سُن کر تمام مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ سب نے خوش ہوکر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اسی وقت حضرت عثمانؓ نے کلمہ طیب پڑھا کر اسے مسلمان کر لیا اور اس سے کہا: "بیٹی! اب ایک بات اور بتاؤ کہ اگر تمہارا عقد اس نوجوان ابن زبیر کے ساتھ کر دیا جائے تو تمہیں ناگوار تو نہیں ہوگا۔"

ہیلن نے ابن زبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جو حکم آپ دیں گے اسکی تعمیل کروں گی۔"

حضرت عثمانؓ: لیکن مذہب اسلام یہ کہتا ہے کہ لڑکی سے اس کی مرضی ضرور معلوم کر لو۔ اگر وہ پسند کرے اور اجازت خوشی سے دیدے تب عقد کرد۔ اس لئے میں تم سے صاف صاف پوچھنا چاہتا ہوں۔ ساتھ میں یہ بھی سُن لو کہ اگر تمہیں انکار ہوگا تو ہرگز تمہارا عقد ان کے ساتھ نہ ہوگا۔ بلکہ جس کے ساتھ تم پسند کروگی اس کے ساتھ ہوگا۔"

ہیلن: مجھے ان کے ساتھ عقد کرنا منظور ہے۔" یہ کہتے ہی وہ شرما گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج ہندوستان میں بے زبان لڑکیوں سے خدا کا کوئی بندہ بھی یہ دریافت نہیں کرتا کہ جسکے ساتھ انکی زندگی کے رشتہ کو باندھا جارہا ہے۔ وہ اسے پسند بھی کرتی ہے یا نہیں۔ اسے بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ لڑکی سے ضرور دریافت کریں اور گواہ او وکیل ہی اسی لئے بنائے جاتے ہیں کہ وہ لڑکی کی رضامندی لیکر آئیں۔ یہ گواہ اور وکیل اسکے والدین سے اجازت لیکر آجاتے ہیں۔ اور نکاح پڑھ دیا جاتا ہے۔ قاضی صاحب بھی بات کو جانتے ہیں کہ لڑکی سے نہیں پوچھا گیا۔ نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ ایسے گواہ وکیل اور قاضی گنہگار ہوتے ہیں جب تک لڑکی سے نہ پوچھا جائے اور اسکی رضامندی حاصل نہ کرلیجائے۔ تب تک نکاح نہیں ہونا چاہیئے۔

غرض شاہزادی کے منظوری دیتے ہی اسی وقت ابن زبیرؓ سے سیلن کا عقد ہوگیا۔ حضرت ... نے وہ سب سامان جو شاہزادی کے پاس تھا اور جسکی قیمت لاکھوں روپیہ تھی شاہزادی کو دیدیا گیا۔ ایک لاکھ دینار عبداللہ بن زبیر کو دیئے گئے۔

باقی مال غنیمت مدینہ کے باشندوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کارروائی کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔ تمام مجاہدین اور اہل مدینہ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔

ابن زبیر چاند سی بہو لیکر جب اپنے مکان پر پہنچے اور حضرت اسماء نے دیکھا تو نہال ہوگئیں شاہزادی سیلن ابن زبیر کے پاس بڑے آرام و آسائش سے رہنے لگی۔ اس افریقہ کی دلہن کو دیکھنے کیلئے مدینہ کی تمام عورتیں اور لڑکیاں آئیں اور اس کے بڑھے ہوئے حسن کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکیں۔ لوسیا اور سیلن کی دوسری کنیزیں بھی مسلمان ہوگئیں اور ان کی شادیاں بھی مسلمانوں سے کرادی گئیں۔

کچھ عرصہ بعد حوروش سلمیٰ کی شادی سرور کیساتھ ہوگئی لیکن سیلن اور سلمیٰ میں جو محبت ہوگئی تھی وہ دن دونی بڑھتی رہی۔ اور یہ دونوں اکثر ایک دوسرے کے گھر جا کر کئی کئی روز رہتیں۔

یہ تھی حوروش شہزادی سیلن کی وہ داستان جو آج تک تاریخوں میں محفوظ ہے اور مسلمانوں کی عدیم النظیر جرأت و شجاعت کا وہ تاریخی افسانہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح بر اعظم افریقہ کو فتح کرکے دنیا جہان میں اپنی شہرت و عظمت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔

ختم شد